مجلسِ ذکر

مرتبہ:- چودھری عبد الرحمٰن خان صاحب

آج مورخہ ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹ر دسمبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

محبّت

- نجات دہندہ
- ہلاک کنندہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ـ

امّا بعد:- اس جہاں کے بعد دوسرا جہان آنے والا ہے۔ قبر اس کی ڈیوڑھی ہے۔ اس کے بعد حشر میں سب مخلوق ایک بہت بڑے وسیع میدان میں جمع ہو گی۔ اگر کہیں میلہ ہو تو اتنی خلقت جمع ہو جاتی ہے کہ اس میدان میں سما نہیں سکتی۔ تقسیم سے پہلے ساری دُنیا میں ستر کروڑ مسلمان اور ساٹھ کروڑ عیسائی تھے۔ یہود۔ ہندو۔ بدھ اور باقی قومیں ان کے علاوہ تھیں۔ ان کی تعداد کا ہمیں علم نہیں۔ ایک دَور کی نسل انسانی کے لئے بہت وسیع میدان درکار ہوگا۔

اس جہان کا نظام ظاہر پر مبنی ہے۔ مثلاً ایک کافر جب کلمہ پڑھ لیتا ہے۔ تو وُہ مسلمان کہلانے لگتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جو دل سے کافر تھے۔ مگر بظاہر کلمہ پڑھتے تھے۔ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل سمجھے جاتے تھے۔ ان کو مالِ غنیمت سے حصہ ملتا تھا۔ یہ منافقین کا گروہ تھا۔

سورہ المنٰفقون رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں منافقین کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ (ترجمہ یہ اس لئے ہؤا کہ وُہ (منافق) ایمان لائے۔ پھر کفر کیا۔ پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ پس وہ نہیں سمجھتے ہیں)

عالم آخرت کا نظام باطن پر مبنی ہے۔ قبر سے لے کر حشر تک باطن کے لحاظ سے سلوک ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن متکبرین کے وجود چیونٹی کے برابر ہوں گے۔ وُہ لاشئی بھی نہیں ہوں گے بیکن شئی بعتدبہ نہ ہوں گے) یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (سورۃ البقر رکوع ۱ پارہ ۱)

(ترجمہ:- بے شک کافروں کے لئے آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے (وُہ) ایمان نہیں لائیں گے) یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو نہ شریعت کا پاس ہے نہ ان کے دلوں میں خوف خدا اور نہ فکر آخرت ہے۔ نہ کوئی غم ہے یہاں تو اچھے کھانے کھا کر اور بے فکری کے باعث خوب موٹے تازے تھے۔ لیکن آخرت میں ان کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہوں گے۔ ان کے مقابلہ میں موذنین کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ان کی گردنیں سب سے زیادہ بلند ہوں گی۔ چونکہ موذن دوسروں کو نیکی یعنی نماز کی طرف بلاتے ہیں اس لئے ان کو اپنی نماز کے علاوہ دوسرے نمازیوں کی نماز کا بھی اجر ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الدال علی الخیر کفاعلہٖ (ترجمہ:- نیکی کی طرف دلالت کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ (اس نیکی کے) کرنے والا ہے) اس وجہ سے ان کو قیامت کے دن بلند قامت وجود عطا ہوگا۔ اُمید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ قیامت کے دن باطن کے لحاظ سے سلوک ہوگا۔ حضورؐ کا ایک ارشاد میں گوشتہ جمعرات عرض کر چکا ہوں کہ بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہوں گے کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے مرتبے کے سبب سے انبیاءؑ اور شہداء بھی ان کی ریس کریں گے۔

ہماری آج کی صحبت باطن کی اصلاح کے لئے ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب اللہ اور حضورؐ کے ہاں سرخرو ہوں۔ باطن کی اصلاح تزکیہ سے ہوتی ہے بعض بے سمجھ تصوف کو بدعت کہتے ہیں۔ تصوف تزکیہ نفس ہی کا دوسرا نام ہے۔ حضورؐ کے فرائض اربعہ میں سے ایک تزکیہ نفس بھی ہے۔ فرائض اربعہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (سورہ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸)

(ترجمہ:- اللہ تعالیٰ وُہ ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو (امراض روحانی) سے پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب (قرآن) اور دانشمندی کی تعلیم دیتا ہے) حضورؐ کی صحبت میں صحابہ کرام کی باطن کی صفائی ہوتی تھی۔ اب اللہ والوں کی صحبت میں باطن کی صفائی ہوتی ہے۔ سورہ توبہ رکوع ۴ پارہ ۱۰ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا ۔ (ترجمہ:- بے شک مشرک ناپاک ہیں (اس لئے) وُہ آج کے سال کے بعد اس مسجد (خانہ کعبہ) کے قریب نہ آئیں۔) یہاں مشرک کو نجاست کہا گیا ہے جو باطنی پلیدی ہے ورنہ بظاہر تو کفار مکہ لباس فاخرہ پہنتے ہوں گے۔ میں تو ان میں سے نہیں ہوں جن کی صحبت میں تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ یہ تو ان کی مجالس کی نقل ہے

ع اُحِبُّ الصَّالحین وَلستُ منھم
لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

جن کا باطن سنور جاتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہو جاتے ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم۔ امین۔

آج میں محبت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں محبت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) نجات دہندہ (۲) ہلاک کنندہ۔

حُبّ کی ضد ہے بغض۔ حُب اور بغض دونوں فعل قلب ہیں۔ دونوں کا اظہار اعضاء ظاہری سے ہوتا ہے مثلاً ایک شخص جس سے ہمیں محبت ہے ہمارے ہاں آتا ہے۔ تو ہم زبان سے اس کی خدمت میں السلام علیکم عرض کریں گے۔ پاؤں سے اس کے استقبال کے لئے چل کر جائیں گے۔ غرضیکہ ہر عضو سے دل کی محبت کا اظہار ہوگا۔

جو محبت اللہ کی ذات اقدس سے ہو اور اس کے تعلق کی بناء پر ہو۔ وہ نجات دہندہ ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا :-

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (ترجمہ:- جس نے اللہ کے لئے محبّت رکھی اور اللہ کے لئے دشمنی رکھی اور اللہ کے لئے بغض رکھا اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روک لیا۔ تحقیق اس نے (اپنا) ایمان کمل کر لیا)

جو اللہ کے ہاں محبوب وہ ہمارے ہاں بھی محبوب ہے جو اس کے ہاں مردود ہے وہ ہمارے ہاں بھی مردود۔ سورۃ المجادلہ رکوع ۳ پارہ ۲۸ میں اللہ تعالےٰ اپنے اس قسم کے بندوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ۝

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں۔ گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے ہی لوگ کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے ایمان ثبت کر دیا) باپ۔ اولاد۔ بھائی اور برادری سے فطرتاً محبت ہوتی ہے۔ ان سے محبت نجات دہندہ ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے مخالف نہ ہوں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ محبت فقط اللہ تعالےٰ سے ہونی چاہیئے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ محبوب کے متعلقات اور اس کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ باقی سب چیزوں سے اللہ تعالےٰ کی محبت کی بناء پر محبت ہونی چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں اس لئے محبت ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ قرآن مجید سے اس لئے محبت ہے۔ کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

ذاتی محبت ہلاک کنندہ ہے۔ مثلاً بیوی سے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (سورۃ التغابن رکوع ۲، پارہ ۲۸)

(ترجمہ:۔ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ سو ان سے بچو) اگر اللہ کے تعلق کو نظر انداز کر کے بیوی محبوب ہے۔ تو اس کی ہر فرمائش کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ خواہ اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائے۔ یہی چیز زندگی میں گناہ اور مرنے کے بعد موجب عذاب ہو جائے گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اس سے بچنے کا حکم دے رہے ہیں۔

پہلی قسم کی یعنی نجات دہندہ محبت تربیت سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی یعنی ہلاک کنندہ محبت فطرۃً ہوتی ہے۔ قیامت کے دن پہلی قسم کی محبت کام آئیگی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (سورہ الزخرف رکوع ۶ پ ۲۵)

(ترجمہ۔ اس دن (قیامت میں) سب دوست (ایک دوسرے کے) دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار) اس دن اللہ کے نیک بندوں کی دوستی کام آئے گی۔ باقی سب دوست دشمن ہو جائیں گے۔ بیوی میاں سے۔ میاں بیوی سے۔ ماں باپ اولاد سے اور اولاد والدین سے بیزار ہوگی۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (سورہ عبس پ ۳۰)

(ترجمہ:۔ اس دن (قیامت میں) آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا اس دن ہر ایک اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ اور دوسروں سے بے پروا ہوگا۔ وہاں تقویٰ یعنی خدا سے محبت کی بناء پر جو تعلق ہوگا۔ اس کی قدر و قیمت ہوگی۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے متعلقات مثلاً رسول اللہ۔ کتاب اللہ۔ اللہ کے مقبول بندے۔ ان سے محبت نجات دہندہ ہوگی۔ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (سورۃ الزخرف رکوع ۴ پ ۲۵)

(ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ کے ذکر (یعنی قرآن) سے روگردانی کرتا ہے۔ ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پس وہی اس کا ساتھی ہوتا ہے) اس دن دست حسرت مل کر کہیں گے۔ کہ اگر بیوی نہ ہوتی تو ہلاک نہ ہوتے۔ حضور فرماتے ہیں کُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ (ترجمہ:۔ دنیا میں اس طرح رہو گویا تو مسافر ہے)

میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ یہ چیز شیخ کامل کی صحبت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر بظاہر انسان سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی سے دل نہیں لگاتا۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
اگرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

اللہ والوں کی محبت کی بناء پر انسان سب سے کٹ جاتا ہے۔ اس قسم کے انسان ہی سالم دل والے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (سورۃ رکوع ۵ پ ۱۹) (ترجمہ:۔ اس دن (قیامت میں) نہ مال اور نہ بیٹے نفع دیں گے۔ مگر وہ شخص نفع پائے گا۔ جو سالم دل اللہ کے ہاں لائے گا) سالم دل کے یہ معنی ہیں کہ دل میں اللہ تعالےٰ کے سوا نہ کسی سے محبت ہو؛ اور نہ کسی کا ڈر ہو۔ اللہ والوں کا چونکہ یہ حال ہوتا ہے اس لئے اس کا عکس طالب پر پڑتا ہے۔ جن کا یہ حال ہو جاتا ہے۔ وہ سطح زمین پر ہوں یا زیر زمین ہوں دونوں جگہ خوش رہتے ہیں۔ صحبت میں انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔ مگر پتہ نہیں لگتا۔ جس طرح ماں بچے کو کھلاتی پلاتی ہے۔ اور ہر آن بڑھتا ہے مگر اس کا پتہ نہیں چلتا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو نجات دہندہ محبت کا محب بنائے۔ اور ہلاک کنندہ محبت سے بچائے۔ آمین!

(باقی صفحہ پر)

کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھیے

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اللہ کا نام لے (یعنی پہلے بسم اللہ پڑھے) اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو بعد میں کہہ لے: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَه وَآخِرَه

جامع ترمذی

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۷۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

انسان کی روحانی تربیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اما بعد :-

اللہ تعالےٰ نے انسان میں دو چیزیں رکھی ہیں - ایک روح اور دوسرا جسم ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اصطلاح میں ان کو ملکیت اور بہیمیت سے تعبیر فرماتے ہیں - دونوں کے مجموعے کا نام انسان ہے - درحقیقت انسان روح کا نام ہے -

مرنے کے بعد روح نکل جاتی ہے - جسم زمین کی پیداوار ہے اور رُوح آسمان سے آئی ہے - حدیث شریف سے ثابت ہے کہ چوتھے مہینے ماں کے پیٹ میں جب بچّہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے -

اللہ تعالےٰ چونکہ دونوں کا ربّ ہے - اس لئے دونوں کی تربیت اس نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے - زمین کی ساری چیزیں جسم کی تربیت کے لئے ہیں - پہاڑ - دریا - درخت - حیوانات - نباتات - معدنیات سب انسان کے لئے ہیں - اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں :-

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

(سورہ بقرہ رکوع ۳ پارہ ۱)

(ترجمہ :- (اللہ تعالیٰ) وُہ ہے جس نے (اے انسانو!) جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا) یہ انسان کی جسمانی تربیت کا نظام ہے -

خدا کی قدرت دیکھئے کہ ہر ملک کی پیداوار علیحدہ ہوتی ہے - پاکستان میں نمک پیدا ہوتا ہے جو ہندوستان میں نہیں ہوتا - ہندوستان میں کیلہ پیدا ہوتا ہے - پاکستان میں بھی کیلہ پیدا ہوتا ہے - مگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا -

بحیثیت ربّ العالمین روحانی تربیت بھی اس کے ذمہ عائد ہو جاتی ہے جسمانی تربیت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو پیدا اللہ تعالیٰ کرتا ہے - مگر ماں باپ ان کی ترکیب و تحلیل کر کے بچّہ کے منہ میں ڈالتے ہیں - کوئی چیز کچی اور کوئی پکا کر بچّہ کو کھلاتے پلاتے ہیں - ماں باپ کی جسمانی تربیت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو بچہ پہلے خود کروٹ بھی نہیں بدل سکتا وہ اتنا قوی ہیکل جوان ہو جاتا ہے کہ ڈھائی من کی بوری بآسانی اٹھا لیتا ہے - بعینہٖ یہی حال روحانی تربیت کا ہے - روحانیت کی غذا قرآن مجید ہے - قرآن مجید کو نازل تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا - مگر اس کا رنگ چڑھانے والے روحانی مُربّی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - اللہ تعالےٰ نے حضورؐ سے پہلے انسان کی رُوحانی تربیت کے لئے وقتاً فوقتاً ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے (۱۲۳۹۹۹) انبیاء علیہم السّلام مبعوث فرمائے اور سابقہ کتب سماوی نازل فرمائیں - ان روحانی مربیوں کی بعثت سے پہلے کوئی کافر اور کوئی مشرک ہوتا ہے - ان کی تربیت سے انھیں میں سے کوئی صدیقؓ کوئی فاروقؓ اور کوئی شہید بن جاتا ہے - حضورؐ کی بعثت کے بعد اب روحانی تربیت فقط آپ کی دامنگیری سے ہو سکتی ہے - اس کو سمجھانے کے لئے میں ایک بڑے پنڈال کی مثال بیان کیا کرتا ہوں - جس میں داخلے کے لئے کئی دروازے ہیں جب پنڈال بھر جاتا ہے تو سوائے صدر دروازہ کے سب دروازے بند کر دئے جاتے ہیں - اس کے بعد پنڈال میں داخلہ صرف صدر دروازہ سے ہی ہو سکتا ہے اسی طرح جنّت میں داخلہ کے لئے بھی کئی دروازے ہیں - مثلاً ایک دروازہ پر نوحؑ داخلہ کا ٹکٹ عطا فرمانے کے لئے رونق افروز تھے - دوسرے پر ابراہیمؑ - تیسرے پر موسےٰؑ اور باقی دروازوں پر دوسرے انبیاء علیہم السّلام - صدر دروازہ پر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں - اب باقی سب دروازے بند ہو چکے ہیں - صرف صدر دروازہ کھلا ہے - اب حضورؐ کی دامنگیری کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا - اگر ایک شخص انبیائے سابقین میں سے کسی کا متبع ہے - مگر حضورؐ پر تبلیغ کے بعد بھی ایمان نہیں لاتا تو وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا - بلکہ مردود قرار پائے گا - روحانیت کی غذا فقط قرآن مجید ہے - اس کے نزول کے بعد نجات کے لئے حضورؐ کی دامنگیری لازمی ہے - حضرت صدیق اکبرؓ - اور حضرت ابو ذر غفاریؓ بے شک اسلام لانے سے پہلے بھی نیک تھے - لیکن صحیح راستہ کی طرف حضورؐ کی دامنگیری کے بعد ہی رہنمائی ہوئی عشرہ مبشرہ کو جنّت کی خوشخبریاں اور اصحابِ بدر کو اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کے سرٹیفکیٹ حضورؐ کی دامنگیری کے بعد ہی عطا ہوئے -

تربیت روحانی نہیں ہو سکتی الا بتعلیم القرآن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بعد قرآن مجید کو حال بنانا ضروری ہے - اس کے بغیر روحانی تربیت ناممکن ہے ہندوؤں کے سادھو بہت ریاضتیں کرتے ہیں - کوئی جسم پر بھبوت مل کر بیٹھ جاتا ہے - کوئی ہاتھوں کو اوپر کر کے ان کو سکھا لیتا ہے - کوئی کھڑے کھڑے ٹانگیں سکھا دیتا ہے - لیکن اہل اللہ کو نظر آتا ہے کہ ان کے سینوں میں نُور نہیں ہے - گویا کہ ساری عمر برباد ہوئی - نہ دنیا ملی اور نہ آخرت ہاتھ آئی - سینہ میں نُور قرآن کی تعلیم اور حضورؐ کی دامنگیری سے آتا ہے - بعض ہندو قرآن مجید پڑھے ہوئے ہیں - پنڈت رام چند دہلوی اعلیٰ درجہ کا قاری تھا - وہ حدیث بھی پڑھا ہوا تھا - اس کے ساتھ بڑے بڑے عالم بھی مناظرہ نہیں کر سکتے تھے - قرآن اور حدیث کا عالم ہونے کے باوجود حضورؐ کی دامنگیری کے بغیر بے ایمان تھا - قرب الی اللہ کا راستہ نہیں معلوم ہو سکتا جب تک انسان کلمہ نہ پڑھے - اس کے بعد تکمیل قرآن کے ذریعہ ہو گی - پھر ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس راستہ میں ترقی کرتا ہے - ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست !

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَ سُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ ؟

(ترجمہ : میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں - جبتک کہ تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے - (وہ دو چیزیں کیا ہیں ؟) کتاب اللہ

اور اس کے رسول کی سنت) گمراہی سے بچنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ امیر ہو یا غریب۔ عالم ہو یا جاہل۔ مرد ہو یا عورت۔ جو بھی قرآن اور حدیث سے ناآشنا ہوگا۔ وہ گمراہ ہوگا۔ میں ہمیشہ آپ سے کہا کرتا ہوں کہ یا تو انسان خود عالم قرآن ہو یا کسی عالمِ قرآن کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ہو یا اللہ تعالٰے مادر زاد ولی بنا دیں۔ ان تینوں صورتوں کے بغیر شیطان ایمان نہیں رہنے دیتا۔ قرآن اور حدیث دونوں محفوظ ہیں۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالٰے نے لے رکھا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

(سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

(ترجمہ۔ ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جب تک حضور کا اسوۂ حسنہ محفوظ نہ ہو۔ اس لئے قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث خود بخود محفوظ ہوگئی۔

مسلمانوں کے سوا کسی امت کے پاس نہ اُن کی آسمانی کتاب محفوظ ہے اور نہ اُن کے نبی کا اسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے کلام میں سے صرف یہ ایک فقرہ محفوظ ہے۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت!

اس کا فارسی میں کسی نے ترجمہ کیا ہے ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

(اگر تو بے حیا ہو جائے تو جو تیرا دل چاہے کر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر و ذراعا بذراع (ترجمہ: البتہ تم ضرور ان کے نقش قدم پر چلو گے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ) من قبلکم کے متعلق جب صحابہ کرام نے عرض کی کیا ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ آپ نے فرمایا اور کون ؟

ان کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالٰے فرماتے ہیں۔ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ ..

یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ کتاب و سنت سے ناآشنا ہیں۔ اور چند خود ساختہ رسم و رواج کو دین کا نام دے رکھا ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالٰے نے ایک خاصیت رکھی ہے۔ جو اس کے بغیر دوسری کسی چیز میں نہیں ملے گی۔ نمک کے اندر جو نمکینی ہے وہ مشک و عنبر میں نہیں ہے۔ اگر نمک نہیں ڈالیں گے تو غریب کی ہنڈیا اور امیر کی دیگ پھیکی ہوگی۔ قرآن میں غور و خوض نہ کرنیوالا عالم بھی گمراہ ہوگا اور جاہل بھی۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو بتلاتی ہے کہ ہمارا خدا سے کیا تعلق ہے اور خدا کا ہم سے کیا تعلق ہے

اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو قرآن مجید اور حضور کی سنت کے ذریعہ اپنی روحانی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کچھ کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب کچھ پیے تو داہنے ہاتھ سے پیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ اس سے پیے۔ کیوں کہ (یہ شیطانی طریقہ ہے) وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ صحیح مسلم

کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اُتار دیا کرو اس سے تمھارے پاؤں کو زیادہ راحت ملے گی۔ مسند دارمی

مجلسِ ذکر

آج مؤرخہ ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۲ر جنوری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ـــ اما بعد -

اس مجلس کے بعد میں کچھ نہ کچھ اس لئے عرض کر دیا کرتا ہوں - تاکہ میری اور آپ کی اصلاح ہو جائے - اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں - قبر جو آخرۃ کی ڈیوڑھی ہے - وہ بہشت کا باغ بن جائے - اور دوزخ سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں - آمین ! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے :-

بارگاہِ الٰہی میں قبولیّت کی علامتیں

سب سے پہلے اپنا امتحان لیا کیجئے کہ کیا ہم بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوں یا نہیں - اس کے بعد بال بچوں کی فکر کیا کیجئے - اور ان کے اندر یہ علامتیں پیدا کرنے کی کوشش کریں - سورہ التحریم رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (ترجمہ :- اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ)

جیسے بال بچوں کی ضروریات زندگی مہیا کرنا مرد کے ذمہ ہے - اسی طرح ان کی اصلاح نفس بھی اس کے ذمہ فرض ہے - اگر کسی کی بیوی بیمار ہو جائے وہ یا تو اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جائے گا - یا ڈاکٹر کو اس کے پاس لائے گا - لیکن اگر وہ نہ یہ کرے اور نہ وہ تو یہی کہا جائے گا کہ وہ ظالم ہے - حالانکہ اسے توفیق بھی ہو - یہی حال روحانی بیماری کا ہے - اگر کسی کے بال بچے روحانی مریض ہوں - اور وہ نہ طبیب روحانی کے پاس لے جائے اور نہ طبیب روحانی کو ان کے پاس لائے - تو یہی کہا جائے گا کہ وہ ظالم ہے -

ایک دفعہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے - ان کی موجودگی میں میں نے تقریر کی حضرتؒ نے پانچ روپیہ چندہ بھی دیا اور خلیفہ شہاب الدین سے فرمایا کہ تم ان کی تقریر لکھ کر چھپوا کیوں نہیں - تاکہ باہر کے لوگ بھی اس سے مستفید ہوں - یہ ان کی دعا کی برکت ہے کہ جب تک لاکھ سے زائد رسالے چھپ کر تقسیم ہو چکے ہیں - ان کے علاوہ اور کئی مطبوعات بھی ہیں -

گھر کا بڑا ذمہ دار آدمی اگر بیمار ہو - تو بھی بال بچوں کی قوت لایموت پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہوتا ہے - میں اگرچہ روحانی بیمار ہوں - لیکن میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوں - اس لئے کچھ نہ کچھ آپ کی خدمت میں عرض کر دیا کرتا ہوں - اب میں بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی علامتیں عرض کرنا چاہتا ہوں -

(۱) اللہ تعالےٰ سورہ بقر رکوع ۲۰ - پارہ ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں :-
وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ (ترجمہ :- اور لوگوں میں سے بعض اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا لیتے ہیں - پھر ان سے اس طرح محبت کرتے ہیں - جس طرح اللہ سے کرنی چاہئے - اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالےٰ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں -)

اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قبولیت کی پہلی علامت یہ ہے کہ اس کی محبت سب سے زیادہ ہو - محبت کا پتہ تب چلتا ہے کہ محبوب ایک طرف بلائے اور اس کے مخالف دوسری طرف کھینچیں - اگر اس نے محبوب کا کہا مانا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو اس سے محبت ہے اگر مخالفین کی بات پر عمل کیا تو اس کا دعوے محبت غلط قرار دیا جائے گا - اگر انسان اپنے نفس بیوی - اولاد اور برادری کے مقابلہ میں خدا کی رضاء کا خیال رکھتا ہے - تو کہا جائے گا کہ اس کو خدا سے محبت ہے - اس کی یہی کوشش ہو گی کہ اللہ اور اس کا رسولؐ راضی ہو جائیں - باقی کوئی راضی رہے یا نہ رہے - یہ اللہ تعالےٰ سے محبت کے نتائج ہیں - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سب سے زیادہ اپنی محبت عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین آمین -

(۲) دوسری علامت ہے کہ متعلقات محبوب کی دل میں عزت ہو -

اگر اللہ تعالےٰ سے محبت ہو جائے تو پھر اس کی طرف جس چیز کی بھی نسبت ہوتی ہے وہ بھی محبوب ہو جاتی ہے - سورہ الحج رکوع ۴ پارہ ۱۷ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :- وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (ترجمہ :- اور جس نے شعائر اللہ کی تعظیم کی - پس یہ چیز دل کی پرہیزگاری میں سے ہے)

ہر قوم کا اپنا شعار ہوتا ہے مثلاً انگریز کے ابتدائی دورِ حکومت میں یہاں ترکی ٹوپی مسلمان کا شعار تھا - سر پر بودی ہندو کا شعار تھا - ہیٹ انگریز کا شعار تھا - اگر کوئی ہندوستانی ہیٹ پہن لیتا تھا - تو لوگ اسے کہتے تھے کہ یہ کرسٹان ہو گیا ہے - حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ چار ہیں :-
(۱) کتاب اللہ (۲) رسول اللہ (۳) بیت اللہ (۴) الصلوٰۃ -

دنیا میں کتابیں بے شمار ہیں - لیکن اس وقت قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے - جس کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف کی جاتی ہے - کتاب اللہ کا نام سنتے ہی ذہن فوراً قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوتا ہے - حضرت مولٰینا عبداللہ صاحب لغاری سکنہ سانگھڑ نے مجھے ایک معمر شخص کا واقعہ سنایا جو ان کے پاس پڑھنے کے لئے آیا - پچھلے دنوں جب میں سندھ گیا تھا تو مولٰینا عبداللہ صاحب لغاری کے ہاں ایک نوجوان نے مجھے بتلایا کہ وہ معمر شخص میرا چچا تھا - وہ شخص سر پر قرآن مجید اٹھائے جنگل میں جا رہا تھا کہ اسے ایک گڈریا ملا - جب گڈریا نے اس سے پوچھا کہ تمہارے سر پر کیا ہے - تو اس نے جواب دیا کہ یہ کلام اللہ ہے سندھ میں زیادہ تر قرآن مجید کو لوگ کلام اللہ کہتے ہیں -

گڈریا نے کہا کہ مجھے کلام اللہ پڑھ کر سناؤ - اس شخص نے کہا کہ میرا وضو نہیں ہے - جہاں پانی ملے گا وہاں وضو کر کے تمہیں سنا سکتا ہوں - گڈریا اپنے مویشی چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لیا - جب پانی ملا تو اس نے وضو کر کے قرآن مجید پڑھ کر اس کو سنایا - گڈریا نے پھر پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ اللہ تعالےٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں تاکہ ہم اسی طرح عمل کر کے اس کو راضی کر سکیں - یہ شخص خود بھی قرآن دان نہ تھا - اس لئے اس سے کہنے لگا - کہ کلام اللہ کا مطلب تو مجھے بھی نہیں آتا لیکن

گڈریا کی بات اس کے دل میں بیٹھ گئی ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے!

اسی دن سے اس نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا ارادہ کر لیا۔ اس غرض کے لئے وہ مولینا عبداللہ صاحب بخاری کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے جب پوچھا کہ اس عمر میں تمہیں پڑھنے کا شوق کیسے پیدا ہوا تو اس نے سارا واقعہ عرض کیا

۲ ۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم۔ رسول کے معنی ہیں قاصد۔ قاصد دنیا میں کروڑوں۔ لیکن اللہ کے قاصد صرف ایک حضور ہیں۔ آپ سے پہلے بھی اللہ کی طرف سے ہر قوم اور ہر خطہ کے لئے انبیاء ؑ مبعوث ہوتے رہے۔ لیکن اس وقت رسول اللہ کے الفاظ سنتے ہی ذہن صرف حضور کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(۳) بیت اللہ۔ بیت کے معنی ہیں گھر۔ گھر دنیا میں لاکھوں بلکہ کروڑوں۔ مگر اللہ کا گھر صرف خانہ کعبہ ہے۔

(۴) الصلوٰۃ (نماز) نماز میں اللہ کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اس کی ساری ہئیت کذائی میں معبود حقیقی ہی کی یاد ہے۔

اوصی نفسی اولاً و ایاکم بعدہ (پہلے میں اپنے آپ کو اور پھر آپ کو وصیت کرتا ہوں) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز باقاعدہ ادا کریں۔ تلاوت قرآن مجید میں ناغہ نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ہمیشہ اتباع کریں۔ اگر اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے تو بیت اللہ کا حج بھی کریں۔ یہ متعلقات محبوب حقیقی ہیں۔ اور ان سے محبت دل کے تقوے کا پتہ دیتی ہے۔ (فانہا من تقوی القلوب) ہر شخص اپنے متعلق خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے متعلقات سے کتنی محبت ہے۔

قرآن مجید تو سب پڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن کیا اس سے تقوے پیدا ہوا۔ اکثریت اس امتحان میں ناکامیاب ہے۔ کیونکہ صحبت نصیب نہیں۔ نفس۔ بیوی اولاد اور برادری اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرا لیتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے بیوی اور اولاد کے متعلق فرمایا :۔

یا ایہا الذین امنوا ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروہم (ترجمہ : اے ایمان والو۔ بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ پس ان سے بچو۔) جو اس امتحان میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(سورہ حم السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴)

(ترجمہ : بے شک وہ لوگ جنہوں نے (ایک دفعہ) کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالےٰ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے (موت کے وقت) ان کے پاس فرشتے آتے ہیں (یہ پیغام لے کر کہ) ڈرومت اور نہ غم کھاؤ اور وہ اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔)

(۳) تیسری علامت ہے کہ شعائر اللہ کے متوسلین یعنی اللہ والوں سے محبت ہو۔ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْہُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج

(ترجمہ :۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبت میں پابند رکھ جو صبح شام یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اس کی رضاء کے طالب ہیں۔ اگر ان سے آپ نے نظر ہٹائی تو یہی سمجھا جائے گا۔ آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں۔ واصبر امر کا صیغہ ہے۔ ہمیں ان اللہ والوں کی صحبت میں نشست و برخاست رکھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد نہ جائدادیں بنانا ہے۔ نہ کر بڑے اور عہدے بڑھانا۔ نہ سیٹھ بننا اور نہ زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانا ہے۔ ان کو اللہ کی رضائے سوا کوئی چیز محبوب نہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان اللہ کے بندوں سے نظر ہٹا کر دوسری طرف نہ دیکھنا۔)

بعض مرد اور عورتیں شریعت کے اتباع سے بچنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو دنیا کے کتے ہوتے ہیں کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کتوں اور کتیوں کے لئے نہیں بھیجا۔ یہ تو انسانوں کے لئے ہے ہم نے اگر اپنے آپ کو کتا کہہ دیا تو کیا اللہ تعالےٰ معاف کر دے گا؟ قرآن انسان بناتا ہے۔ آپ میں بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کو اللہ اور رسول اللہ کے مقابلہ میں کسی کی پروا نہیں۔ میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ قرآن کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ قرآن کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو تو بعض عالم بھی گنگا رام کی طرح ساری کفر کی رسمیں ادا کرتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا نام آئے اور اثر نہ ہو۔ اگر اثر نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دل پر نہیں پڑتا۔

میں دنیا دار سے کہا کرتا ہوں کہ نہیں انسانوں کو پرکھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ مجھے ضرورت نہیں میرے ہاں کوئی آئے۔ میں خوش ہوتا ہوں۔ کہ میری ہی باتیں سن کر جلے گا۔ میرے درس میں بعض ہندو بھی آتے تھے۔ شیعہ بھی آتے رہے ہیں۔ اہل قرآن کے امام مولوی حشمت علی صاحب سالہا سال تک میرے درس میں آتے رہے ہیں میں نے الحمد کی الف سے والناس کی س تک سارا قرآن ان کو سنایا۔ آپ چھان بان کرتے ہیں

آپ کو اللہ والوں کی بھی جانچ پڑتال کرنی چاہیئے کہ کون کھرا ہے اور کون کھوٹا۔ کھرا وہ ہے جس میں دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں حدیث خیر الانام ہو۔ زبان سے تو سب یہی کہتے ہیں کہ ہم کھرے ہیں۔ میں تو آپ سے ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں۔ کہ اس کو بھی اللہ کے سپرد کیجئے۔ اللہ سے دعا کیا کیجئے کہ اے اللہ! جو کھرا ہے ہمیں اس کے ہاں پہنچا تاکہ قیامت کے دن تو ہم سے یہ سوال نہ کرے کہ تم فلاں جگہ کیوں گئے تھے؟

ہر عالم اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ اکثریت کھوٹوں کی ہے۔ اگر ایک لاکھ مسلمانوں میں سے ایک بھی کھرا عالم ہوتا تو لاہور میں ۱۷ ہونے چاہیئے تھے۔ کھرا وہ ہے جو یہ کہے کہ خدا واسطے درس قرآن دوں گا۔ تم کچھ دو گے بھی تو نہیں لوں گا۔

و ما اسئلکم علیہ من اجر
ان اجری الا علی اللہ رب العالمین

اسی قسم کے عالم ہی کہہ سکتے ہیں

نعم الامیر علی باب الفقیر
بئس الفقیر علی باب الامیر

اللہ تعالےٰ کا نام اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر سیکھنا پڑتا ہے۔ استخارہ میں ضروری نہیں کہ کچھ نظر آئے۔ لیکن طبیعت کا میلان ایک طرف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں طبیعت کا میلان ذکر الٰہی کی طرف ہو جاتا ہے۔

جمعہ۔ درس یا اس مجلس میں جو کچھ میں عرض کیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین!

وما علینا الا البلاغ

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چودھری عبدالرحمن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۵ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹ر جنوری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

نورِ فطرۃ کی تکمیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے۔ جن کا مجھ سے اللہ اللہ کرنے کا تعلق ہے اور جو ہمارے خاندان کے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ میرے اور آپ کے اندر علم الٰہی کے ساتھ اس کا عمل بھی پیدا ہو جائے۔ دوسرے احباب بھی آ جاتے ہیں ع

چشم ما روشن دل ما شاد

اگر خارجی نور تائید نہ کرے تو ظاہری بینائی بیکار ہوتی ہے۔ بینائی خدا داد ہو لیکن اس بینائی کو بروئے کار لانے کے لئے خارجی روشنی ضروری ہے۔ مثلاً رات اندھیری ہو کمرہ بند ہو اور اس میں روشن دان بھی نہ ہوں اور ہاتھ کو ہاتھ نظر نہ آئے۔ اس جگہ مادر زاد اندھا اور بینا برابر ہیں۔ سورج۔ چاند۔ ستارے یا کسبی حاصل شدہ روشنی خارجی روشنی کہلاتی ہے۔ اپنی بینائی سلامت ہو پھر خارجی روشنی جتنی تیز ہوگی اتنی ہی دور تک دکھائی دے گا۔ دن کو سورج کی تیز روشنی میں شاہی مسجد کے مینار سے مقبرۂ جہانگیر کے مینار نظر آتے ہیں۔ رات کو چاند اور ستاروں کی روشنی اتنی تیز نہیں ہوتی۔ اس لئے زیادہ دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ زمین قابل کاشت ہو۔ لیکن اگر بالی نہ آئے اور پانی بھی نہ ملنے پائے تو وہ بیکار پڑی رہیگی۔ اسی طرح نورِ فطرۃ موجود ہو۔ یعنی اندر قبولیت حق کی استعداد ہو۔ لیکن جب تک خارج کا نورِ ہدایت تائید نہ کرے یہ استعداد بروئے کار نہیں آتی حضور کا ارشاد ہے «کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ» علمی طور پر نورِ ہدایت کتب سماوی اور عملی طور پر انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ آجکل علمی لحاظ سے یہ نورِ ہدایت قرآن مجید ہے۔ اور عملی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بین الدفتین جو چیز میرے اور آپ کے سامنے ہے وہ علم قرآن ہے اور حضور عمل قرآن ہیں۔ یہ قال قرآن ہے وہ حال قرآن ہیں۔ یہ صورت قرآن ہے اور وہ سیرت قرآن ہیں۔ حضور آفتاب اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین چاند کی مانند تھے۔ اور اب علمائے کرام مثل ستاروں کے ہیں۔

صحابہ کرام کو حضور کی صحبت میں جتنا تیز نورِ باطن عطا ہوا تھا وہ بعد میں کسی کو نصیب نہ ہوا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان سے وہ کام لئے جو بظاہر عقل میں نہیں آتے۔ ہجرت کے بعد حضور کی دس سالہ حیات طیبہ کے ۱۲۰ ماہ بنتے ہیں۔ اور انہیں غزوات اور سرایا ملا کر کل ۱۲۱ لڑائیاں صحابہ کرام نے لڑی ہیں۔ گویا ہر مہینہ ایک لڑائی۔ پھر بادشاہ سلامت وہ ہیں جن کے خزانہ میں نہ کھانے کے لئے روٹی نہ پہننے کے لئے کپڑا۔ جو مال غنیمت آتا ہے وہ سب تقسیم فرما دیتے ہیں۔ جنگ تبوک میں بعض صحابہ کرام نے سواری کے لئے حضور سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں قرآن کی شہادت ہے کہ حضور کا یہ جواب سن کر وہ حضرات روتے ہوتے جا رہے تھے۔ ان کو نہ بال بچوں کی فکر ہوتی تھی نہ گھر بار کا خیال آتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان نہ تھے۔ کوئی جن تھے۔ دراصل پاور انجن پیچھے حضور کی ذات مبارک تھی۔ آپ کی روحانی طاقت صحابہ سے مافوق الفطرۃ کام کرا رہی تھی۔ حضور کے اندر اتنی روحانی طاقت تھی کہ ساری دنیا بھی سیراب ہو جاتی تو کبھی نہ ختم ہوتی۔

صحابہ کرام کے اندر جو رنگ تھا وہ تابعین میں نہیں تھا۔ جو تابعین میں تھا۔ وہ تبع تابعین میں نہ تھا۔ اور جو تبع تابعین میں تھا۔ وہ بعد والوں میں نہیں ہے۔ دس ہزار ستارے بھی اکٹھے ہو جائیں تو ایک چاند کے برابر نہیں ہو سکتے۔ ستارے بھی روشنی دیتے ہیں۔ لیکن سورج اور چاند کے مقابلہ میں ان کی روشنی بہت کم ہوتی ہے۔ اسیطرح علمائے کرام صوفیائے عظام بھی نورِ ہدایت کے علم بردار ہیں۔ لیکن حضور اور صحابہ کرام کے مقابلہ میں اُن کی وہ حیثیت نہیں۔ قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

(سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ:۔ تحقیق ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی البتہ اس کے نگہبان ہیں۔

اس کی حفاظت انسانوں سے کرا رہے ہیں۔ علمائے کرام اس کے قال کے اور صوفیائے عظام حال کے محافظ ہیں۔ یہی دونوں جماعتیں حاملین دین ہیں۔ علمائے کرام قرآن سمجھا دیتے ہیں صوفیائے عظام اس کا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔ قرآن رنگ ہے۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ

(سورۃ البقرہ ر ۱۶ پارہ ۱)

ترجمہ:۔ اللہ کا رنگ اور اللہ سے اچھا کس کا رنگ ہو سکتا ہے۔

دنیا کے رنگ ظاہر کو رنگتے ہیں اور قرآن باطن کو رنگتا ہے۔ قرآن کا رنگ چڑھ جائے تو انسان انسان بنتا ہے۔ بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ وہ ظاہری علم کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہوتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ دیوبند میں اس قسم کے حضرات ہمیشہ رہے ہیں۔ آج کل حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی سلمہ اللہ ہیں۔ ان سے پہلے حضرت مولینا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تھے۔ ان سے پہلے حضرت شیخ الہند تھے ان سے پہلے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ تھے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے سادہ مزاج تھے کہ ان کو دیکھ کر کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جامع صفات بزرگ

ایک دفعہ دیابند سے آپؒ کا مناظرہ ہوا۔ پنڈال میں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ جب آپؒ تشریف لائے تو دروازہ پر چپڑاسی نے روک کر کہا کہ ارے بڈھے تو اندر جاکر کیا کرے گا۔ فرمایا میں بھی سنوں گا۔ اس کے بعد جب آپؒ نے تقریر فرمائی تو خود ہندوؤں کا بیان ہے کہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کے منہ سے علم کی دیوی بول رہی تھی۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب فاروقی جنگڑ محلہ (انار کلی) میں رہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں جب حج پر گیا تو حضرت مدنی مدظلہ العالی مدینہ میں قیام فرماتے۔ میں جب مدینہ منورہ پہنچا تو دیکھا کہ حضرت پھر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد میرے پاس تشریف لائے۔

میں نے جب عرض کی کہ حضرت کیسے تشریف لائے تو فرمایا کہ تمہیں کیوں بتلاؤں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ دراصل مجھے لینے کے لئے آئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فرمانے لگے کہ پاندان گم کر آئے ہو۔ یہ حضرت کا ماضی کے متعلق کشف تھا۔ میں نے عرض کی کہ حضرت ملے گا بھی یا نہیں تو فرمایا۔ ہاں! ہاں مل جائے گا۔ یہ مستقبل کا کشف تھا۔ چنانچہ وہ مل گیا۔ ان کی طبیعت میں ظرافت تھی۔ مگر اب تقسیم کے بعد روتے رہتے ہیں ع

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

ان کا ہی بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت کا جوتا سیدھا کر دیا تو آپ نے میرا جوتا اٹھا کر سر پر رکھ لیا اور فرمایا کہ توبہ کرو۔ کہ آئندہ میرے جوتے کو ہاتھ نہ لگاؤ گے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت اگر اس ادب کا یہی صلہ ملتا ہے۔ تو میں اس سے باز آیا۔ یہ شیخ العرب والعجم ہیں۔ مگر ہستی فنا ہے۔

میری ان کے متعلق رائے ہے کہ اس وقت ان کی ہند و پاکستان میں نظر نہیں ہے۔ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہو کہ ساری دنیا کے مسلمانوں میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں

عالم شکوک و شبہات دور کرے گا۔ مگر عمل کا رنگ نہیں چڑھتا۔ جب تک کامل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ کامل سے اخذ فیض کے لئے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

عقیدت۔ ادب اور اطاعت نہ ہو تو کامل کی صحبت بھی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

علماء کرام اور صوفیاء عظام کا سلسلہ قرآن کی حفاظت کے لئے ہے۔ فوج دراصل سپاہیوں کے مجموعے کا نام ہے۔ لیکن اس میں ڈاکٹر۔ لنگری۔

اور بہرے سب شامل ہوتے ہیں۔

حضور کا ارشاد ہے:۔

عن زید بن خالد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جھز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا ومن خلف غازیا فی اھلہ فقد غزا (متفق علیہ)

(ترجمہ:۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ نے فرمایا۔ جس شخص نے کسی جہاد کرنے والے کا سامان درست کر دیا۔ اس نے گویا جہاد ہی کیا۔ اور جو شخص جہاد کرنے والے کے اہل و عیال کا خدمت گذار رہا اس نے بھی گویا جہاد ہی کیا۔)

دوسرا ارشادِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:۔

عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ یدخل بالسھم الواحد ثلثۃ نفر الجنۃ صانعہ یحتسب فی صنعتہ الخیر والرامی بہ ومنبلہ (الحدیث)

(رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

ترجمہ:۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ خداوند تعالیٰ ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ ایک تو تیر بنانے والے کو جو ثواب کی نیت سے بنائے۔ دوسرے تیر چلانے والے کو۔ تیسرے تیر دینے والے کو)

قرآن مجید کی حفاظت دراصل علماء کرام اور صوفیائے عظام کا کام ہے لیکن ان ارشادات نبوی کے ماتحت اس کام میں ہر ایک حصہ دار ہو سکتا ہے۔ اسی لئے میں آپ سے کہا کرتا ہوں کہ جو عالم یہاں قرآن مجید پڑھنے آتے ہیں۔ اگر آپ ان کی خوراک کے لئے انجمن کے خزانہ میں کچھ دے دیں گے تو وہ آپ کی کمائی سے دال روٹی کھا کر جائیں گے جب تک وہ اشاعت قرآن کرتے رہیں گے۔ شہنشاہ حقیقی کے خزانے میں آپ کا حصہ بھی ہو جائے گا۔

فطرۃ سلیم کو بروئے کار لانے کے لئے علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی ضرورت ہے۔ آج جتنے عالم نظر آتے ہیں۔ یہ گورنروں۔ وزراء اور سرکاری افسروں کی محنت کا نتیجہ نہیں ہیں۔ علمائے کرام کی قوتِ گویائی سے کتاب اللہ کا علم دل میں آتا ہے۔ کامل اس کو اعضاء میں اتارتے ہیں۔ ان میں بعض بڑے اور بعض چھوٹے ہیں دنیادار سمجھتے ہیں کہ ہم کامل مکمل ہو گئے۔ لیکن جب تک

علم صحیح کے ساتھ عمل نہ ہو۔ انسان کامل نہیں ہو سکتا۔ سورہ یونس رکوع ۵ پارہ ۱۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ ط أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ۔

ترجمہ (اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں۔ جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ کیا آپ اندھے کو ہدایت کر سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں)

یہ وہ لوگ ہیں جن کا نور فطرت بجھ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ سے فرماتے ہیں کہ آپ ان کو سنا نہیں سکتے۔ جس طرح اندھے کو دکھایا نہیں جا سکتا اور بہرے کو سنایا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح ممسوخ الفطرۃ لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھایا جا سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا حق کی مخالفت کی وجہ سے نورِ فطرۃ بجھ چکا ہے۔ انہیں کے متعلق سورۃ البقرہ رکوع ۱ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔

(ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے۔ برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے)

میری ساری تقریر کا حاصل یہ ہے کہ اگر فطرت سلیمہ موجود ہو۔ اور اس کو باہر کے منبع ہدایت سے رہنمائی ہو تو فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ فطرت سلیمہ بھی بیکار ہوتی ہے۔ جو حضرات منبع ہدایت ہیں۔ ان کی صحبت کے بغیر دین حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان کی صحبت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسخ ہونے سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

مجلسِ ذکر

((مرتبہ چودھری عبدالرحمن خاں صاحب))

آج مورخہ ۱۲ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۶ر جنوری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی مدظلہ نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ:۔

ہر مجلس ذکر میں کوئی نہ کوئی صاحب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر دفعہ یہ الفاظ دہرانے پڑتے ہیں۔ کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق مجھ گنہگار سے ہے۔ اگرچہ میں گنہگار ہوں لیکن ان کی تربیت کرنا میرا فرض ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور میرے بزرگوں کی دعا ہے۔ کہ مجھ میں تکبر نہیں ہے اور میں اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ کسی گناہ کی شامت کے باعث یہ نعمت چھین نہ لے۔

شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے ذریعہ ادھر سے فیض آتا ہے۔ جس طرح میٹھے پانی کا دریا بہتا چلا آرہا ہو تو اس سے چیونٹی اپنی استعداد کے مطابق اپنی پیاس بجھاتی ہے۔ اور ہاتھی اپنی استعداد کے مطابق اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ اسی طرح ہر طالب اپنی استعداد کے مطابق شیخ سے فیض حاصل کرتا ہے۔ اسلام لانے کے بعد جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور موت بھی اس کی اسلام پر ہوئی وہ صحابی کہلاتا ہے۔ خواہ وہ حضور کے زمانہ میں بچہ ہی تھا۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہر صحابی جنت کا وارث ہے۔ ان میں سے بعض چھوٹے اور بعض بڑے درجہ کے صحابہ کرام ہیں ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق حضور کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا جو درجہ تھا وہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کا درجہ تھا۔

یہ میرے بزرگوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے میرے ذمہ آپ کی خدمت ڈال دی ہے۔ میں اپنے فرض کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میری عادت ہے کہ میں جمعہ یا ذکر میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اس کا عنوان پہلے عرض کر دیا کرتا ہوں میری آج کی تقریر کا عنوان ہے

نفس کی تین حالتیں

ان تینوں حالتوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے

نفس کی تین حالتیں یہ ہے

۱- نفس امارہ ۲- نفس لوامہ۔ ۳- نفس مطمئنہ۔

نفس امارہ کے معنی ہیں برائی کا حکم کرنے والا۔ پارہ ۱۳ کی پہلی آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے ارشاد فرماتے ہیں وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا ہے شک نفس برائی کا حکم کرتا ہے)۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ بھی اپنے آپ کو بری نہیں سمجھتے۔ یوسف علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو پاکباز نہیں کہتا۔ لیکن امراۃ العزیز نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے خدا کے فضل وکرم سے اس سے میرا دامن بالکل پاک ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء ہر گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ لیکن ع

قرب شاہاں آتش سوزاں بود

انسان جتنا تقرب الی اللہ میں چڑھتا جاتا ہے۔ اتنی ہی اس کی ہستی فنا ہوتی جاتی ہے۔

نفسِ امارہ کی اصلاح اللہ والوں کی صحبت میں ہوتی ہے۔ اللہ والے وہ ہوتے ہیں جو کتاب وسنت کے متبع ہوں۔ اس میں توحید خالص نمبر اول آتی ہے اللہ والوں کے لیے اعلیٰ درجے کا توحید پرست ہونا ضروری ہے۔ توحید جاہلیت سے مبنی چاہیے۔ ہمارا بھی خدا کے سوا کوئی نہ ہو اور ہم بھی خدا کے سوا کسی کے نہ ہوں۔ اللہ والوں کے لیے شعبدہ باز ہونا ضروری نہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید پرستوں کا امام بنا کر مبعوث فرمایا۔ علم اور عمل کی حضور کے اندر جامعیت تھی۔ آپؐ کی صحبت میں صحابہ کرام کے اندر علم وعمل دونوں کا رنگ آیا۔ آپؐ میں یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَیُزَکِّیْھِمْ دونوں صفات تھیں آج بھی بعض کامل جامع ہوتے ہیں۔ کامل ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ تکلے میں بل رہ سکتا ہے۔ مگر انسان میں نہیں رہتا۔ کامل نفس کی شیخی اور شوخی فنا کر دیتے ہیں۔ یہ فن ان کو آتا ہے جیسے قصائی جانتا ہے۔ کہ بھینسے کو کس طرح ذبح کرنا ہے اس کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کس طرح بھینسے کو لٹا کر اس کے گلے پر چھری چلائی جاتی ہے یا پھر زمیندار جانتے ہیں جو اس کو باندھ کر چھریاں لگواتے ہیں۔ ستر مولوی بھی جمع ہو جائیں۔ تو ایک بھینسے کو باندھ کر ذبح نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انھوں نے یہ فن سیکھا ہی نہیں۔ اللہ والوں کو تزکیہ نفس کا فن آتا ہے میرے ہاں تو ایسے آدمی بہت کم آتے ہیں۔ جن کے اندر شیخی اور شوخی ہو اور وہ اپنی اصلاح کرانا چاہیں۔ میرے دونوں مریدوں کے ہاں آتے تھے۔ ایک دفعہ تین سو ۳۸ میل سے ایک مولوی صاحب آئے تھے میں نے لاہور کا گھی، گوشت سبزی اور دودھ سب کچھ چھڑوا دیا۔ اور ان سے کہا کہ ہر وقت باوضو رہیئے۔ آٹا ٹیسٹ کروا کر خود روٹی پکائیے۔ میرے پاس شہد تھا۔ میں نے وہ دیدیا۔ کہ اس سے روٹی کھائیں ان کا اپنا بیان ہے۔ کہ دوسرے ہی دن رنگ بدل گیا۔ آپ سب بے لذتیں اکٹھی کر لیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اللہ کے ذکر میں لذت نہیں آتی۔ — سالن میں کونین ڈالدی جائے۔ تو اس میں مزہ کیا آئے گا۔ اسی طرح اگر حرام کھائیں گے۔ تو ذکر الٰہی میں مزہ نہ آئیگا۔ اَلْاِنَاءُ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ (برتن میں جو کچھ ہوگا۔ وہی باہر نکلے گا)

میری معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس امارہ سے بچنے کے لئے تزکیہ کی ضرورت ہے۔ تزکیہ کا فن اہل اللہ کو آتا ہے۔ اہل اللہ اعلیٰ درجے کے توحید پرست ہوتے ہیں۔ مبتدع اہل اللہ ہو ہی نہیں سکتا۔ آج سے ۴۶ سال پہلے حضرت دین پوریؒ نے مجھے یہ ذکر بتایا تھا۔ وہ خدام کی تربیت کے لئے ان کو بھیکا بھاجت کھلاتے تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام۔ — میرا عقیدہ ہے۔ کہ اگر وہ ہر وقت گوشت کھلانا چاہتے تو کھلا سکتے تھے۔

نفس کی دوسری حالت لوامہ ہے۔ نفس پہلے مغلوب الہوا ہو کر گناہ کرا دیتا ہے۔ پھر اپنے آپ کو ملامت کرنے لگتا ہے مثلاً غصہ میں آکر قتل کر دیا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اور گرفتار ہو کر حوالات میں پہنچ گئے۔ تو پھر انسان اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ القیمہ رکوع ۱ پارہ ۲۹ میں آتا ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ۔

نفس کی تیسری حالت مطمئنہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ سورۃ الرعد ترجمہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ خبردار۔ اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے۔ ہر عضو کی راحت کا سامان علیحدہ ہے۔ کان کی راحت سُریلی آواز ہے۔ زبان کی راحت چٹ پٹا کھانا۔ دل کی راحت کے لئے ذکر الٰہی ہے۔ بعض عورتیں میرے پاس آکر

کہتی ہیں۔ کہ ڈھلتی سودو پیہ تنخواہ آتی ہے نہ اچھا کھاتے ہیں اور نہ اچھا پہنتے ہیں۔ برکت ہی نہیں ہوتی۔ برکت تو اللہ کے نام میں ہے۔ جس گھر میں اللہ کا نام نہ ہوگا۔ وہاں ہزاروں روپے آئیں گے مگر برکت نہیں ہوگی۔ جہاں اللہ کا نام ہوگا۔ وہاں برکت ہوگی۔ برکت کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۔ اگرچہ بظاہر آمدنی کم ہوگی۔ مگر اللہ کے فضل سے حاجتیں سب پوری ہوں گی۔ ۲۔ دلوں میں اطمینان ہوگا ۳۔ آپس میں الفت و محبت ہوگی۔ ایک غریب جو ایک جھونپڑی میں رہتا ہے مگر کسی کامل سے سیکھ کر اللہ اللہ کرتا ہے۔ اس کو چین ہوگا۔ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر چین سے سوئے گا۔ اس کے مقابلہ میں ایک امیر جو کوٹھی میں رہتا ہے۔ دولت بے شمار ہے۔ مگر اللہ کا نام نہیں۔ اسے وہ چین ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ پریشانی کو یاد کر کے پریشان رہے گا۔ چین دل کا چین ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں جان خوش تے جہان خوش۔ اللہ والے ہر وقت ذاکر رہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔ نظر بر قدم۔ کوئی قدم زمین پر غفلت سے پڑنے نہ پائے۔ ہوش در دم۔ کوئی سانس بھی غفلت سے نہ آئے۔ ہر سانس میں اللہ ہو کا ذکر ہو۔ سفر در وطن۔ اس دنیا میں اس طرح زندگی بسر کی جائے۔ گویا محبوب حقیقی کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ خلوت در انجمن۔ بھری محفل میں بیٹھ کر بھی دل فقط اللہ سے لگا ہوا ہو۔ جیسے کسی نے کہا ہے دست بکار دل بیار۔ اس طرح ہر وقت جو ذکر الٰہی میں شاغل رہے گا۔ اس سے اللہ تعالےٰ کس طرح ناراض ہو سکتے ہیں فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (ترجمہ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا) بادشاہ کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ کہ غنیم ادھر سے حملہ آور نہ ہو جائے۔ یا مجھے کوئی گولی نہ مار دے۔ اس کو چین ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک سیٹھ جس کی ایک کوٹھی کراچی۔ ایک لاہور ایک پشاور ہے۔ اس کو ہر وقت یہ ڈر ہوگا۔ کہ کہیں کوئی لگا دے۔ جتنی کوٹھیاں اتنے ہی دل کے روگ ہوں گے۔ اس کو چین ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي - (سورۃ الفجر پارہ ۳۰) (ترجمہ اے اطمینان والی روح " اپنے پروردگار کی طرف چل۔ ایسے حال میں کہ تو راضی ہونے والی ہے اور (بارگاہ الٰہی میں) پسند کی گئی ہے۔ پس تو داخل ہو میرے بندوں میں اور تو داخل ہو میری جنت میں) یہ رضائے الٰہی کا تمغہ ہے جو نہ بادشاہ کو اور نہ سیٹھ کو ملتا ہے یہ نفس مطمئنہ کو ملتا ہے۔

دل کا چین دولت سے نہیں ملتا۔ یہ تو اس وقت نصیب ہوتا ہے۔ جب اللہ کا نور رگ رگ میں رچ جاتا ہے۔ کئی دوست میرے پاس آ کر کہتے ہیں کہ پہلے بھی ذکر کرتے تھے مگر لطف نہ آتا تھا۔ مگر جب سے آپ نے طریقہ ذکر الٰہی کا بتلایا ہے۔ اب لطف آنے لگا ہے۔ ذکر الٰہی بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ کسی کامل سے سیکھا جائے۔ تو ذکر الٰہی سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں ساتھ جائیں گے۔ اور حشر میں بھی کام آئیں گے۔ مرنے کے بعد بادشاہ کا تاج اتار کر رکھ لیں گے۔ اور بیک بینی و دو گوش ننگا بھیج دیں گے اور قبر میں پہنچنے تک ایمان کی حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔ شیطان لعین سے اس کو ہر وقت خطرہ ہے۔ نفس امارہ کے پنجہ سے نجات اور نفس مطمئنہ کامل کی صحبت میں حاصل ہوتے ہیں

لاہور کا آٹا۔ گوشت۔ سبزی۔ دودھ گھی میں بعض چیزیں حرام ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہ بظاہر حلال ہوں۔ مثلاً ہم نے بکری کا گوشت خریدا۔ جو چوری کی تھی۔ اب یہ بظاہر تو حلال ہے۔ مگر واقعہ میں حرام ہے۔ لیکن ہر شخص ان سے بچنے کا مکلف نہیں۔ جسے باطن کے نور سے تمیز ہو سکتی ہے وہ ضرور مکلف ہے۔ کہ اس طرح کا حرام بھی نہ کھائے ورنہ مجرم ہوگا۔ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا - دیدہ حرام کھانے کے بعد اس کا اثر دل پر ضرور برا پڑے گا۔ کامل کی صحبت میں وساوس و خطرات دور ہو جاتے ہیں۔ کتا اس سے ڈرتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہو۔ اسی طرح شیطان کا وار کامل کی صحبت میں کارگر نہیں ہوتا۔ جتنی لمبی صحبت ہوگی۔ اتنا ہی فائدہ ہوگا۔ ایک شخص اللہ کا نام پوچھ کر گھر چلا جائے۔ اور پھر تین سال بعد آئے۔ تو اس کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ حضرت دین پوری مظہر جلال الٰہی تھے۔ ایک ہندو تین دن بیٹھا رہا۔ کہ آپ ایک دفعہ فرما دیں کہ اللہ کے حکم سے تمہارا کام ہو جائے گا۔ مگر آپ ہر دفعہ یہی فرماتے۔ جنوں مولا دی مرضی (جس طرح اللہ کی مرضی) حضرت امروٹی رح مظہر جلال الٰہی تھے۔ ایک شخص لطف اللہ خاں پر مقدمہ بن گیا۔ آپ بیمار تھے۔ فرمایا۔ میری چارپائی عدالت میں لے جا کر رکھ دینا۔ جج کو مجال ہے سزا دے۔ تزکیہ نفس کی بدولت اہل اللہ مقرب الٰہی ہو جاتے ہیں۔ اور ان حضرات کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبولیت پا لیتی ہے۔

نفس امارہ کی شر سے بچنے اور نفس مطمئنہ اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ حلال کھائیں اور حرام سے بچیں۔ درمیان میں نفس لوامہ ہے وہ ہر ایک میں ہوتا ہے۔ نیکوں میں بھی اور بدوں میں بھی۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین!

مجلس ذکر

مرتبہ:۔ چودھری عبدالرحمٰن خان صاحب

آج مورخہ ۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲ر فروری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد۔ میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں۔ یہ مجلس دراصل ان احباب کے لئے جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق مجھ گنہگار سے ہے۔ یہ الفاظ مجھے ہر دفعہ اس لئے دہرانے پڑتے ہیں۔ کہ ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی صاحب نئے ہوتے ہیں۔ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں۔ دوسرے احباب بھی آجاتے ہیں۔

ع۔ چشم ما روشن دل ما شاد

جن احباب کا مجھ سے تعلق ہے۔ ان کی خدمت میرے ذمہ فرض ہے۔ اس لئے ان کی روحانی تربیت کے لئے ذکر کے بعد کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ تاکہ ان باتوں پر عمل کرنے سے اللہ تعالےٰ مجھ سے اور آپ سے راضی ہو جائے۔ یہی اس مجلس کا مقصد ہے۔ حصہ بقدر جثہ۔ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے۔ انسان کام تھوڑا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی شان کے مطابق اجر زیادہ دیتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا۔ ترجمہ۔ جو کوئی ایک نیکی کرے۔ اس کے لئے اس (نیکی) کا دس گنا (اجر ہے) کون اتنی مزدوری دیتا ہے کہ ایک تسبیح کی اور دس کا ثواب مل گیا۔ سکندر رومی سے ایک سائل نے پیسہ مانگا۔ اس نے کہا میری شان کے مطابق مانگو۔ سائل نے کہا اچھا بادشاہی دیدو۔ سکندر نے جواب دیا۔ کہ اپنی حیثیت کا بھی خیال رکھو۔ آج کل کے دنیاداروں نے اگر کسی مزدور کا ایک روپیہ دینا ہو تو ساڑھے تیرہ آنے ہی دینے کی کوشش کریں گے۔ کافی تکرار کے بعد ممکن ہے۔ کہ پندرہ آنے دیدیں۔ میں تو اپنے احباب سے کہا کرتا ہوں۔ کہ غریب سے ڈرا کریں۔ اگر کسی غریب کے چار آنے بنتے ہیں۔ تو اس کو ساڑھے چار آنے دے دیجئے۔ اگر آپ نے اس کا حق پورا نہ دیا۔ تو ممکن ہے۔ اس کی بددعا سے ہزاروں کا نقصان ہو جائے۔

ع۔ تبرس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

میری آج کی تقریر کے تین عنوانات ہیں

۱۔ اس جہان میں پاگل اکثریت میں ہیں۔ اور عقلمند اقلیت میں۔

۲۔ نابینا اکثریت میں ہیں۔ اور بینا اقلیت میں۔

۳۔ اس دنیا کی منڈی میں نقصان اٹھانے والے اکثریت میں ہیں۔ اور نفع اٹھانے والے اقلیت میں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو عقلمند بینا اور نفع اٹھانے والا بنائے۔ اور پاگل نابینا اور خائب و خاسر ہونے سے بچائے آمین یا الٰہ العالمین۔ اس دنیا کی منڈی میں خائب و خاسر ہونے والوں کی اکثریت ہے۔ جمعہ کے دن آپ سب آزاد ہوتے ہیں۔ ایک میں ہی پابند ہوتا ہوں۔ اب تو لکھ کر لاتا ہوں لیکن بعض اوقات اس سے پیشتر گھنٹوں قرآن مجید کی ورق گردانی کرتا رہتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا۔ کہ کپڑے بدل کر چلنے کے وقت تک کوئی موضوع سمجھ نہ آتا تھا۔ اس وقت جان مخمصہ میں ہوتی ہے۔ ادھر لوگ منہ کو دیکھتے ہیں۔ ادھر اللہ کا ڈر۔ ادھر یہ منبر حضورؐ کے منبر کی نقل ہے۔ اس لئے حضورؐ کا خیال۔ پہلے انبیاءؑ کے حضور میں ان کی امتوں کے اعمال پیر اور جمعرات کے روز پیش ہوتے ہیں بعض حضرات نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال آپؐ کے حضور میں روزانہ پیش ہوتے ہیں۔ یہی خیال آتا رہتا ہے۔ کہ کہیں کوئی ایسی بات منہ سے نکل جائے۔ کہ حضورؐ ناراض ہو جائیں یہ اللہ کا فضل ہے۔ کہ کام چل رہا ہے۔ وہی دل میں ڈالتا ہے۔ وہی یہاں لاکر بٹھاتا ہے۔ اور وہی زبان سے کہلواتا ہے۔

(۱) عقلمند کون ہیں

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴)

ترجمہ:۔ (عقلمند وہ ہیں) جن کی حالت یہ ہے۔ کہ وہ لوگ اللہ تعالےٰ کی یاد کرتے ہیں۔ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے۔ سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے

یہ عقلمندوں کی صفات ہیں۔ وہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے غرضیکہ ہر حالت میں اللہ کے ذکر میں شاغل رہتے ہیں۔ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ وہ اس جہان کی ہر چیز کو دیکھ کر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ صوفیاء کرام کی ایک قسم حائرین کی ہے۔ حائر حیران سے ہے۔ ان کی نظر جس چیز پر ٹک گئی وہ حیران ہو کر اس کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدرت پر قربان ہوتے رہتے ہیں۔ باغ میں چلے جایئے۔ تو اللہ تعالےٰ کی قدرت کے عجیب عجیب کرشمے نظر آئیں گے۔ ایک ہی زمین ہے۔ لیکن اس میں سے گلاب کی جڑ سرخ رنگ اور گیندے کی جڑ زرد رنگ اور موتیے کی سفید رنگ کھینچ کر لاتی ہے۔ پھر اور کمال دیکھیئے کہ ہر ایک کی جڑ علیحدہ علیحدہ خوشبو زمین سے حاصل کرتی ہے۔ حائرین اسی میں محو حیرت ہو کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اب اس آئینے میں سب کا منہ دیکھئے۔ کہ کتنے عقلمند اور کتنے پاگل ہیں۔ دراصل انسان بھی بیکار نہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ انسان کی بھی تخلیق کا ایک مقصد ہے۔ سارے جہان کی چیزیں اللہ نے انسان کے لئے بنائی ہیں۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اور انسان اللہ تعالےٰ کی یاد کے لئے۔ عقلمند وہ ہیں۔ جو مقصد تخلیق کو سمجھتے ہیں حضرت دین پوریؒ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا۔ کہ بیٹا بیت الخلاء میں بھی ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں صرف اشارہ کر دیتا ہوں۔ کہ جب سب لطائف چل نکلیں تو بیت الخلاء میں بھی وہ خود بخود جاری رہیں گے اور وہاں بھی نہ رکیں گے۔ گھڑی کی مشینری جب چلتی ہے تو ہر حالت میں چلتی رہتی ہے۔ خواہ انسان کسی جگہ ہو۔

۲۔ پاگل کون ہے؟

پاگل وہ شخص ہے۔ کہ جو کرتا ہے۔ وہ تو ہرگز نہ کرے۔ اور جو نہیں کرتا وہ ضرور کرے۔ پاکستان میں ایسے آدمی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جو دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ زنا شراب سینما اور ڈانس ان کا مشغلہ ہے۔ نماز کے قریب بھی نہیں جاتے۔ جب نماز کے متعلق ان سے کہا جاتا ہے۔ تو جواب ملتا ہے۔ کہ تساں نماز نال کی بنا لیا (آپ نے نماز سے کیا بنا لیا) ہم نے نماز سے وہ کچھ بنا لیا۔ جس کی تمہیں سمجھ نہیں۔

گھوڑے کو پہلے تو کھلاتے پلاتے ہیں۔ اور پھر اس کو تانگے میں جوتتے ہیں۔ اسی طرح گائے بھینس وغیرہ کو پہلے چارہ کھلاتے ہیں۔ پھر دودھ دوہتے ہیں۔ لیکن انسان سمجھتا

ہے۔ کہ کھانے پینے کے بعد میں سینما اور ڈانس کے لئے فارغ ہوں۔ چاہئیے تو یہ تھا۔ کہ کما کر لانے کے بعد اللہ اللہ کرتے لیکن یہ پاگل اُس وقت فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ بیوی خوبصورت ہو۔ اور نئی شادی ہوئی ہو۔ تو دفتر میں بیٹھے بھی بیوی یاد رہتی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ کا ذکر بکثرت کیا جائے۔ تو پھر خود بخود قلب چل نکلتا ہے۔ اللہ کے ذکر کے لئے تسبیح کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے گلے میں انگریز لعنت کا طوق ڈال گیا۔ جو اُن کو ذکر الہٰی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یہ اُن کو بے ایمان کہتے ہیں۔ پہلی قوموں نے بھی ہادیوں کا مذاق اُڑایا۔ اور اسی گناہ کے باعث تباہ ہوگئیں۔ کاریگر ہی بتلا سکتا ہے۔ کہ اُس نے مشین کیوں بنائی اسی طرح اللہ تعالےٰ جو کہ انسان کا خالق ہے۔ وہ اس کی تخلیق کی غرض جانتا ہے۔ اُسی سے پوچھنا چاہئے۔ کہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں بنایا۔

(۳) اندھا کون ؟

اندھے اکثر اور بینا کوئی۔ جس احکم الحاکمین نے سب کچھ بنایا ہے۔ اس کا انکار یا اُس کا شریک بنانا یہ اندھاپن ہے۔ فرشتہ خود مخلوق ہے۔ خالق وہی ہوسکتا ہے۔ جو لم یلد ولم یولد (نہ کسی کو جنے نہ وہ جنا گیا ہو) مشرک کافر اور نفاق اعتقادی کے منافق اندھے ہیں۔ بینا وہ ہیں۔ جو سمجھتے ہیں۔ کہ انسان اگر سات کوٹھڑیوں میں مقفل ہو کر نیکی یا گناہ کرے گا۔ تو اس کو نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا مل جائیگی وہ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ کس نیکی کی جزا اور کس گناہ کی سزا ملی ہے۔ جو بینا ہیں۔ اُن کے ہاتھ اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں اٹھتے۔ وہ اللہ کے سوا کسی کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ وہ ہر ضرورت کے لئے اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ اندھا ٹاک ٹوئیاں مارتا ہے۔ مگر راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ اندھے وہ ہیں۔ جن کو معرفت الہٰی نصیب نہیں۔ وہ ہر چیز کو اپنی عقل پر پرکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کے سود کے متعلق احکامات قابل اعتراض ہیں۔ وہ پردے کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ نفاق اعتقادی کے منافق ہیں۔ کھرا ایمان یہ ہے کہ عقل میں آئے یا نہ آئے۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان پر دل سے مہر تصدیق لگائی جائے۔ سورہ المومنون رکوع ۶ پارہ ۱۸ میں اللہ تعالےٰ اندھوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اکثریت اسی کھاتے میں آتی ہے۔ وہ یہ خائب و خاسر ہیں اس میں مردوں اور عورتوں دونوں کی اکثریت ہے۔ مردوں

کو تجارت نوکری سب کچھ پیارا ہے۔ نہیں پیارا تو اللہ کا نام۔

رنگی کو نارنگی کہیں۔ دودھ کڑھے کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں۔ دیکھ کبیرا رویا

جن کے اندر ایمان ہے۔ ان کو بے ایمان کہتے ہیں۔ یہ رنڈی باز اور شرابی ایماندار ہیں۔ مرنے کے بعد پتہ چلے گا۔ پھر کہیں گے۔ اے اللہ ہمیں ایک دفعہ پھر لاہور بھیج دے۔ لیکن لاہور تو غرق ہوچکا ہوگا۔ یہ عمر کی پونجی برباد کرنے والے ہیں۔

بندہ آمد از برائے بندگی۔ زندگی بے بندگی شرمندگی

اس کا پروگرام قرآن ہے۔ اور عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ سے دعا کیجئے۔ کہ وہ مجھے اور آپ کو عقلمندوں بینا اور نفع اٹھانے والوں کی فہرست میں شامل فرمائے (آمین) اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ تعلیم ہو قرآن کی اور سامنے حضورؐ کی سنت ہو۔ اور اللہ والوں کی جن کا یہ حال ہے صحبت ہو۔ موتی بنے ارزاں لیکن اللہ والے بنے اس سے بھی گراں۔ موتی تو کافروں کے گھروں میں بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ والے مسلمانوں میں بھی اللہ نے بیج کے طور پر رکھے ہوتے ہیں۔ انہی کی برکت سے اسلام زندہ اور تابندہ ہے۔ قولاً فعلاً صورتاً سیرتاً ظاہراً باطناً علماً عملاً ان سب عنوانات کے ماتحت اللہ کے بندے موجود ہیں۔ من جد وجد (جو ڈھونڈے وہ پائے) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس جماعت میں شریک فرمائے۔

اکٹھے بیٹھ کر کھانے سے کم لوگوں کا کھانا زیادہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنا، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے تھے ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جاتا ہے، اور دو کا کھانا چار کے لئے اور اسی طرح چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ (مقصد یہ کہ اجتماعی طور پر ایک ساتھ کھانا کھائیں اور اس کی برکت سے فائدہ اٹھائیں۔) صحیح مسلم

مجلس ذکر

مرتبہ:- چودھری عبدالحمید خاں صاحب

آج مورخہ ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۵۷ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

ذکر جہر کے فائدے میں بارہا عرض کر چکا ہوں۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے ذاکر وساوس خطرات سے بچا رہتا ہے لیکن ذکر جہر حد سے زیادہ زور سے نہیں کرنا چاہئے۔ بعض احباب نئے آتے ہیں۔ ان کو علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ زیادہ بلند آواز اور زور سے ذکر کرتے ہیں۔ پرانے احباب کو چاہیے کہ اُن کو سمجھا دیا کریں۔

میری آج کی معروضات کا عنوان یہ ہے۔

مصائب میں خدا پرستوں کا مسلک

دُنیا میں کوئی شخص من کل الوجوہ آرام پا ہی نہیں سکتا۔

دریں دُنیا کسے بے غم نباشد
اگر باشد بنی آدم نباشد!

اللہ تعالےٰ خود فرماتے ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

(ترجمہ۔ ہم نے انسان کو تکلیف اٹھانے کے لئے پیدا کیا ہے (سورۃ البلد پارہ ۳۰)

انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ پاک سب سے زیادہ با اخلاق اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں۔ وہ کسی کو نہیں ستاتے ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ الحدیث (رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی)

(ترجمہ۔ سعدؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ سخت تکلیفوں میں مبتلا ہوتے ہیں آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے مشابہ ہوں۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے مشابہ ہوں۔

سب سے زیادہ مصائب انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں اس کے بعد جو شخص جتنا مرتبہ میں اُن کے قریب ہوگا اتنا ہی وہ مصائب کا شکار ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں لیکن مصائب ان پر بھی آتے ہیں۔

انسانوں کی دو قسمیں ہیں ۱۔ خدا پرست ۲۔ نفس پرست۔ مصائب میں دونوں مبتلا ہوتے ہیں۔ نفس پرستوں پر مصائب ان کی اپنی شامت اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ۔ سورۃ الشوریٰ رکوع نمبر ۴ پارہ ۲۵)

(ترجمہ:- اور جو مصیبت تم پر آتی ہے سو وہ بدلہ ہے جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے (اللہ تعالےٰ) بہت سے گناہ)

مصائب خدا پرستوں پر بھی آتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام خدا پرستوں کے امام ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان پر مصائب کا آنا اُن کی شامت اعمال کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ مصائب قرب الی اللہ میں اُن کی ترقی درجات کا باعث بنتے ہیں انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کی تکالیف کے متعلق سورۃ آل عمران رکوع ۱۵ پارہ ۴ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ فَمَا وَہَنُوْا لِمَا اَصَابَہُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَمَا کَانَ قَوْلَہُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ فَاٰتٰہُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ

اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی۔ ہمارے کام میں اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور مدد دے ہم کو کافروں کی قوم پر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان کو دیا دُنیا کا ثواب اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ محبت رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں سے

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ امثال عبرت کے لئے ہوتی ہیں۔ ان آیات میں اُمت محمدیہ کو سبق دیا جا رہا ہے پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرام نے اللہ کی راہ میں جہاد کئے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اُن کو جو تکالیف پہنچیں اُس پر نہ وہ ہارے نہ سست ہوئے اور نہ دبے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو پہلے سوچ سمجھ کر اپنا صحیح مسلک متعین کر لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین صحیح مسلک ہے کتاب وسنت پر خود عمل کرنا اور دوسروں کو عمل کی دعوت دینا اسی طریقہ سے ہم تک دین پہنچا ہے۔ پارہ ۳۰ کی ایک چھوٹی سی سورۃ والعصر میں اللہ تعالےٰ نے زندہ قوموں کے لئے چار اصول بیان فرمائے ہیں:-

۱۔ ایمان یعنی اللہ تعالےٰ اور حضورؐ کے ہر ارشاد پر دل سے مہر تصدیق لگانا۔

۲۔ ان ارشادات کو عملی جامہ پہنانا۔

۳۔ تواصی بالحق یعنی دوسروں کو اس دائرہ حق میں لانے کی کوشش کرنا

۴۔ اس دعوۃ الی الحق میں جو مصائب آئیں ان میں تواصی بالصبر کرنا۔ یعنی تکالیف میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کرنا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے حضورؐ سے دین سیکھا اور اس کو آگے پہنچایا۔ اسی طرح دین [illegible] سکتا ہے کہاں مدینہ منورہ اور کہاں کابل! کابل میں آج تک دو صحابہ کرامؓ کے مزارات موجود ہیں جن کی میں نے زیارت کی ہے۔ یہ مزارات دو پہاڑوں کے درمیان ہیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کابل نے بغاوت کی تھی پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ کا لشکر مدینہ منورہ سے آیا تھا۔ فتح اس سے پہلے ہو چکا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے تابعین کو اور تابعین نے تبع تابعین کو دین سکھایا۔ اسی طرح الیٰ الیوم ہذا مفسرین، محدثین، علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین)

یہ مت سمجھئے کہ دین دار ہونے کے بعد تکلیفیں نہیں آئینگی بلکہ دیندار ہونے کے بعد تو تکالیف زیادہ آتی ہیں، سورۃ الحج رکوع ۲ پارہ ۱۷ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِہٖ وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُ نِ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْہِہٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ہُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ (ترجمہ:- لوگوں میں وہ شخص بھی ہے کہ بندگی کرتا ہے اللہ کی اوپر کنارے [illegible] اگر پہنچے ان کو بھلائی آرام پکڑے ساتھ [illegible] اور اگر پہنچے اسکو فتنہ تو پلٹ جائے اوپر منہ اپنے کے جس سے دنیا اور آخرت [illegible]

دونوں کو کھو بیٹھے۔ یہی بڑا نقصان ہے۔

کتاب و سنت کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ عَنْ مَالِكٍ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (رواہ فی الموطا)

(ترجمہ:- مالک بن انسؓ بطریق مرسل بیان کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ)

یہی صحیح راستہ ہے اس کے علاوہ۔ باقی سب راستے غلط ہیں۔ اسی لیے میں آپ سے ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ اگر کھرا دین چاہیئے تو مدینہ سے لایئے اگر آپ لاہور سے اوپر جائیں گے تو راستہ ہی میں ڈوب مریں گے۔ عام طور پر سجدے کو جائز قرار دینے والے لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ صرف وہابی کہتے ہیں کہ قبور پر سجدے نہیں ہونے چاہئیں وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ خواجہ علی ہجویریؒ، شاہ محمد غوثؒ، حضرت میاں میرؒ کے مزارات پر سجدے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کتاب و سنت کے اتباع میں استقامت عطا فرمائے اس کے بعد مصیبتیں آئیں گی اللہ تعالیٰ نے مصائب میں بھی استقامت عطا فرمائے۔ پہلے انبیاء کے صحابہ کرامؓ نے انبیاءؑ کی معیت میں جہاد کیا۔ جب اُن کو تکلیف پہنچی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو یاد کر کے معافی کی درخواست کی رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے کوئی گناہ ہو گیا ہوگا جس کی سزا مل رہی ہے جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے کہ آنچہ برماست ازماست وہ اللہ تعالیٰ کو وجہ نہیں بناتے۔ اس کے بعد ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے گناہوں کے باعث بزدل اس لیے ہیں میدان جنگ میں ثابت قدم رکھ جہاد میں جو تکالیف آتی ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کر رہے ہیں کہ تیری مرضی کے خلاف کوئی بات ہو گئی ہے جس کی ہمیں سزا مل رہی ہے

اشاعت دین فرض کفایہ ہے سب ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق حصہ لے سکتا ہے مثلاً اگر ایک شخص ناظرہ قرآن پاک پڑھا سکتا ہے تو وہ ناظرہ پڑھا دے۔ دوسرا اگر قرآن کا ترجمہ پڑھا سکتا ہے تو وہ ترجمہ پڑھا دے جو ان میں سے کوئی کام نہیں کر سکتے وہ کسی اس قسم کا کام کرنے والے دست و بازو بن جائیں۔ جس کام میں آپ کسی کا ہاتھ بٹائیں گے اُسی میں آپ کا حصہ ہو جائے گا۔ سورۃ بقرہ رکوع ۳۷ پارہ ۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔

(اللہ کے راستہ میں بھی تکالیف آئینگی)

اللہ تعالیٰ ان کو شامت اعمال سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اگر کسی کامل سے تعلق ہو اور انسان کے آزمائش کے موقع پر قدم پھسلنے لگیں تو کامل تھام لیتا ہے۔ ایک جنگ میں صحابہ کرامؓ کے قدم اکھڑ گئے وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے وہ حضور ﷺ کے پاس آ کر عرض کرتے ہیں۔ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ (ہم بھاگنے والے ہیں) آپ ﷺ نے اُن کو تھام لیا اُن کو تسلی دی اور فرمایا۔ لَا بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ (نہیں بلکہ تم پھر لوٹ کر واپس جانے والے ہو) غزوہ احد میں بھی صحابہ کرامؓ بھاگ نکلے تھے عشق ان کی تھی مگر حضور ﷺ نے ان کو تھام لیا۔ یا تو ثابت قدم رہتے یا میدان جنگ سے فرار مگر حضور ﷺ ان کو یہ نہیں جتلاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس شفقت کی ان الفاظ میں تعریف فرماتے ہیں۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

اب بھی یہی ہوگا پنجابی میں کہتے ہیں یا خود مرد ہو یا مرد کے پیچھے رہ۔ جو بھگار ہے (یا تو خود مرد ہو یا مرد کے سایہ کے پیچھے رہے) میں اس کے مقابلہ میں کہا کرتا ہوں یا تو انسان خود صاحب استقامت ہو یا کسی صاحب استقامت کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے۔ ورنہ ہر وقت پھسلنے کا خطرہ ہے۔ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں کئی پھسل گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔ نیت نیک ہو۔ رضائے الٰہی مقصود ہو اور طبیعت میں جدت نہ ہو۔ اس قسم کا صاحب استقامت انسان کتاب و سنت کے مقابلہ میں دس کروڑ علماء کی بھی پرواہ نہ کرے گا۔ جو کتاب و سنت کے مخالف ہوں باطل حملہ آور ہوتا ہے۔ حق پرست ہم ٹھونک کر مقابلہ میں آ گئے ہیں۔ انہیں حضرات کی برکت سے آج بھی اسلام زندہ اور تابندہ ہے

ایک دفعہ ایک شخص موری دروازہ سے میرے پاس آیا اور اس نے ایک برات کا واقعہ سنایا۔ وہ برات شیرانوالہ دروازہ سے گئی تھی باجہ ساتھ نہ تھا۔ ایک جگہ لوگ لڑکیاں جو کر باتیں کرنے لگے اس کا بیان ہے کہ میں بھی ایک لڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ ان وہابیوں کا بیڑا غرق ہو جائے انہوں نے باجا بھی اٹھا دیا۔ گویا باجا بھی جزو دین ہے۔ دیندار ہونے کے بعد کافر تو بعد میں مقابلہ میں آئے گا۔ پہلے بیوی اولاد اور برادری دشمن ہوگی اور اللہ تعالیٰ استقامت دے تو اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی رضا کے مقابلہ میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ مقصد یہ ہو کہ دین زندہ رہے اگر اس کے لئے جیل بھی جانا پڑے تو یہ بھی گوارا ہو کیا چور جیل نہیں جاتے۔ ہم دین کے لئے چلے گئے تو کیا ہوا۔

خدا پرستوں کو نفس پرست خواہ مخواہ ستاتے ہیں۔ انبیاء تو کسی کو نہیں ستاتے بلکہ لوگ ان کو بھی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کی درد بھرے الفاظ میں شکایت فرماتے ہیں وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ (سورۃ الصف رکوع ۱ پارہ ۲۸)

(اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کتاب و سنت کے راستہ پر قائم رکھے اور اس راستہ پر چلنے میں جو تکالیف بھی آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلس ذکر

مرتبہ چودھری عبد الرحمٰن خان صاحب

آج مورخہ ۳ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے سوا اللہ تعالیٰ سے محبّت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امّا بعد - اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی یاد یعنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے - اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں :-

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝

(سورہ الذریت رکوع ۳ پارہ ۲۷)

(ترجمہ :- اور میں نے جنوں اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے) عربی دان حضرات ہی اس کلام کا زور سمجھ سکتے ہیں - مَا اور اِلَّا حصر کے لئے آتے ہیں - یعنی عبادت کے سوا اللہ کی طرف سے انسانوں اور جنوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی - مکان بنایا یا نہیں - کچا بنایا یا پکا - گائے بھینس رکھی یا نہیں - ان کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی - صرف یہ پوچھا جائے گا کہ عبادت کی تھی یا نہیں - اس کا جواب تیار کرنے کے لئے جنوں اور انسانوں کو دنیا میں بھیجا گیا ہے -

آدم علیہ السلام کے زمانہ سے دو لائنیں آ رہی ہیں - اور یہ دونوں قیامت تک جائیں گی - (۱) خیر یا حق کی (۲) شر یا باطل کی - دونوں کے داعی ہمیشہ رہے ہیں - اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے - خیر کی طرف دعوت دینے والے انبیاء علیہم السلام تھے - اور ان کے بعد ان کے دروازے کے غلام - شر کی دعوت دینے والے شیاطین ہیں - شیاطین انسانوں اور جنوں دونوں میں ہوں گے - وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸)

(ترجمہ :- اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شریر آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا) سارے جن شیطان نہیں - ان میں سے بعض صحابہ کرام بھی ہیں - قرآن مجید میں جنوں کے متعلق ایک مستقل سورہ الجن موجود ہے جس میں جنوں کے ایمان لانے کا ذکر ہے - روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن حضورؐ کی دعوت کر کے آپؐ کو اپنے ہاں لے گئے ہیں - اسی لئے حضور نبی الثقلین ہیں - یعنی آپ کی بعثت جنوں اور انسانوں دونوں کی رہنمائی کے لئے ہوئی ہے -

آج میں ایک خاص بات کہنی چاہتا ہوں - جو غالباً اس سے پہلے اس مجلس میں کبھی نہیں کہی - سورہ آل عمران رکوع ۴ پ ۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

(ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو - تاکہ تم سے اللہ محبت کرے) اس ارشاد باری سے واضح ہوتا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ سے محبّت کی لو لگانا چاہتا ہے تو اس کیلئے حضورؐ کا اتباع لازمی ہے - حضورؐ کا اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بنا لیتے ہیں - ہندوؤں کے سادھو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے کتنی نفس کشی اور ریاضت کرتے تھے - میں نے بعض سادھوؤں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے بازو سکھا لئے بعض ٹانگیں سکھا دیتے ہیں - یہ ساری ریاضت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں - مگر چونکہ حضورؐ کا اتباع نہیں اس لئے ان کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ کلمہ گو مسلمان کا جو پانچ وقت نماز کا پابند ہے - اور رمضان کے روزے رکھتا ہے - اللہ سے تعلق جڑا ہوا ہوگا - کیونکہ یہ اتباع نبی کریمؐ کرتا ہے - اللہ تعالیٰ جو کو باطن کی آنکھیں دیتا ہے ان کو نظر آتا ہے ان سادھوؤں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کٹا ہوا ہوتا ہے - چونکہ توحید کا نور نہیں - اس لئے ان کی ساری ریاضت رائگاں جاتی ہے اللہ کے ہاں ان کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی - اسی طرح اگر عبد اللہ جان اور محمد دین کا عقیدہ درست نہیں - دل میں قرآن پر معترض ہیں اور بظاہر مسلمان ہیں - ان کی بھی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی -

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

(سورۂ بقرہ رکوع ۱۰ پارہ ۱)

(ترجمہ :- کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو - اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو) پاک اور پلید مل جائے تو سب پلید ہو جاتا ہے - ایمان میں کفر اور شرک مل جائے تو ایسا ایمان اللہ کے ہاں مقبول نہیں - اس پر خوش نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم مسلمان ہیں - دیکھنا یہ چاہیئے کہ کیا ہم حضورؐ کی تابعداری کر رہے ہیں - پنجابی اسلام - بنگالی اسلام - کشمیری اسلام - حضورؐ نے اس قسم کے ۷۲ کھوٹے اسلاموں کو مردود فرمایا ہے - سب کے لئے دوزخ کا وعید آیا ہے - ایک ناجی فرقہ ہے - اس کے متعلق جب صحابہ کرام نے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ (جس راستہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں) اگر پیر اس کے خلاف ہے تو وہ خود بھی اندھا اور اس کے متبعین بھی اندھے ہونگے - مسلک محمدیؐ کے خلاف کوئی عمل مقبول بارگاہ الٰہی نہیں ہوگا - نام عبد اللہ جان ہو اور اندر کفر - شرک یا نفاق اعتقادی ہو تو نام سے نجات نہ ہوگی - صاحب دل شکل دیکھ کر بتلا دیگا کہ مردود بارگاہ الٰہی ہے -

حضرت امروٹیؒ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں - ان کا ایک خادم عبد الستار ہے - اب بھی زندہ ہے اور نیم پاگل سا ہے - مگر کامل کا عکس اس پر پڑا ہوا تھا - اس اعلیٰ درجہ کا توحید پرست ہے - وہ ایک دفعہ کسی بزرگ کے مزار پر گیا - وہاں عورتیں اولاد کی دعائیں مانگ رہی تھیں - ان سے کہنے لگا کہ مائی - اولاد قبروں والے نہیں دیتے - اولاد خداوند سے ملتی ہے - ایک دوسرے خادم کا واقعہ سنئے - وہ گڈریا تھا - ایک دفعہ ایک پیر صاحب نے اس کے ریوڑ کو دیکھ کر فرمایا کہ ان کی حفاظت کے لئے کتا کیوں نہیں رکھتے - وہ عرض کرتا ہے کہ حضرت اب تو میرا اعتماد اللہ پر ہے کہ وہی میری بھیڑ بکریوں کی حفاظت کرے گا - کیا میں اللہ سے اعتماد ہٹا کر کتے پر کرنے لگوں ؟ یہ صحبت کا اثر ہے -

جس سے محبت ہو اس کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے مثلاً آب زمزم اور مدینہ کی کھجوریں - امیر ہو یا غریب جس مسلمان کو دی جائیں وہ محبت سے لیتا ہے - اگر کسی کے متعلق دل میں نفرت ہو تو اس کی ہر چیز رد کر دی جاتی ہے - جب ہم میں اتنی غیرت ہے کہ جو ہماری توہین کرے ہم اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں - تو اللہ تعالیٰ کی غیرت کا ہم اندازہ کر ہی نہیں سکتے - وہ کافر مشرک اور نفاق اعتقادی کے منافق کی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا - لاہور میں ایسے مسلمان بکثرت موجود ہیں - جن کے سینہ میں نور قرآن نہیں ہے - جن علماء اور فقراء سے ان کا تعلق ہے - ان کے اندر بھی نہیں ہے - اس لئے دونوں گمراہ ہیں ؎

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جب اندر نور توحید ہی نہیں ہے تو عبادت جانی ہو یا مالی

اکٹھے بیٹھ کر کھانے میں برکت ہوتی ہے

حضرت وحشی بن حرب رضِیَ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارا حال یہ ہے کہ کھانا کھاتے ہیں اور آسودگی حاصل نہیں ہوتی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو ؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں، الگ الگ کھاتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: تم کھانے پر ایک ساتھ بیٹھا کرو! اور اللہ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ کر کے (اجتماعی طور پر) کھایا کرو، تمھارے واسطے اس کھانے میں برکت ہوگی (اور طبیعت سیر ہو جایا کرے گی۔) سنن ابوداؤد

برتن میں کھانا اپنی جانب سے کھانا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عباس رضِیَ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ثرید سے بھری ہوئی ایک لگن آئی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (لوگوں کو اس میں شریک فرمالیا اور فرمایا کہ اس کے اطراف سے کھاؤ اور بیچ میں ہاتھ نہ ڈالو، کیوں کہ برکت بیچ میں نازل ہوتی ہے۔ جامع ترمذی

سب بے کار ہیں۔

ہماری پریوی کونسل سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہر بات کا فیصلہ کرانے کے لیے ان کے حضور لے جائیے۔ کیا حضورؐ نے یہ تعلیم دی تھی کہ گلے میں پیسے ڈالا کرو۔ دعویٰ تو ہر شخص یہی کرتا ہے کہ میں محمد رسول اللہؐ کا غلام ہوں۔ لیکن غلامی کے لئے اتباع نبوی پہلی شرط ہے۔ اس پر کوئی پورا اُترتا ہے۔

حضورؐ کا اتباع صحیح معنوں میں صحابہ کرام نے کر کے دکھایا۔ اس لئے سنت کے ساتھ صحابہ کرام کے طریقہ کا اتباع بھی ضروری ہے۔ میرے متعلق مخالفین نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ یہ اولیاء کرام کا منکر ہے اس کے متعلق میں بارہا جمعہ، درس اور دوسری مجلس میں کہہ چکا ہوں کہ جو اولیاء کرام کا انکار کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت پڑتی ہے۔ لیکن جو ان کو خدا کے حصے بخرے لائے اس پر بھی خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ ملعون کے سر پہ سینگ نہیں ہوتے۔ لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری۔ یعنی ملعون سے خدا ناراض ہو جاتا ہے ہم میں سے ہر شخص جمعرات کو نہ کہ جمعہ شروع کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو اس کا ثواب پہنچاتا ہے۔ یہ ہماری گیارھویں ہے اور یہی اصلی قادریت ہے۔ ان بھلے مانسوں نے گیارھویں گوجروں سے دودھ اور کھیر لینے کو سمجھ رکھا ہے۔ جو ان کو گیارھویں کھلاتے وہ حنفی خواہ تارک نماز ہو۔ جو نہ کھلاوے وہ وہابی۔ کیا یہی دین لوگوں کو پہنچا گئے آپ نے ہماری اور ان کی گیارھویں میں فرق ملاحظہ فرمایا۔

اتباع رسولؐ سے ہی تعلق باللہ درست ہو سکتا ہے اتباع۔ عقائد۔ اعمال۔ عبادات۔ معاملات۔ شادی و غمی عادات و اطوار۔ صورت اور سیرت۔ غرضیکہ ہر عمل حیات میں ہونا چاہیے اس آئینہ میں لاہوریوں کا منہ دیکھا جائے تو خدو خال بگڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ شعر

رنگی کو نارنگی کہیں بنے دودھ کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں۔ دیکھ کبیرا رو دیا

لاہور میں اس کو حنفی کہتے ہیں جو مخلوط اسلام پہ عمل کرے

ع ہم وہ بدمست قلندر ہیں کبھی مسجد ہے کبھی مندر ہے

جو توحید خالص کی طرف دعوت دے اسے لاہوری اس کو وہابی کہتے ہیں "اصلی حنفیت" ایک رسالہ میں نے لکھا ہوا ہے۔ اس میں ایک بھی مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف ثابت کر دیا جائے تو میں یا حنفیت سے اپنا نام کٹوا لوں گا یا فوراً اصلاح کر دوں گا۔ یہ سب کفر و شرک کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا نام بدنام کرتے ہیں ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے اور حضورؐ کے امتی ہیں۔ اگر کوئی صوفی آسمان پر اڑتا ہوا آئے لیکن اس کا علم اور عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا۔ اور ہمیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چوھدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۱۰ر رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

اللہ تعالیٰ کی رضا ظاہراً و باطناً اتباعِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں محدود ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے - اور اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

الآیۃ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱)

ترجمہ :- (البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے -)

حضور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں- اور جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اس کے لئے نمونہ ہیں - اگر حضور کو ظاہراً نمونہ تسلیم کرے اور باطناً نہ کرے تو ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں - باطناً آپ کو نمونہ تسلیم کرے تو مومن - عمل میں آپ کی اتباع کرے تو مسلم - دونوں لحاظ سے نہ مانے تو کافر- اللہ کی محبت آپ کے اتباع میں محدود کر دی گئی ہے - فرماتے ہیں :-
قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

(سورہ آل عمران رکوع ۱۲ - پارہ ۳)

ترجمہ :- (ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو- تاکہ تم سے اللہ محبت کرے)

جو رضائے الٰہی کا طالب ہو اور آپ کے اتباع سے گریز کرے اور آپ کو اپنے لئے نمونہ نہ بنائے - اللہ تعالیٰ اس سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے لئے وعید کا اعلان فرماتے ہیں :-

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِیْرًا

(سورۃ النساء رکوع ۱۴ پارہ ۵)

ترجمہ :- (اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اس طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور بہت برا ٹھکانہ ہے -)

تصویر کے دونوں رُخ دکھلا دیئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر کے آؤ گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور تم سے محبت کرے گا- اگر مخالفت کی تو جہنم میں اٹھا کر پھینک دیگا مقصود بالذات اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس کے لئے نمونہ حضور ہیں - جس قدر اتباع زیادہ ہوگا اسی قدر قربِ الٰہی میں مرتبہ زیادہ ہوگا - نہ مال نہ خاندان نہ حسن نہ عہدہ کا قرب الی اللہ کا مدار ہے - اس کے لئے معیار صرف حضور کا اتباع ہے - اتباع ظاہراً اور باطناً ضروری ہے بغیر اس کے اس کی بارگاہِ الٰہی میں کوئی قیمت نہیں ہے- اب میں اس کے متعلق حدیثِ نبوی عرض کرنی چاہتا ہوں-

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ

ترجمہ :- (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں (اللہ کی طرف سے) لایا ہوں) یہ ارشاد قرآن کی تائید میں ہے- ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھیں -

(۲) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

(ترجمہ) (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے- وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

ایک طرف بیوی- اولاد- والدین اور برادری ہو اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں مسلمان وہ ہے جو سب کو چھوڑ کر حضور کی طرف آئے- لیکن ع

گفتن و کردن فرقے دارد

اکثریت ان لوگوں کی ہے جو حضور کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ نک وڈھیا جائے گا (ناک کٹ جائیگی) مولوی ہونی کہندے تو ٹھیک ہن پر اسیں کنوں لیتھیاں ہویاں کتے ویتیاں ہویاں (مولوی صاحب کہتے تو ٹھیک ہیں- لیکن ہم نے کہیں سے رشتہ لینا ہوا اور کہیں دینا ہوا) کھاوا جو ہویا کھوانا پینداے (کھایا جو ہے اس لئے کھلانا پڑتا ہے)- یہ پنجابی منتقیوں کے الفاظ ہیں - یہ ناسق ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اکثریت کو ناشکر گزار فرماتے ہیں -

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سورہ السبا رکوع ۲ پارہ ۲۲)

ترجمہ :- (میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں)

اگر ایک شخص بھوک سے تنگ آ کر چوری کرے گا تو پولیس اس کو گرفتار کر کے ہتھکڑی لگالے گی- اسی طرح اگر ہم حضور کی مخالفت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیگا- امتحان کبھی کبھی ہوتا ہے- لڑکی ۱۶ سال کی ہو گی یا لڑکا ۱۸ سال کا ہوگا شادی کی تب امتحان کا وقت آیا اور فیل ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی (ترجمہ:- صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہے)

جوان بیٹے کی موت پر دو نے پیٹنے اور چالیس دن تک شریعت کی مخالفت کرنے کے بعد صبر کیا- تو وہ صبر بے معنی ہے- اس کی کوئی قیمت نہیں- صبر یہ ہے کہ تکلیف آئی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو گئے- اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عقائد عبادات معاملات- صورت سیرت غرضیکہ ہر معاملہ میں حضور کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے (آمین) یا الٰہ العالمین-

اطباء جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو اس کی پیشانی پر لکھتے ہیں- "لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ" (ترجمہ) ہر بیماری کی دوا ہے) موت کے سوا ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ

(سورۃ الاعراف رکوع ۴ پارہ ۸)

(ترجمہ :- پھر جب وہ میعاد ختم ہوگی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے نہ آگے بڑھیں گے)

موت آجائے تو اطباء عاجز آجاتے ہیں۔ یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے۔ موت کے سوا اور ہر بیماری کا علاج ہو سکتا ہے۔ روحانی موت یہ ہے کہ انسان مسخ ہو جائے۔ اس قسم کے انسانوں کے متعلق فرماتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (سورۃ بقرہ رکوع ۱ پ ۱)

(ترجمہ: بے شک کافروں کے لئے برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

(سورۃ البقرہ رکوع ۹ پارہ ۱)

(ترجمہ:۔ ہاں جس نے کوئی گناہ کیا اور اس کے گناہ نے گھیر لیا۔ سو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

یہ وہ ہیں جن پر روحانی موت طاری ہو چکی ہے اب ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ اس سے ورے ورے ہر بیماری کا علاج ہو سکتا ہے۔ روحانی بیماریوں کا علاج فقط ایک ہے۔ وہ ہے اللہ کے نیک بندوں کی صحبت۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

(الآیۃ۔ سورۃ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵)

ترجمہ: ان لوگوں کی صحبت میں رہیئے جو صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں)

اس قسم کے الفاظ کہ ناک کٹ جائے گی شیطان سکھاتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو جائے تو یہ الفاظ کہنا گناہ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قسم کے بندے بطور نمونہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت ہو اور ملازم صحبت رہے۔ تو اس قسم کے الفاظ منہ سے ہرگز نہیں نکلتے۔ پھر انسان یہ سوچتا ہے کہ تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لڑکی اور لڑکوں کی تقدیر ہم نے نہیں لکھی۔ جو لڑکی ہماری تقدیر میں ہے وہ ہمارے گھر آکر رہے گی اور جس کی تقدیر میں ہماری لڑکی ہے وہ لے جائے گا۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے تو اولاد نہ تھی لیکن حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے۔ بیٹیاں عطا فرما رکھی تھیں۔ اب تو ماشاء اللہ ان کے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں بھی ہیں۔ ان کے ایک پوتے مولوی سراج احمد صاحب کچھ دن ہوئے یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت دین پوری رح نے جب کسی صاحبزادی کا نکاح کرنا ہوتا تو ہماری اماں سے فرما دیتے کہ بچی کو نہلا کر نئے کپڑے پہنا دینا۔ نماز عشاء کے بعد داماد کو بلا کر نکاح پڑھا دیتے کسی کو پتہ بھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی شادی ہونے والی ہے۔ اب ان کے صاحبزادے مولوی میاں عبدالہادی صاحب گدی نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے وہ ماشاء اللہ عالم ہیں۔ یہاں سے قرآن پڑھ کر گئے ہیں ان کے ہاں بھی یہی دستور ہے۔ انہوں نے اپنی ایک صاحبزادی کے نکاح کیلئے مجھے لاہور سے بلایا لیکن لڑکے کے باپ کو پتہ نہیں کہ ان کے لڑکے کی شادی ہے وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو کس کام کے لئے بلایا ہے۔ اب انہوں نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح ایک نو مسلم سے کیا ہے یہ صحبت کا اثر ہے ؎

ملے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا کا سرٹیفکیٹ نہیں مل سکتا۔ لیکن گفتن اور چیز ہے اور کردن اور۔ جن میں دنیا پرستی کی بیماری ہے ان کا گفتن اور کردن یعنی قول اور فعل ایک نہیں ہوتا۔ اس کا علاج فقط اللہ والوں کی صحبت ہے۔ ان کو نہ لتی نہ چڑھی (اُتار چڑھاؤ) کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ ان کے ۲۴ گھنٹے حضور کے اتباع میں صرف ہوتے ہیں حضور نماز عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے بہت کم لوگ ہیں جو عشاء پڑھ کر سو جاتے ہیں۔ اکثر تو سینما میں چلی جاتی ہے اور اس سے کم ریڈیو لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہمارے پاس تو ۲۴ گھنٹے کا مرتب شدہ پروگرام موجود ہے۔ رات کو جو تہجد پڑھے گا وہ دن کو ضرور سوئے گا۔ کیونکہ جسم کا بھی حق ہے۔ حضور کا ارشاد ہے وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ۔ اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے رنگ چڑھتا ہے۔ کیونکہ شیخ کسی موقعہ پر کچھ فرماتا ہے اور کسی موقعہ پر کچھ۔

اللہ سے قرب اور بعد کے مدارج حضور کے اتباع ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ صحابی نہ تھے ان کو مخضرم کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضور کے زمانہ میں ایمان تو لے آئے مگر زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ آپ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی زیارت کے لئے گئے ہیں۔ زندہ ولی کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ لیکن اولیاء کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے۔ میری تحقیق یہی ہے اگر کسی اور کام کے لئے کسی جگہ جائیں۔ تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کیلئے حاضری دینا جائز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ مجھے جب توفیق ہوتی تھی تو اپنے دونوں مربیوں کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے جاتا تھا۔ باطن کا بینا ہو تو بزرگوں کے مزارات پر جانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اندھے کے لئے جانا نہ جانا دونوں برابر ہیں۔ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان کے دانت نہ تھے۔ دریافت فرمانے پر فرمایا کہ حضور کے دندان مبارک شہید ہو جائیں اور میرے رہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اس عشق رسول کے کیا کہنے؟ پھر ان کا قرب الی اللہ میں جو درجہ ہے ہم اس کا صحیح مقام متعین نہیں کر سکتے۔ حضرت امام مالک رح مدینہ میں جوتا نہ پہنتے تھے کیونکہ حضور کے پاؤں مبارک کا وہاں گذر ہوتا تھا۔ اس طرح کہ اللہ والے نایاب نہیں۔ کمیاب ہیں مَن جَدَّ وَجَدَ (جو کوشش کرتا ہے پا لیتا ہے) بہروپیے قسم کے پیر بے شمار ہیں میاں محمد عیسے صاحب سکنہ میاں علی ضلع شیخوپورہ بیٹھے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک گاؤں میں گیا۔ جس گھر میں میں ٹھیرا ہوا تھا ان کی ایک عورت نے مجھے بتلایا کہ میرا پیر آیا ہوا ہے۔ وہ اناج نہیں کھاتا۔ مگر صبح سے وہ مرغ کھا بیٹھا ہے اور حلوا بھی زبردستی مجھ سے پکوا کر کھا چکا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بارہ روپے دو گی تو جاؤں گا۔ ورنہ بیٹھا ہوں ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اس قسم کے بہروپیے پیر دوسرے کی کیا رہنمائی کریں گے ہمارے پاس اتباع رسول کا ایک پیمانہ ہے جو اس میں پورا اترے گا وہ کھرا ورنہ کھوٹا ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو ہمیں بننا چاہیے وہ عرض کر چکا ہوں۔ یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ ایسا بننے کے لئے کس قسم کی مشقت کی ضرورت ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے اکثر دنیا کے لئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں اور دین کے معاملہ میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ ایک جوڑا بوٹوں کا خریدنا ہو تو ساری دکانیں پھر جائیں گے۔ مگر دین کے لئے جدوجہد ضروری نہیں سمجھتے۔ انسان جب حضور کے اتباع میں پختہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کو استقامت کا درجہ عطا ہو جاتا ہے اسی لئے اللہ والے فرماتے ہیں اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ، فَإِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ (ترجمہ:۔ استقامت طلب کرو۔ کرامت نہ مانگو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے۔ استقامت ۲۴ گھنٹے صاحب استقامت کے ساتھ رہتی ہے وہ اس کو دے دی جاتی ہے۔ لیکن کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ جب چاہے ظاہر کر دکھلائے۔ اس رل مل بیٹھنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ دنیا داروں کی مجالس میں یہ رنگ نہیں چڑھتا۔ ان کے ہاں اس کی تلاش ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

ہر چیز کی منڈی ہوتی ہے۔ ہدایت کی منڈی مساجد ہیں۔ مسجد سے باہر میخانے ہیں نہ بازاروں میں ہدایت ہو گی۔ وہ مساجد ہدایت کی منڈیاں ہیں۔ جہاں کوئی عالم ربانی ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل حیات میں اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو کر ہمیں اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل فرمالے۔

آمین یا الٰہ العالمین!

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۱۷ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر ارشاد فرمائی :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْدُ! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے :-

احکام شرعیہ کی تعمیل میں تسلسل (پابندی) لازمی ہے

اس کی شہادت میں پہلے قرآن مجید اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پیش کروں گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴)

ترجمہ:- بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)

یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے ایک دفعہ اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار مانا اور پھر اس پر جم گئے۔ عسر اور یسر رنج و راحت غرضیکہ ہر حالت میں اسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہے اور دوسرے کے دروازہ پر نہیں گئے۔ یہ صاحب استقامت اور توحید پرست ہیں۔ توحید اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ توحید جانبین سے ہونی چاہئے۔ اگر توحید میں کہیں فرق آگیا تو یہ مخلوط بالشرک ہو جائے گی۔ ہمارا بھی اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں ہم بھی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے نہیں۔ جب رب العٰلمین کو ہم نے اپنا لیا تو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔

مفسرین حضرات نے مندرجہ بالا آیت کی کئی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ موت کے وقت ملائکہ یہ پیغام دے کر صاحب استقامت کے پاس آئیں گے کہ تم ڈرو نہیں اور غم نہ کرو۔ خوف مستقبل کے متعلق ہوتا ہے۔ خدا جانے مرنے کے بعد کیا حالات پیش آئیں۔ یہ خوف ہے۔ اور حزن ماضی کے متعلق ہوتا ہے جو کرنا تھا وہ کیا نہیں۔ اس کے متعلق غم کرنا یہ حزن ہے

اس قسم کے حضرات کو ملائکہ عظام جنت کی خوشخبری دیں گے۔ جنت مقصود بالذات نہیں ہے مقصود بالذات تو اللہ تعالےٰ کی رضا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ

(سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰) ترجمہ:- (اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے) جنت تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لئے مہمان خانہ ہے۔ (نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴ پ ۲۴)

(ترجمہ:- بخشنے والے نہایت رحم والے کی طرف سے مہمانی ہے)

بادشاہوں کی ملاقات کے لئے کچھ قواعد و ضوابط ہیں جو ملنا چاہتا ہے وہ پہلے منظوری لیتا ہے۔ اس کے بعد بھی یہ نہیں ہوتا کہ جب ملاقاتی پہنچے تو بادشاہ سلامت اس کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود ہوں بلکہ بادشاہ کا نمائندہ ملاقاتی کو لے جا کر مہمان خانہ میں ٹھہرا دے گا۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ ملاقات دو ماہ بعد ہو یا اڑھائی ماہ بعد بعض اوقات چھ چھ مہینے گذر جاتے ہیں۔ نظام حیدرآباد (دکن) کے ہاں یہی دستور تھا۔ جب تک ملاقات نہ ہو یہ شاہی مہمان ہیں۔ اور بادشاہ کی طرف سے وظیفہ مل رہا ہے میزبان کی شان کے مطابق مہمان کے ساتھ سلوک ہوتا ہے نظام اور بیگم صاحبہ بھوپال کی طرف سے بعض علماء کرام کی ذات خاص کے لئے وظائف مقرر تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان حضرات کا وجود ہی تبلیغ دین ہوتا ہے۔ یہ دنیا کے بادشاہوں کا دستور ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کی مہمان نوازی کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ جنت کی نعمتوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آنکھوں نے ان کو دیکھا نہیں۔ کانوں نے سنا نہیں اور دل میں ان کا وہم بھی نہیں گذرا۔ بچے کو تعلیم کا شوق دلانے کے لئے باپ کہتا ہے کہ اگر تم محنت کر کے پاس ہو جاؤ گے تو تمہیں کوٹ سلا دوں گا یا بوٹ یا سائیکل لے دوں گا۔ بچہ ان چیزوں کے لئے محنت کرتا ہے۔ وہ امتحان میں کامیابی کے نتائج سے بالکل بے خبر ہے۔ اگر اس سے یہ کہا جاتا کہ امتحان میں کامیابی سے فلاں فلاں فوائد حاصل ہوں گے تو وہ کبھی محنت نہ کرتا اسی طرح اگر انسانوں سے یہ کہا جاتا کہ اللہ کی عبادت کرو گے تو وہ راضی ہو جائے گا۔ اس چیز کی قیمت کو اکثر انسان نہ سمجھ سکتے۔ عام طور پر انسانوں کی مرغوبات طبع تین چیزیں ہیں :-

(۱) کھانا (۲) پینا (۳) تعلقات ازدواجی

اس لئے جنت کی نعمتوں میں زیادہ تر انہیں تین چیزوں کا ذکر آتا ہے۔ کئی قسم کے میوے ہوں گے۔ دودھ کی نہریں اور حوریں ہوں گی۔ نہ جنت اور نہ جنت کی نعمتیں مقصود بالذات ہیں۔ مقصود بالذات اللہ تعالےٰ کی رضا ہے :- وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔

اس کے متعلق حضور کا ارشاد ہے کہ جنتیوں سے اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ تمہیں کچھ اور چاہیئے وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ آپ نے سب کچھ دے رکھا ہے اور ہمیں کیا چاہیئے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ آج کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا؟ — یہ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ہے۔ ہم نے اس جہان سے یہ ڈگری حاصل کر کے جانا ہے۔ اس کے لئے احکام شرعیہ کی تعمیل میں تسلسل ضروری ہے۔

اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔

(سورۃ الحجر رکوع ۶ پارہ ۱۴)

(ترجمہ:- اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ یہاں تک کہ تمہیں موت آئے)

یہاں یقین سے مراد موت ہے یعنی تادم زیست فرائض عبدیت کو نبھانا ہے۔

اس آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جن کی ذات اقدس کو ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱)

(ترجمہ:- البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (الآیۃ سورۃ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳)

(ترجمہ:- (ان سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تادم زیست عبدیت کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے مامور ہیں۔ آپؐ کو ہمارے لئے عبدیت کا نمونہ قرار دیا گیا۔ اس لئے ہمیں بھی عبدیت کے فرائض کو تادم زیست نبھانا ہے نماز کی ادائیگی عبدیت کے فرائض سے سبکدوش ہونے کی ایک صورت ہے بشرطیکہ نماز اللہ کی رضا کے لئے پڑھی جائے مثلاً جمعہ خدا کی رضا کے لئے پڑھا جائے

تو دس دن کے گناہ بخشا دیتا ہے۔ میں انگریز کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ جو شخص انگریز کپتان پولیس کے کہنے پر خطیب کی رپورٹ لینے کے لئے آتا تھا تو اس کے لئے نماز جمعہ پڑھنا بے کار تھی۔ گناہ معاف ہونے تو کجا اس پر تو خدا کی لعنت پڑھتی تھی۔ لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری (اللعنت البعد من الرحمۃ)

کلمہ گو مسلمان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ عبدیت کی ذمہ داری مرتے دم تک نبھائے۔ اس کے علاوہ ان کو فکر معاش بھی کرنی پڑتی ہے۔ اور اس کے لئے اسباب میں ہاتھ ڈالنا خلاف شریعت نہیں۔ کافر اور مومن یہیں فرق ہو جاتا ہے۔ دونو اسباب میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ جب نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ تو مسلمان اللہ تعالے کا ممنون احسان ہوتا ہے۔ کہ اس نے میری کوشش کو بار آور بنایا۔ کھانا کئی واسطوں سے گزر کر انسان کے پیٹ میں جاتا ہے مسلمان کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا۔ ختم کرنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پڑھے گا۔

(ترجمہ: شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے کھلایا پلایا اور مجھے مسلمانوں میں سے بنایا)

یہ بھی ایک طرح کا توکل ہے۔ اس کے برخلاف کافر نتیجہ کو اپنی لیاقت کا ثمرہ قرار دے گا۔ اس کے ہاں خدا کا نام کہیں نہیں آئے گا۔ بعض اخص الخواص ہوتے ہیں جو مسلک انبیاء علیہم السلام پر چلتے ہیں اس قسم کے حضرات اپنی تمام خدا داد قوتیں اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے وقف کر کے اپنی ضروریات کی کفالت اللہ کے ذمہ ڈال دیتے ہیں۔ ان کے توکل کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط

(سورہ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸)

ترجمہ:- اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان نہ ہو۔

مومن کے توکل کے متعلق کسی نے کہا ہے ع

بر توکل زانوئے اشتر ببند

(توکل پر اونٹ کا گھٹنا باندھ دو) مومن کو دنیا میں دو کام سنبھالنے پڑتے ہیں۔

(۱) خدا کو بذریعہ عبادت راضی کرنا

(۲) کسب معاش کے لئے سعی کرنا۔

اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ:- جس نے دنیا کو محبوب بنایا۔ اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اور جس نے آخرۃ کو محبوب بنایا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا پس باقی رہنے والی چیز (یعنی آخرۃ) کو فنا ہونے والی چیز (یعنی دنیا) پر ترجیح دو۔)

انسان یا تو دنیا کو مقدم رکھے گا۔ اور آخرۃ کو اس کا ضمیمہ بنائے گا یا آخرۃ کو مقدم رکھے گا اور دنیا کو اس کا ضمیمہ بنائے گا۔ دونوں میں سے ایک کو درجہ تکمیل تک پہنچانا پڑے گا۔

حضورؐ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے اور اسی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اپنی امت کو مشورہ دے رہے ہیں۔ حضورؐ کا دوسرا ارشاد یہ ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُہَا وَاِنْ قَلَّ۔

(ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے۔ جو ہمیشہ کیا جائے گو کچھ تھوڑا ہو)

اللہ تعالے کو حضورؐ کے اتباع کے ذریعہ راضی کرنا ہے۔ اس وقت اللہ تعالے کو راضی کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ باقی سب راستے بند ہو چکے ہیں۔ اس طرح استقامت علی الدین نصیب ہوگی۔ اس کے لئے مرکزی نقطہ اللہ والوں کی صحبت ہے ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اس کے متعلق اللہ تعالے فرماتے ہیں:-

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ

(الایۃ - سورۃ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵)

ترجمہ: (تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں)

عام مسلمانوں کے لئے دنیا کمانی ضروری ہے۔ اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ لیکن کمانے میں حضورؐ کے مشورہ کو ہر وقت سامنے رکھنا پڑے گا۔ آخرۃ کو دنیا پر ترجیح دینے کے اصول کو پیش نظر رکھیں گے تو دنیا اور آخرۃ دونوں سنور جائیں گے۔ اللہ تعالے بھی فرماتے ہیں کہ اے انسانو! جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو میرے پاس ہے وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ ط

(سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴)

(اس آئینہ میں دنیا میں بسنے والوں کا منہ دیکھئے اکثریت دنیا میں غرق نظر آتی ہے)

گفتن و کردن فرقے دارد

(کہنے اور کرنے میں فرق ہے)

اوّل تو یہ باتیں اکثریت کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ اگر سمجھ میں آ بھی جائیں۔ تو ان کے مطابق عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ قال کے بعد حال کے لئے صاحب حال کی صحبت کی ضرورت ہے جس فن میں انسان کامل ہونا چاہے اس فن کے باکمال کی صحبت میں مدت مدید تک زندگی بسر کرنے کے بعد یہ کامل بن جائے گا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ لوہار بننے کے لئے لوہار کی صحبت۔ درزی بننے کے لئے درزی کی صحبت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ ادھر بھی یہی حال ہے۔ صحبت سے کتاب و سنت کا رنگ چڑھتا ہے۔

اللہ تعالے مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر کے اللہ تعالے کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس پر استقامت بخشے۔ امین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر

آج مورخہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد عرض یہ ہے کہ جس طرح ماں جسمانی طور پر بچے کی تربیت کرتی ہے۔ اسی طرح علمائے کرام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی علمی طور پر اور صوفیائے عظام روحانی طور پر تربیت فرماتے ہیں۔ انسان کے جسمانی مربی والدین۔ روحانی مربی صوفیائے عظام اور علمی مربی علمائے کرام ہیں۔ علمی تربیت سے علم دماغ میں آجاتا ہے۔ مگر اس کا رنگ روحانی تربیت سے چڑھتا ہے۔ علمائے کرام عجیب طریقہ سے علمی تربیت کرتے ہیں۔ پہلے صرف نحو پڑھاتے ہیں اور پھر باقی کتابیں ان کی تربیت سے جاہل عالم بن جاتے ہیں۔ اسی طرح صوفیاء عظام روحانی تربیت فرماکر غافل کو ذاکر بنادیتے ہیں۔ قال کے مربی علمائے کرام اور حال کے مربی صوفیائے عظام ہیں۔ عالم پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ جب تک قال حال نہ ہوجائے۔ عالم بے عمل خلق خدا کی گمراہی کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ کہتے ہیں، کہ جب مولوی صاحب ایسا کرتے ہیں۔ ہم نے ایسا کرلیا تو کیا حرج ہے۔ یہ عقل کی دلیل نہیں ہے۔ اگر عالم کنوئیں میں چھلانگ لگائے گا تو کیا تم بھی لگاؤگے؟

سندھ میں ایک بری رسم ہے۔ کہ اکثر رشتے تبادلے میں ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے بیٹے ہی بیٹے ہوں۔ تو اس کو کوئی رشتہ نہیں دیتا۔ پھر وہ کراچی سے لڑکیاں خرید کر اپنے بیٹوں کی شادی کرتا ہے۔ میں جب سندھ جاتا ہوں۔ تو اس رسم کی مخالفت کرتا ہوں۔ اکثر مولوی بھی اس میں مبتلا ہیں۔ اور لوگ ان کی دیکھا دیکھی اس رسم کی پابندی کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جس طرح جاہل میں انانیت ہوتی ہے اسی طرح صحبت کے بغیر علماء کی بھی "میں" نہیں مرتی میں بہت گنہگار ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالٰے مغفرت فرما دیں۔ لیکن اللہ تعالٰے کا فضل ہے کہ اپنے دونوں مربیوں کی دعاؤں کی برکت سے مجھ میں انانیت نہیں ہے۔ مجھ سے آج تک کسی نے لڑکی کا رشتہ نہیں مانگا۔ لڑکی جب بالغ ہوجاتی تھی۔ تو ان کی والدہ مجھے بتلادیتی تھی۔ تو مجھے جو نیک آدمی ملتا۔ اس سے شادی کردیتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے ایک لڑکی کا نکاح جب ایک لوہار سے کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ تو میری بیوی مجھ سے کہنے لگی۔ کہ اس کو لوہاری تو نہ بنائیے۔ کم از کم کسی مولوی کو تو دیجئے وہ اسقدر تربیت یافتہ نہیں ہے اس لئے اس نے یہ بات کہہ دی۔

وہ لڑکا میرے درس میں آتا تھا۔ میں اس کو نیک سمجھتا ہوں۔ وہ باہر دیہات میں جاکر تبلیغ بھی کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد مولوی عبد المجید صاحب سوہدروی نے مجھے اپنے رشتہ کے متعلق خط لکھا۔ میں نے انہیں لکھا۔ کہ مجھ سے ملئے۔ وہ جب آئے تو میں نے لڑکی کی والدہ سے دریافت کرکے ان کتابوں کی فہرست بتائی۔ جو لڑکی نے پڑھی ہوئی تھیں۔ میں مولوی عبد المجید صاحب سے کہا کہ لڑکی یہ یہ کتابیں پڑھی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ مجھے اسکول کی پڑھی ہوئی لڑکی نہیں چاہیئے میں نے کہا۔ کہ اسکول میں نہیں پڑھی۔ اپنی والدہ سے پڑھی ہے۔ وہ کہنے لگے۔ کہ میں اپنی مستورات کو لے آؤں تاکہ وہ دیکھ لیں۔ میں نے کہا اس کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ پھر آپ کے گھر والے دیکھ لیں۔ میں نے کہا۔ انہوں نے دیکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد میں نے ان کو بتلایا۔ کہ میری لڑکی ہے۔ انہوں نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔ میں نے کہا۔ میں ابھی نکاح پڑھا دیتا ہوں اور لڑکی کو رخصت کردیتا ہوں۔ وہ کسی جلسے پر کہیں جا رہے تھے۔ اس لئے کہنے لگے۔ کہ وہاں سے فارغ ہوکر پھر آؤں گا۔ اس کے بعد انہوں نے زیورات کپڑے اور برات کے متعلق پوچھا۔ تو میں نے جواب دیا کہ کچھ لانے کی ضرورت نہیں۔ اور اکیلے آئیے۔ یہ منگنی ہوگئی۔ مجھ میں کوئی کمال نہیں۔ یہ اللہ والوں کی دعاؤں اور صحبت کا نتیجہ ہے۔ دو سال ہوئے۔ اسی طرح مولوی انور کی شادی کی۔ صرف براتی مولوی عبد المجید صاحب تھے۔ دولہا کا چھوٹا بھائی مولوی حمید اللہ ان کے پیچھے حکیم رشید احمد صاحب اور میں گئے۔ اور نکاح پڑھا کر لڑکی کو لے آئے۔ ولیمہ پر مولوی انور کی ساس نے بہت زور لگایا۔ کہ میری سہیلیاں آئیں گی۔ اس لئے فرنی زردہ پکایا جائے۔ اگرچہ اللہ تعالٰے نے مجھے اس کی توفیق دے رکھی تھی۔ لیکن چونکہ میں ہمیشہ سادگی پر زور دیا کرتا ہوں اس لئے میں نے اس کو صاف جواب دیا۔ کہ بازار سے نان منگوا کر اور سالن گھر میں پکوا کر کھلا دیں گے۔ اسی طرح مولوی حمید اللہ کی شادی پر کیا۔ مولوی عبد المجید صاحب کے کہنے پر صرف ایک آدمی کو ساتھ لے لیا۔ تاکہ اگر لڑکی والوں نے کچھ سامان دیدیا تو وہ اٹھا سکے۔

صحبت کے بغیر اہلِ علم کی بھی ہستی نہیں مرتی۔ ان میں بھی دنیاداروں والی آن اور شان ہوتی ہے۔ یہ تقریر تربیت کے لئے ہوتی ہے۔ تربیت کے بغیر انانیت نہیں جاتی۔ ناموری اور شہرت سب چیزوں کی بھوک رہتی ہے۔ میرے پیش نظر صرف ایک چیز ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالٰے مجھ سے اور آپ سے راضی ہوجائے۔ اور آپ کے اعمالِ صالحہ کی برکت سے اللہ تعالٰے میری بھی نجات فرمادیں۔ اگر اللہ تعالٰے راضی نہ ہوئے۔ تو قیامت کے دن حضورؐ کے دروازے سے بھی دھکے ملیں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ اس قسم کے لوگوں کو فرشتے حضورؐ کے پاس جانے سے روکیں گے۔ تو آپؐ ان سے فرمائیں گے۔ اصحابی۔ اصحابی (میرے دوست ہیں۔ میرے دوست ہیں) آگے وہ فرشتے عرض کریں گے۔ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ (آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کتنی ہی باتیں دین میں داخل کرلی تھیں) یعنی یہ آپ کا کلمہ تو پڑھتے تھے۔ مگر ان کا دین آپؐ والا دین نہ تھا۔ بلکہ ان کا دین اور تھا۔ صحبت کے بغیر نہ ہستی مرتی ہے اور نہ دنیا پرستی کی بیماری جاتی ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے ان کے ساتھ عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد رنگ چڑھتا ہے۔ تربیت کے بغیر بی اے اور مدارس عربیہ کے فاضل دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اولیائے کرام ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ تو تمہید ہی تھی۔ میری آج کی تقریر کا عنوان ہے :-

مردہ انسانوں سے زندہ اور زندوں سے مردہ پیدا ہوتے ہیں

بعض الفاظ کئی زبانوں میں مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن ایک زبان میں ان کے معنی کچھ اور ہوتے ہیں اور دوسری میں کچھ اور۔ مثلاً لفظ کھنڈ پنجابی اور سندھی دونوں زبانوں میں بولا جاتا ہے۔ لیکن پنجابی میں اس کے معنی قند سفید کے اور سندھی میں نہر کا بند ٹوٹنے کے ہیں ؎

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

کہاں قند سفید اور کہاں نہر کا بند ٹوٹنا۔ اسی طرح ہماری اور اللہ تعالٰے کی اصطلاح میں بعض الفاظ مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ان کے اور معنی ہوتے ہیں اور اللہ تعالٰے اور رسول اللہ صلعم کے ہاں اور۔ ان میں سے دو لفظ ہیں زندہ اور مردہ۔ ہم اس کو زندہ کہتے ہیں۔ جو چلتا پھرتا۔ کماتا اور کھاتا پیتا نظر آئے۔ اور مردہ وہ ہے جو ان کاموں کے کرنے سے رہ جائے۔ اللہ تعالٰے اور حضورؐ کے ہاں زندہ وہ ہے جس کو ذکر الٰہی کرنے کی توفیق عطا شدہ ہے۔ اور مردہ وہ ہے۔ جس کو یہ توفیق نہیں دی گئی۔ یعنی ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (متفق علیہ) (ترجمہ) حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو

نہیں یاد کرتا۔ زندہ اور مردہ کی مثال ہے) موحد زندہ اور مشرک مردہ ہے۔ بے نماز مسلمان بھی اذان سن کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہے لیکن مشرک اس سے گھبراتا ہے۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ (سورہ ص۔ رکوع ۱ پ ۲۳)

(ترجمہ۔ کیا اس نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ بے شک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے)

حاکم دماغ ہوتا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہو تو مجال ہے کوئی بے نماز رہے۔ تحصیلدار نمازی ہو اور وہ دوسروں کو نمازی بنانا چاہئے۔ تو اس علاقہ میں کوئی بے نماز نظر نہ آئے گا۔ اسی طرح ڈپٹی کمشنر اگر لوگوں کو نمازی بنانا چاہے۔ تو اس کے ضلع میں کوئی بے نمازی رہ سکتا ہے۔ میری عمر ۷۱ سال کی ہے۔ اور ۳۸ سال سے لاہور میں رہتا ہوں۔ جن کی پیدائش کے وقت میں نے اذانیں کہی تھیں۔ وہ اب بی۔ اے ہیں۔ ان میں سے بعض کمیونسٹ اور بعض مشرک ہیں۔ ان کے والدین نیک تھے۔

اس کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہؐ کی اصطلاح میں والدین زندہ تھے۔ اور اولاد مردہ ہے۔ زندوں سے مردے پیدا ہوگئے۔ جن کا کاروبار لندن تک تھا۔ بیمار ہوگیا۔ تو میں ان کی بیمار پرسی کے لئے گیا۔ ان پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا۔ اگرچہ کچھ آرام آگیا تھا۔ لیکن چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ میری بیوی کہتی ہے تو وہابی ہے۔ اس لئے روٹی نیچے نہیں پہنچاؤں گی۔ اوپر آکر کھاؤ۔ وہ خود درس میں آتے تھے۔ بیوی کو نہ لائے۔ اور نہ جو کچھ سنا۔ اس کو سنایا۔ یہ اس کی سزا ہے۔ اس بڑھیا کو دیکھو جس کی ساری عمر کمائی کھائی۔ اب اس سے یہ سلوک ہے۔

قرآن مجید کے اندر انقلابی طاقت موجود ہے۔ آپ میں اکثر اس بات کے گواہ ہیں کہ پہلے توحید و شرک۔ ایمان و کفر۔ حق و باطل اور سنت و بدعت میں تمیز نہ تھی۔ قرآن سننے سے انقلاب آگیا۔ اور پتہ ہے کہ ایمان یہ ہے کفر یہ ہے۔ میں اپنے ۲ر مارچ ۱۹۵۶ء کے خطبہ میں جو "خدام الدین" لاہور مورخہ ۹ر مارچ ۱۹۵۶ء میں چھپ چکا ہے۔ عرض کر چکا ہوں۔ کہ انسان کی تین حالتوں پر سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب نہیں بولتی۔ ماضی میں انسان کیا تھا حال اس کو کس طرح گذارنا چاہئے۔ تاکہ مستقبل کی زندگی کے مصائب سے نجات پا سکے۔ ان تینوں عنوانات پر فقط قرآن ہی بولتا ہے۔

مسلمان شرک کرتا ہے۔ لیکن شرک کو شرک نہیں سمجھتا۔ یہ شرک کو اگر شرک نہ سمجھے گا۔ تو خدا بھی اپنی غیرت سے دستبردار ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ عورت اگر بدکاری کو بُرا نہ سمجھے۔ تو کیا خاوند بھی اپنی غیرت چھوڑ دیگا۔ ہرگز نہیں۔ مسلمانوں میں شرک اس لئے موجود ہے۔ کہ یہ قرآن مجید کی تعلیم نہیں حاصل کرتے۔ تعلیم قرآن کے بغیر عالم بھی مشرک ہوتے ہیں۔ وہ مشرکوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ بعض اوقات ماں باپ مردہ ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اولاد قرآن کی صحبت میں آگئی۔ تو زندہ ہوگئی۔ نور قرآن آیا۔ اور آنکھیں کھل گئیں۔ قرآن کی تعلیم کے بغیر اچھے اچھے نیک اور شریف آدمی مشرک ہیں۔

جس طرح ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں اللہ تعالےٰ جو اولاد دے۔ وہ مردہ نہ ہو۔ بلکہ زندہ ہو۔ ادھر بھی یہی ہونا چاہئے۔ کہ ہماری اولاد کے سینے نور قرآن اور نور سنت سے منور ہوں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اور حضورؐ کے ہاں وہ زندوں میں شمار کئے جائیں۔ اس آئینہ میں مسلمانوں کا منہ دیکھئے۔ کتنے ہیں جن کو یہ شوق ہے۔ کہ بیٹا یا بیٹی جب میٹرک پاس کرے۔ تو ساتھ قرآن بھی پڑھ جائے۔ الف اے کرے تو قرآن کے معانی بھی اسے آجائیں۔ کتنی تعلیم ہے۔ لڑکے۔ لڑکیاں سب تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مگر قرآن سے جہالت کا یہ عالم ہے۔ کہ ایک کالج کی سات سو طالبات میں سے صرف پچاس ناظرہ قرآن پڑھی ہوئی تھیں۔ پھر کیا یہ مردہ نہیں ہیں۔ والدین نیک تھے۔ ان سے یہ مردے پیدا ہوگئے۔ آئندہ نسل میں اکثر بہت مردوں کی ہے۔ کتنے ہیں جن کو توحید اور شرک میں تمیز ہے؟ یہ باتیں سیکھنے سے آتی ہیں۔ لڑکی اگر اکیلی کراچی چلی جائے۔ تو لوگ کہتے ہیں بڑی قابل اور ہوشیار ہے۔

قیامت کے دن ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تحصیلدار ڈپٹی کمشنر اور کمشنر سے پوچھا جائے گا۔ کہ میرا دین کہاں تک سکھلایا تھا پروفیسر عبداللہ یوسف علی مرحوم جب اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔ تو سب پروفیسروں کو حکم تھا۔ کہ نماز جمعہ ادا کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (متفق علیہ)

(ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار تم سب راعی ہو اور تم سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائیگا پس امام لوگوں کا راعی ہے اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا۔ اور عورت محافظ ہے اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کے بچوں کی اور اس سے اس کی بابت پوچھا جائیگا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جا۔

قیامت کے دن خاوند سے پوچھا جائیگا۔ کہ بیوی بچوں کو دین سکھلایا تھا۔ بیوی سے بھی پوچھا جائیگا کہ نوکروں اور بچوں سے میرے احکام کی کہاں تک تعمیل کرائی تھی۔ حضورؐ فرماتے ہیں مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ فَقَدْ هَلَكَ: (ترجمہ۔ جس کے حساب میں جرح کی گئی۔ تحقیق وہ ہلاک ہوگیا۔)

اس آئینہ میں مسلمانوں کا منہ دیکھئے۔ کہ کتنے بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی ذمہ داری کو سنبھالنے اور اپنی اولاد کو زندہ یعنی ذاکر بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبد الرحمٰن صاحب

آج مؤرخہ یکم شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:—

تزکیۂ نفس کا درجہ کمال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ——— اما بعد:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۔ الآیۃ (سورۃ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸)

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی تعلیم دیتا ہے)

غرض یہ ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرض ذکر کئے گئے ہیں۔ (۱) تلاوت آیات حضورؐ جبرئیل علیہ السلام سے آیات قرآنی لے کر مخلوق خدا کو پہنچا دیتے تھے۔ (۲) تزکیۂ نفس۔ حضورؐ اپنی صحبت میں بٹھا کر روحانی بیماریوں سے پاک فرما دیتے تھے (۳) تعلیم کتاب۔ یعنی قرآن مجید کا مفہوم اور مطلب سمجھاتے تھے۔ (۴) تعلیم حکمت۔ حضورؐ نے صحابہ کرام کو عقل و دانش کے وہ گر سکھلائے کہ ساری دنیا کے عقلاء ان کے مقابلے میں مات کھا گئے۔ تلاوت آیات اور تعلیم کتاب دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ تلاوت کا فرض حفاظ مکاتب یا ناظرہ پڑھانے والے اساتذہ ادا کرتے ہیں۔ جو بچوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھا دیتے ہیں اور تعلیم کتاب کا فرض علماء کرام بجا لاتے ہیں جو قرآن مجید کے معانی اور مطالب سمجھا کر جاہل کو عالم بنا دیتے ہیں۔

آج میں تزکیۂ نفس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تزکیۂ نفس کے معنی ہیں باطن کو پاک کرنا۔ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے لے کر ہمیں ایسی تعلیم دی۔ جس سے اُمت کا ظاہر اور باطن دونوں پاک ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں۔ جس کے ہاں جسم اور کپڑے کو پاک رکھنے کا اتنا اہتمام ہو جتنا ہمارے ہاں ہے۔ انگریز جسم اور کپڑوں کو صاف رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ دونوں چیزیں پاک نہیں ہوتیں یہی حال اس کے تربیت یافتہ مسلمانوں کا ہے۔ ان کے ساتھ سیکنڈ کلاس میں سفر کرنے کا جب کبھی اتفاق ہوتا ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ ان جنٹلمینوں کے پاس سوٹ کیس بستر وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ نہیں ہوتا تو لوٹا نہیں ہوتا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ بیت الخلاء میں جا کر طہارت کس طرح کرتے ہیں۔ بڑے سے بڑے جنٹلمین کو بھی وہ تمیز نہیں ہوگی جو حضورؐ کی اُمت کے غریب سے غریب نماز کے پابند مسلمان کو ہوتی ہے۔ اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں گے مگر پاک ہوں گے۔ اس ظاہر کی پاکیزگی کو طہارت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تزکیۂ نفس کا درجہ تکمیل یہ ہے کہ دل سے ماسوا اللہ نکل جائے اور انسان اپنے آپ کو بھول جائے۔ اس کا اپنا کوئی ارادہ نہ رہے۔ (سم) کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ج وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

(سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پ ۸)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا۔ نہیں کوئی شریک اس کا۔ اور اس بات کا مجھے حکم ہوا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان کروایا گیا۔ ادھر ہمارے لئے حکم ہے:۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الآیۃ)

(سورۃ الاحزاب رکوع ۱ پارہ ۲۱)

ترجمہ:۔ بے شک ہے تمہارے لئے رسول اللہ میں نمونہ اچھا۔

پہلی آیت میں حضورؐ کا اعلان ہے کہ میری نماز اور عبادت کے سب کام۔ حتّٰی کہ میری موت بھی اللہ کی رضا میں ہی آئیگی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی حضورؐ کا نمونہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہماری بھی زندگی اور موت اللہ کے لئے ہو جائے نہ کہ اولاد کے لئے۔ بیوی اور والدین کے لئے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین!

اپنی ہستی اور ماسوا اللہ سب کی نفی ہو جائے۔ یہ ہے تزکیۂ نفس کا درجہ تکمیل۔ اس کو کسی نے یوں بیان فرمایا ہے سہ

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
اگرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

اے دل تو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کا طریقہ مرغابی سے سیکھ۔ جو کہ بظاہر دریا میں غرق ہوتا ہے۔ لیکن جب اُڑنا چاہتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پر بالکل خشک ہیں۔

یہ نظارہ حاجی صاحبان نے سمندر کے سفر میں دیکھا ہوگا۔ پرندے سمندر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ جب موج آتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہو گئے۔ بعض اوقات کئی کئی موجیں ان کے اُوپر سے گذر جاتی ہیں۔ لیکن وہ اسی طرح بیٹھے رہتے ہیں۔ جب اڑنا چاہتے ہیں تو ان موجوں کا ان کے پروں پر کوئی اثر نہیں ہوتا مسلمان کو بھی اس طرح دنیا میں زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔ وہ سب میں رہے۔ ہر ایک کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ لیکن دل فقط اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو مسلمان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پھر جس کے ساتھ وہ حسن سلوک کی اجازت دے۔ اس سے حسن سلوک کرے۔ بیوی کے ساتھ اس لئے حسن سلوک کرے کہ اللہ کا حکم ہے۔

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ النساء رکوع ۳ پ ۴)

(ترجمہ:۔ ان کے ساتھ دستور کے مطابق زندگی بسر کرو) اور حضورؐ کا فرمان ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ (ترجمہ:۔ (تم میں بھلا آدمی وہ ہے جو اپنے اہل و عیال سے بھلائی کرتا ہے)

اصل میں رضائے مولا مطلوب ہے۔ ہم عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پل صراط پر ایسے کنڈے ہوں گے جو ان لوگوں کو کھینچ کر جہنم میں ڈال دیں گے جنہوں نے رشتہ داروں سے اچھا سلوک نہ کیا ہوگا۔ رشتہ داروں کی خدمت بھی اللہ کے لئے ہونی چاہیے۔ یہ باتیں سیکھنے سے آتی ہیں۔ اکثر دنیادار بیاہ شادی کے موقعہ پر ریا سے کام لے کر مال بھی گنوا لیتے ہیں اور خدا کو بھی ناراض کرتے ہیں۔ اس قسم کی تقریب پر برادری کو اس لئے کھلانا چاہیے کہ اللہ کی بارگاہ میں اگر یہ شکایت کریں تو ہم کہہ سکیں کہ اے اللہ تو میری نیت کو جانتا ہے کہ میں نے ان کی حسب توفیق خدمت کی تھی۔ اس نیت سے نہ کھلایا جائے کہ وہ بھی ہمیں کھلائیں گے۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ (سورۃ المدثر رکوع ۱ پ ۲۹)

(ترجمہ۔ اور نہ احسان کر کہ زیادہ بدلے) یہ تو برادری کے متعلق تھا۔

اب غیروں کے متعلق سنئے حضورؐ کا ارشاد ہے تَھَادَوْا تَحَابُّوْا (ترجمہ:۔ ایک دوسرے کو ہدیے دیا کرو تاکہ آپس میں محبت بڑھے)

البتہ احباب کو کھلانے میں ایک بات ملحوظ رکھنی مناسب ہے، جس طرح حضورؐ نے فرمایا ہے۔

لَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ

ترجمہ:۔ (اے مسلمان) تیرا کھانا پرہیزگار کے سوائے کوئی نہ کھائے)

اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں لینے کے لئے آموں کے موسم میں ان کی آموں کی دعوت کر دیجئے تاکہ یہ ہماری کے گواہ ہو جائیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے

اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ

ترجمہ:۔ تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو) یعنی جس کو تم اچھا کہو گے وہ اچھا اور جس کو تم بُرا کہو گے وہ بُرا۔ اپنوں کو اس نیت اور غیروں کو اس نیت سے کھلایئے ہر کام میں مطلوب و مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہئے۔

ہم میں سے ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جو اولاد دے یا جو بہو اس کے گھر میں آئے وہ اندر اور باہر کی بیماریوں سے پاک ہو۔ یعنی اولاد اور بہو نہ گنجی اور نہ بھینگی ہو اور نہ دق کی مریض ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی بندے ایسے چاہئیں جو ظاہر اور باطن کی بیماریوں سے پاک ہوں۔ ان کے لئے اس نے جنت بنائی ہے۔ اس کو مشرک۔ کافر منافق اعتقادی کے منافق نہیں چاہئیں۔ ظاہر اور باطن تزکیہ سے پاک ہوتا ہے ؎

بلے میوہ نہ میوہ رنگ گیرد

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہے اس فن کے کامل کی صحبت میں مدت مدید تک اپنے آپ کو بٹھائے گا تو کامل ہو جائے گا مثلاً درزی بننے کے لئے درزی کی صحبت میں مدت مدید تک بیٹھنا ضروری ہے۔ اُستاد کی ہر نقل و حرکت کو دیکھے گا۔ اُستاد کچھ زبان سے اور کچھ عمل سے سمجھائے گا۔ آہستہ آہستہ یہ بھی کامل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر تزکیہ نفس چاہئے تو اس فن کے کاملین کی تلاش کرنی پڑے گی۔ کامل نایاب نہیں۔ کمیاب ضرور ہیں۔ وہ اللہ نے بیج کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ عام نہیں ملتے اور نہ ان کی ہٹیاں ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے ساتھ عقیدت، ادب اور اطاعت ہو گی تو فیض حاصل ہو گا ورنہ ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ان گنہگار آنکھوں نے اہل اللہ کی صحبت میں ایسے ۲۴ گھنٹے بے دام کے غلام دیکھے ہیں۔ جو عقیدت ادب اور اطاعت کے نہ ہونے کے باعث محروم رہے۔

شیخ کامل کے دل میں ملال آیا تو طالب کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ کامل کی ذاتی غرض کوئی نہیں ہوتی۔ وہ جو فرماتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے فرماتے ہیں۔

میرے دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک بزرگ آیا کرتے تھے۔ ان کو جب ان کے بیٹے کے مرنے کی اطلاع دی گئی تو فرمایا مجھے کیا کہتے ہو کتے کو گڑھے میں ڈال آؤ۔ یعنی قبر کھود کر میت کو دفن کر آؤ۔ یہ ہے فنافی اللہ میں درجہ تکمیل۔

ایک دوسرے بزرگ کا واقعہ ہے کہ باہر ان کے بیٹے کی شادی کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں اور وہ خلاف معمول بار بار اندر تشریف لے جاتے تھے کسی بے تکلف خادم کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ جس بیٹے کی شادی کی خوشیاں ہو رہی ہیں۔ مجھے اس کی موت کی اطلاع مل چکی ہے اندر اس کا کفن سینے کے لئے بار بار جاتا ہوں۔ یہ ہے اللہ کی رضا میں فنا ہونے کی مثال تام)۔

یہ چیزیں تعلیم و تربیت سے حاصل ہوتی ہیں۔ تعلیم و تربیت کے بغیر اکثریت کو بیوی اور اولاد مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی امراض سے شفایاب فرمائے تاکہ جب ہم دنیا سے جائیں پاک ہو کر جائیں آمین!

کھانے کے بعد اگر انگلیوں پر کھانا لگا ہو تو انگلیاں چاٹ لینا چاہیے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لیا جائے اور برتن کو بھی صاف کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم کو معلوم نہیں کہ کھانے کے کس ذرہ اور جز میں برکت کا خاص اثر ہے۔ صحیح مسلم

کھانے کا برتن بالکل صاف کرنا چاہیے

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی قصعہ (طباق) میں کھائے اور اس کو بالکل صاف کر دے (کہ اس میں کچھ لگا نہ جائے) تو وہ اس آدمی کے حق میں مغفرت کی دعا کرتا ہے۔ مسند احمد

خدام الدین لاہور　　　۱۱　　　۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب

آج مورخہ ۸ شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

تزکیۂ نفس پر نجات کا مدار ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى - امابعد - قرآن مجید میں حق تعالےٰ کا اعلان ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا (سورۃ الشمس پارہ ۳۰)

ترجمہ:- تحقیق وہ فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو پاک کر لیا۔ اور تحقیق خسارہ اٹھایا اس نے جس نے اس کو مٹی میں ملا دیا) پہلی آیت کا حاصل یہ نکلا کہ تزکیہ نفس پر نجات کا مدار ہے۔

نفس کو کس نجاست سے پاک کرنا ہے؟ امراض روحانی کی نجاست سے۔ جو امراض روحانی سے پاک ہو کر اس جہان سے گیا۔ وہ اس جہان سے نجات پائے گا۔ گویا کہ نجات کا سرٹیفکیٹ یہاں سے حاصل کر کے جانا ہے اگر یہاں پاک ہو گیا تو وہاں نجات مل جائے گی۔ اگر یہاں پاک نہ ہوا تو وہاں پاک کیا جائے گا۔ وہاں امراض روحانی کے علاج کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔ جس طرح ہسپتال میں مختلف وارڈ ہیں۔ اسی طرح جہنم میں مختلف وارڈ ہیں۔ دنیا میں ہادی کی صحبت میں امراضِ روحانی سے شفا ہو جاتی ہے۔ اگر یہاں شفا نہ پائی تو وہاں امراض روحانی کی دو قسمیں ہوں گی۔ (۱) وہ جن سے شفا ہو جائے گی۔ (۲) وہ جن سے شفا نہ ہو گی۔ ہسپتال میں بھی دو قسم کے مریض ہوتے ہیں۔

(۱) وہ جو علاج کے بعد شفا یاب ہو کر گھر آ جاتے ہیں۔

(۲) وہ جو دق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ شفا نہیں پاتے بلکہ ان کا وہاں سے جنازہ ہی نکلتا ہے۔ اس قسم کے مریضوں کا علاج کا خرچ حکومت ہی برداشت کر سکتی ہے۔ گھر والے تو تنگ آ جاتے ہیں۔

اسی طرح جہنم میں بعض امراض روحانی سے شفا پا کر مریض نکل آئیں گے۔ مثلاً حسد۔ کبر۔ عجب وغیرہ صاحب حسد۔ صاحب کبر۔ صاحب عجب وغیرہ کو کافر نہیں کہتے۔ لیکن روحانی لحاظ سے یہ بھی بیمار ہیں۔ تین قسم کے امراض روحانی سے جہنم میں بھی شفا نہ ہو گی۔ یہ دق کی طرح مہلک امراض ہیں۔

(۱) کفر (۲) شرک (۳) نفاق اعتقادی

خوش نصیب ہیں وہ جو اس جہان میں ہادی کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ ہادی کی صحبت میں دونوں قسم کی بیماریوں سے شفا ہو جاتی ہے۔ حسد۔ کبر۔ عجب وغیرہ سے بھی اور کفر۔ شرک اور نفاق اعتقادی سے بھی صحابہ کرام میں سے اکثر مشرف باسلام ہونے سے پہلے کفر اور شرک میں مبتلا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آئے تو بفضلہ تعالےٰ ان امراض روحانی سے پاک ہو گئے۔ نہ کفر رہا اور نہ شرک رہا۔ جب منافقین کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہو گی تو ممکن ہے کہ کئی منافق ڈر کر مخلص ہو گئے ہوں گے۔

اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ (سورۃ التوبۃ رکوع ۱۰ پ ۱۰)

(ترجمہ:- آپ ان (منافقین) کے لئے بخشش مانگیں یا ان کے لئے بخشش نہ مانگیں۔ اگر آپ ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخششیں مانگیں۔ تو بھی اللہ تعالےٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔)

ہادی کے معنی ہیں رہنما۔ وہ عبادِ الٰہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہادیوں کے امام تھے۔ اب آپؐ کے دروازے کے غلام ہادی ہوں گے ان کے سینہ میں نورِ قرآن اور زبان پر نورِ قرآن وہ دروازہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گذار کر دربار میں پہنچانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان جیسا محسن کوئی نہ وہ ماں باپ سے بھی زیادہ محسن ہوتے ہیں۔ ماں باپ عرش سے فرش پر لا ڈالتے ہیں۔ ہادی فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت میں پہنچ کر کافر اور نفاق اعتقادی کے منافق بھی شفا یاب ہو جاتے کافر مومن اور مشرک موحد ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے حضرات سے جو محبت ہوتی ہے۔ اس کا اظہار کسی نے یوں کیا ہے ؎

آرزو دارم کہ خاک آں قدم
توتیائے چشم سازم دم بدم

(میری خواہش ہے کہ میں اس پاؤں کی خاک
کو ہر دم آنکھ کا سرمہ بنائے رکھوں!)

یہ حقیقی اور دلی محبت ہوتی ہے۔ جو دو ڈھائی ہزار ماہوار تنخواہ پاتے ہیں وہ تو اپنی محنت کا معاوضہ لیتے ہیں۔ نہ ان سے محبت ہوتی ہے اور نہ اُن کی عزت ہوتی ہے۔ محبت اور عزت ان کی ہوتی ہے جو کفر سے تائب کر کے دل میں نورِ ایمان بھر دیتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔

کفر اور شرک اللہ تعالےٰ سے بغاوت ہے کافر اور مشرک باغی ہیں۔ شاہِ وقت کا باغی گرفتار ہونے سے پہلے بغاوت سے باز آ جائے تو جیل سے بچ جاتا ہے گرفتار ہونے کے بعد اگر معافی مانگ لے اور آئندہ کے لئے ضمانت دے دے تو بھی جیل سے رہا ہو جاتا ہے لیکن اگر معافی نہ مانگے تو گرفتار ہونے کے بعد جیل سے کبھی نہیں نکل سکے گا۔ بدمعاش سزا بھگت کر نکل آتا ہے باغی اعتقاداً اور بدمعاش عملاً شاہی قانون کا مخالف ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ اسی طرح کافر و مشرک اور فاسق میں فرق ہے۔ کافر اور مشرک اعتقاداً اور فاسق عملاً اللہ تعالےٰ کے قانون کے مخالف ہیں۔ موت آنے سے پہلے اگر دونوں تائب ہو جائیں تو خدا تعالےٰ کے جیل خانے یعنی جہنم سے بچ جائیں گے۔

اطباء اپنی دواؤں کی فہرست کے سرورق پر لکھا کرتے ہیں لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ (ہر مرض کی دوا ہے) جس طرح اللہ تعالےٰ کی ربوبیت نے جسمانی مرض کی دوا پیدا کر دی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید خود نہیں بولتا بلکہ ہادی بولتا ہے۔ جس طرح طبیب جسمانی مرض کا نسخہ طب کی کتابوں سے ہی تجویز کرتا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ اسی طرح ہادی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں رہنمائی کرتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کانٹا بدل دیتا ہے

جن کی زندگی کی گاڑی جہنم کی لائن پر سرپٹ جا رہی ہوتی ہے وہ جب قرآن مجید کی صحبت میں پہنچ جاتے ہیں تو یہ کانٹا بدل جاتا ہے۔ اور وہ جنت کی لائن پر چل نکلتے ہیں۔

ہو تو امراض روحانی سے شفا ہوتی ہے۔ امراض روحانی سے شفا یاب ہونے کے بعد بھی اس جہاں میں آرام نہیں ملتا۔ پھر باطل سے ٹکر ہوتی رہتی ہے۔ صحابہ کرام نے اپنی ہستی فنا کر رکھی تھی۔ لیکن پھر بھی ان کو ہجرت کے بعد ۱۲۱ غزوات وسرایا میں جانا پڑا۔ ہجرت کے بعد حضورؐ کی دس سالہ حیوٰۃ طیبہ کے ۱۲۰ مہینے بنتے ہیں۔ گویا کہ صحابہ کرام کو ہر مہینہ ایک لڑائی لڑنی پڑی صحابہ کرام کو اہل حق سے محبت تھی۔ اور اہل باطل سے ٹکر تھی۔ اب بھی تزکیہ نفس کے بعد یہی ہوگا کسی نے کہا ہے کہ "نہ اتنے میٹھے ہو کہ دوسرا ہڑپ کر جائے اور نہ اتنے کڑوے ہو کہ وہ تھوک دے۔"

تزکیہ نفس کے بعد زندگی اہل حق سے محبت اور اہل باطل سے ٹکر میں گزرے گی۔ اللہ تعالےٰ میرا اور آپ کا مرنے سے پہلے تزکیہ نفس فرمائے۔ تاکہ ہماری نجات ہو جائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت مٹی کی عاشق ہے اس جہان کی ہر چیز مٹی سے پیدا شدہ ہے۔ لکڑی کپڑا وغیرہ ہر چیز مٹی سے پیدا ہوتی ہے اکثریت انہی میں غرق ہے وہی کھلونے دے کر بہلا یا گیا ہوں۔ والا معاملہ ہے۔ ان کو بیوی۔ اولاد کوٹھی اور موٹر یہ سب چیزیں بڑی پیاری ہیں۔ انہیں میں غرق ہیں موت یاد ہے اور نہ فکر عاقبت ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اس گمراہی کے گڑھے سے نکالے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین!

کھانا کھاتے ہوئے لقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے اٹھالیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: تمھارے ہر کام کے وقت، یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی، شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہتا ہے، (لہذا جب کھانا کھاتے وقت) کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہئے کہ اس کو صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لئے چھوڑ نہ دے۔ پھر جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو بھی چاٹ لے کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس جز میں خاص برکت ہے۔ صحیح مسلم

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مورخہ ۱۵ ر شعبان المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹ ر مارچ ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

خدا تعالیٰ کے بندوں کی دو قسمیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اَمَّا بَعْد

سورۃ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ۝

(ترجمہ :- اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے ربّ کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے ۔ اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گذرا ہوا ہے)

اس آیت سے چند چیزیں برآمد ہوتی ہیں آج میں وہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی چیز جو اس آیت سے برآمد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بعض بندے ذاکر اور بعض غافل ہوتے ہیں - اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ میں اللہ کے ذاکر بندوں کا ذکر ہے ۔ ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ ان کی صحبت میں اپنے آپ کو پابند رکھیئے - وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا میں غافل انسانوں کا ذکر ہے - ہمیں ان کی صحبت سے بچنے کا حکم دے رہے ہیں - نکرِ معاش کے لئے مسلمان جہاں چاہے جائے۔ اسلام اس سے نہیں روکتا ہے۔ البتہ ایک چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حرام ذریعہ سے روزی کما کر نہ لائے۔ مثلاً شراب کی تجارت نہ کرے اور نہ شراب فروش کی دوکان پر نوکری کرے۔ جب وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو اس کے بعد ایسے شخص یا ایسی جماعت کی مجلس میں نشست و برخاست اختیار کرے جن کی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی ہے انسان پہلے خود غفلت اختیار کرتا ہے - اس کے بعد اللہ تعالےٰ بھی اسے غافلوں کی فہرست میں شامل کر دیتے ہیں - اللہ تعالےٰ کا یہ حکم در اصل اس کی اپنی غفلت شعاری پر نافذ ہوا ہے۔

دوسری چیز جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بعض بندوں کو اس دنیا میں فقط رضائے الٰہی مطلوب ہوتی ہے - یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ میں ان کا ذکر ہے - فرماتے ہیں کہ ان کو فقط اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب - محبوب اور مقصود ہوتی ہے زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا میں دنیا کی زندگی کے طالبوں کا ذکر ہے انکی زندگی کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ عمدہ قسم کا لباس زیب تن ہو پاؤں میں بہترین جوتا ہو اور سر پر ٹنگی ایسی ہو کہ لوگ دیکھ کر حیران رہ جائیں انکی خواہش یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ روپیہ کمائیں اور قابلِ رشک اور بہترین کوٹھی بنائیں یہ

تیسری چیز جو برآمد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے دائرۂ عبدیت میں بند ہوتے ہیں۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ جو اللہ تعالےٰ کی رضا کے طالب ہیں - وہ اس کی نافرمانی نہ کریں گے - دوسرے وہ ہیں جن کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں - وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا - وہ خدا کی عبدیت کے دائرہ میں بند نہیں - وہ تو متبع ہوا ہیں -

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یادِ الٰہی میں سرِ وقت شاغل رہنے والوں کی فہرست میں شامل فرمائے اور غافل ہونے سے بچائے - آمین یا الٰہ العالمین !

پہلی قسم کے لوگوں کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے۔ دوسری قسم کے لوگوں کی زندگی کا مقصد ہے دنیا کی زینت۔ ان کی کوٹھی میں خواہ نہ مصلیٰ اور نہ خدا کا نام ہو۔

ایک دفعہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم لاہور میں شریف اور دیندار رشتہ کی تلاش میں مجھے ملا - چونکہ وہ میرے حضرت رحؒ کا خادم تھا اس لئے میں نے اپنی بیوی اور ایک عورت کو اس کوٹھی میں ظہر کے قریب بھیجا جہاں وہ اپنا رشتہ کرنا چاہتے تھے۔ دنیا دار تو سوٹ - چائے کے سٹ اور صوفاء سیٹ کو دیکھتے ہیں - لیکن ہمارا ٹیسٹ اور ہے ع

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

میری بیوی نے وضو کے لئے لوٹا مانگا تو معلوم ہوا کہ کوٹھی میں لوٹا نہیں ہے - انہوں نے کسی نہ کسی طرح وضو تو کرا دیا - اس کے بعد جب مصلےٰ مانگا تو وہ بھی موجود نہ تھا - بڑی تلاش کے بعد دوسری یا تیسری کوٹھی سے منگوایا گیا - یہ ہے ذکرِ الٰہی سے غافل مسلمان ! اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ذاکرین کی فہرست میں شامل فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین !

اللہ تعالےٰ راضی ہو گئے تو رضائے الٰہی کا تحفہ قبر میں ساتھ جائے گا اور اس کے بعد میدانِ حشر میں بھی ساتھ جائے گا - جن کو اللہ تعالےٰ کی رضا محبوب ہوتی ہے - ان کو خدا تعالےٰ جو کچھ دیتا ہے وہ اسی میں بسر اوقات کر لیتے ہیں - وہ یہ نہیں کہتے کہ فلاں چیز ہو اور فلاں نہ ہو - جو لوگ حدِ عبدیت سے باہر نکل جاتے ہیں - وہ کما کر لائے - شادی غمی کے موقعہ پر خرچ کرنے میں آزاد ہوتے ہیں - جن کو احساس ہے کہ قدم دائرہ عبدیت سے باہر نکلنے نہ پائے - جب ان کا قدم باہر نکل جاتا ہے وہ فوراً توبہ کر کے دائرہ عبدیت کے اندر آ جاتے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے -

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ

باب الاستغفار مشکوٰۃ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - آدم علیہ السلام کی تمام اولاد خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سے بہترین توبہ کرنے والے ہیں)

انسان فرشتہ نہیں ہو سکتا کہ اس کا قدم دائرۂ عبدیت سے باہر ہی نہ نکلنے پائے - گناہ پر دوام اور ضد نہ ہو - جونہی قدم پھسلا فوراً معافی مانگ لے لیکن ع

گفتن و کردن فرقے دارد

دنیا دار نہ یہ باتیں کہہ سکتا ہے اور نہ اس کی صحبت

میں یہ رنگ چڑھتا ہے۔ اس رنگ کے پہلے رنگین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کا نمبر آتا ہے۔ ان میں جو رنگ تھا وہ حضور کا عکس تھا۔ صحابہ کرام کا عکس تابعین پر پڑا تھا۔ حضور کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَکَ وَ نَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَہَا
(کتاب الرقاق مشکوٰۃ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ)

ترجمہ:- ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ بوریئے پر سوئے۔ سو کر اُٹھے تو آپ کے جسم مبارک پر بوریئے کے نشان تھے۔ ابن مسعودؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ ہم کو حکم دیدیتے تو ہم آپ کے لئے بستر بنا دیتے اور آپ کے لئے آرام کے اسباب مہیا کر دیتے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا مطلب۔ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ٹھہر کر سایہ سے فائدہ اٹھالے اور پھر چل دے۔ اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے۔

اس کا عکس صحابہ کرام میں ملاحظہ ہو۔ ایک صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ باغ بہت گنجان تھا اس میں ایک پرندہ پھنس گیا وہ کبھی ادھر اڑ کر جاتا تھا اور کبھی ادھر۔ مگر راستہ نہ ملتا تھا۔ اس صحابی کا خیال نماز سے ہٹ کر اس پرندہ کی طرف لگ گیا اور وہ تماشا دیکھتے رہے جس سے انکی نماز میں خلل پڑ گیا۔ انہوں نے وہ باغ ہی خدا کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ نہ باغ ہوگا اور نہ نماز میں خلل پڑے گا۔ اگر بھوک کی وجہ سے صحابہؓ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا ہوتا تھا تو حضورؐ کے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوتے تھے۔ اب بھی اللہ تعالیٰ نے نمونے کے طور پر ایسے بندے رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ   مجھے اور آپ کو ان کی صحبت نصیب فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

کھانا تیز گرم نہیں کھانا چاہیے

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کا یہ طریقہ تھا کہ جب ثرید پکا کر ان کے پاس لائی جاتی تو وہ ان کے حکم سے اس وقت تک ڈھکی رہتی کہ اس کی گرمی کا جوش اور تیزی ختم ہو جاتی (اس کے بعد وہ کھائی جاتی) اور (اپنے اس طرزِ عمل کی سند میں) وہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ اس طرح (کچھ ٹھنڈا کر کے) کھانا زیادہ برکت کا باعث ہوتا ہے۔ (اس روایت میں اگرچہ خاص ثرید کا ذکر ہے (کیوں کہ وہاں وہی زیادہ پکتا تھا) لیکن ظاہر ہے کہ حدیثِ پاک میں جو تعلیم دی گئی ہے وہ ہر پکے ہوئے کھانے اے متعلق ہے کہ زیادہ گرم نہ کھایا جائے۔ اس کو موجب برکت بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ برکت کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ غذا کا جو مقصد ہے وہ اس طرح کھانے سے بہتر طریقہ پر حاصل ہوتا ہے۔ اصولِ طب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کھانا زیادہ گرم نہ کھایا جائے۔)

مسند دارمی

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۲۲ر شعبان المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۵ر اپریل ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد جو تقریر فرمائی وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اَمَّا بَعْد

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے :-

آفتابِ رسالت سے رُوحانی فیض حاصل کرنے کی شرائط

اللہ تعالےٰ نے اس جہاں میں روزِ ازل سے ہی دو نظام چلائے ہوئے ہیں۔

(۱) روحانی نظام (۲) جسمانی نظام

جس طرح ریل گاڑی کی دونوں لائنیں کراچی سے لنڈی کوتل تک متوازی چلتی ہیں۔ اور ایک دوسرے سے ملتی نہیں۔ اسی طرح یہ دونوں نظام متوازی چلتے ہیں۔ اور ملتے نہیں۔

روحانی نظام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے قائم رہا ہے۔ اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ جسمانی نظام کو چلانے کے لئے سعادت شرط نہیں ہے دیانت امانت۔ شرافت۔ سعادت۔ حیاء۔ شفقت علی الخلق۔ خوفِ خدا۔ یہ سب انسانیت کی صفات حمیدہ ہیں۔ اور انبیاءؑ علیہم السلام ان میں کامل مکمل ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے اللہ تعالےٰ ان کے حواریین پیدا فرماتے ہیں۔ جو انؑ کے بعد نظام روحانی کو چلاتے ہیں۔ ان کے بعد اللہ تعالےٰ جن کو توفیق عطا فرماتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے یہ نظام چلتا رہتا ہے۔ خوش نصیب ہیں اللہ تعالےٰ کے وہ بندے جو اس نظام روحانی کی کڑی بنتے ہیں۔

جسمانی نظام کو چلانے کے لئے دیانت۔ امانت شرافت۔ سعادت۔ حیاء۔ شفقت علی الخلق۔ خوف خدا وغیرہ صفات حتی کہ ایمان بھی شرط نہیں ہے۔ یورپ کا اصل استاد تو اسلام ہے۔ ہسپانیہ میں تقریباً پانچ سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ ان کے ذریعہ یورپ نے تمام علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی تھی ہندوستان کو بھی کسی زمانہ میں عروج حاصل تھا۔ اور یورپ یہاں کی تیار کردہ اشیاء کا دلدادہ تھا۔ ڈھاکہ کی ململ اور چھینٹ ساری دنیا میں مشہور تھیں۔ انگلستان کی عورتیں جرابیں ادا کرتی تھیں۔ مگر ان کا استعمال نہ چھوڑتی تھیں۔ انگریز نے ہمارے قویٰ کو مسل دیا تھا۔ ورنہ ہمارے دماغ یورپ کے دماغوں سے کم نہ تھے۔

یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے اور معتدل آب و ہوا میں دماغ حدِ اعتدال پر رہتے ہیں۔ انگلستان کی آب و ہوا سرد ہے۔ اس لئے دماغ حدِ اعتدال پر نہیں رہ سکتے۔ مثلاً یونانی طب کو لیجئے۔ انگریز کے وقت میں دفتر سے فارغ ہو کر کلرک طب کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ حکیم حاذق اور عمدۃ الحکماء اور زبدۃ الحکماء کی ڈگریاں حاصل کرتے تھے۔ نہ کسی ماہر طبیب کے ہاں تربیت پائی اور نہ عملی تجربہ حاصل کیا۔ ایسے اطباء سے یونانی طب کو کیا فروغ ہو سکتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں ڈاکٹروں کو ہر طرح کی سہولت دی جاتی تھی۔ اور انہیں عملی طور پر مشق کرنے کے لئے میو ہسپتال میں بھیجا جاتا تھا۔ یونانی طب رحمت ہے اس میں جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جاتا ہے۔ لیکن انگریز نے اس کو مسل کر رکھ دیا ہے۔ ڈاکٹری نسخہ بیس۔ پچیس روپیہ سے کم نہیں ہوتا۔ دیسی دوائی ٹکوں کی ہوتی ہے۔ کراچی کے ایک سیٹھ کا لڑکا بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر علاج پر ہزاروں روپے خرچ ہو گئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دیسی حکیم کو دکھلایا تو اس نے کہا کہ میں نے تمہارا مرض پا لیا ہے۔ اور جو نسخہ تجویز کیا اس پر کچھ بھی خرچ نہ ہوا۔ اور مریض شفا یاب ہو گیا۔ رات کو شیشم کے درخت سے پتوں کو بھگو کر صبح پینے کے لئے بتایا۔ آج کل برطانیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ روس اور امریکہ کی ایجادات آ رہی ہیں چونکہ ان کا عروج ہے۔ اس لئے ان کی ایجادات کی قدر ہے تقسیم سے پہلے ایک مسلمان نے ایجاد کی تھی کہ گاڑیاں آمنے سامنے سے آئیں اور ایک دوسرے سے ٹکرانے نہ پائیں مگر انگریز نے اس ایجاد کو چلنے نہ دیا

جس طرح روحانی ضروریات کے لئے القاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اسی طرح جسمانی ضروریات کے لئے بھی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے القاء ہوتا ہے مگر اس میں سعادت شرط نہیں ہے کسی زمانہ میں لوگ پیدل سفر کرتے تھے پھر بہلیاں اس کے بعد یکے آئے پھر ریل اور موٹریں آئیں اور اب ہوائی جہاز ہیں۔ پہلے جدہ سے مدینہ منورہ گیارہ بارہ دن میں پیدل یا اونٹوں پر پہنچتے تھے۔ اب ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ میں ہوائی جہاز پہنچا دیتا ہے۔ پہلے لسی مکھن باسی روٹی سے ناشتا ہوتا تھا۔ اب چائے ٹوس مکھن اور کیک پیسٹری سے ناشتا کرتے ہیں۔ یہ ترقی ہو گئی ؟ ٹھیک ہے ترقی ہو گئی لیکن یہ سب کچھ اس گوشت پوست اور ہڈیوں کے ڈھانچے کے لئے ہی ہوا۔ کیا انسانیت میں کوئی ترقی ہوئی ؟ انسانیت۔ خوف خدا۔ محبتِ الٰہی۔ شفقت علی الخلق دیانت۔ امانت۔ سعادت۔ شرافت۔ حیا وغیرہ صفاتِ حمیدہ کا نام ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس انسانیت کی تربیت کرتے ہیں۔ وہ یہ تعلیم دیتے ہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ

(سورۃ حٰمٓ السجدہ رکوع ۵ پ ۲۴)

(ترجمہ۔ (برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجئے جو اچھی ہے پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی۔ ایسا ہو گا گویا وہ مخلص دوست ہے)

فارسی میں اس کا کسی نے یوں ترجمہ کیا ہے ع

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اساء

سکی حماقت ہے۔ مرد کو متحمل مزاج ہونا چاہئے زبان اور دل جب پاک ہو جاتے ہیں۔ تو پھر گالی کے جواب میں گالی نہیں دیتا۔ بلکہ گالی دینے والے سے کہتا ہے کہ میری شرافت گوارا نہیں کرتی کہ میں وہ الفاظ دہراؤں۔ جو تم نے زبان سے ادا کئے ہیں۔ اگرچہ گنبد کی آواز تو یہی چاہتی ہے کہ جیسی تم نے کہی ویسی سنو۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

(سورۃ النور رکوع ۴ پ ۱۸)

(ترجمہ:- ایمان والوں سے کہہ دیجئے
کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور
اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں)
یہ مردوں کے لئے حکم ہے - آگے عورتوں کے لئے
بھی اسی قسم کا حکم ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(ترجمہ:- اور ایمان والیوں سے کہہ
دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور
اپنی عصمت کی حفاظت کریں)

مذہب تو یہ کہتا ہے - اور اللہ تعالےٰ سکھاتے ہیں - مگر ہمارے مغرب زدہ مرد اور عورتیں پردے کو ترقی کے راستہ میں ایک رکاوٹ بتلاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ سے زیادہ عقلمند ہیں - اس تمدن جدید میں عصمت کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ دو لائنیں آرہی ہیں!
(۱) روحانیت کی ۔ اس کے علمبردار انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں - ان کے ذریعہ روحانیت کی تکمیل ہوتی ہے وہ دیانت - امانت - شرافت - خوفِ خدا کی تعلیم دیتے ہیں
(۲) جسمانیت کی - یہ دونوں لائنیں قیامت تک جائیں گی۔

اب میں اصل موضوع کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سورہ یٰسین رکوع ۱ پارہ ۲۲ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ
وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ
بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ

(ترجمہ:- بے شک آپ اسی کو ڈرا
سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے
اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے -
پس خوشخبری دیدو اس کو بخشش
اور اجر کی جو عزت والا ہے)

اس آیت میں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں (۱) اتباعِ ذکر (۲) خشیت الرحمٰن - آفتاب رسالت سے روحانی فیض حاصل کرنے کی یہی دو شرطیں ہیں۔ اگر اپنے اندر بینائی ہو تو آفتاب رسالت فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دے گا - جو طالب علم پڑھنے کے لئے آتے ہیں وہ محنت کرکے کامیاب ہو جاتے ہیں - جو پڑھنے کے لئے نہیں آتے وہ محنت نہیں کرتے اور بالآخر ناکام گھر واپس چلے جاتے ہیں -
سورہ یٰسین رکوع ۵ پ ۲۳ میں بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں -

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ
الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

(ترجمہ:- تاکہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے
اور کافروں پر الزام ثابت ہو
جائے -)

جس طرح آفتاب سے استفادہ کے لئے اپنی آنکھوں میں بینائی ضروری ہے - اسی طرح آفتاب رسالت سے فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر استعداد ہو - جو روحانیت کے لحاظ سے زندہ ہیں - وہ تو فیض یاب ہو جائیں گے - اور کافروں پر اتمام حجت ہو جائے گا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں یاد کرتا زندہ اور مردہ کی مثال ہے
عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ
يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ
الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ)

اس ارشاد نبوی کی روشنی میں میں کہا کرتا ہوں کہ بینا کوئی اور اندھے سارے
آپ کہتے ہیں کہ بینا سارے اور اندھا کوئی
آپ کہتے ہیں کہ عقلمند سارے اور پاگل کوئی -
میں کہتا ہوں کہ پاگل سارے اور عقلمند کوئی آپ کہتے ہیں کہ زندہ سارے اور مردہ کوئی میں کہتا ہوں کہ مردہ سارے اور زندہ کوئی، اگر انسان مسخ نہ ہو گیا ہو اور اگر روحانی طور سے وہ زندہ ہو تو ہادی کی دعوت پر ان الفاظ میں لبیک کہتا ہے :-

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ
لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ
عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔
(سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پ ۴)

(ترجمہ - اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے - اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے)

انسان جب مسخ ہو جاتا ہے تو اس کے لئے سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی بھی بے فائدہ ہوتی ہے مسخ شدہ لوگوں کا ذکر اللہ تعالےٰ یوں فرماتے ہیں :-

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ
خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ
وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۃ البقرہ رکوع ۱ پ ۱)

(ترجمہ - بیشک جو لوگ انکار کر چکے ہیں برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے)

سورۃ البقرہ رکوع ۹ پ ۱ میں بھی ان کا ذکر فرماتے ہیں:-

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ
خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(ترجمہ:- ہاں جس نے کوئی گناہ کیا اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا - سو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے -)

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب رسالت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین - اس کے لئے اپنے اندر ایمان کی ضرورت ہے - ایمان کی منڈیاں ہیں یا بد - دو کا نداز ہے عالم ربانی - دوکان ہے اس کا سینہ پونجی ایمان، مال ہے قال اللہ و قال الرسول - اگر مسلمان ایمان کی پونجی لے جا کر کسی عالم ربانی سے قرآن مجید اور احادیث سنے گا تو انشاء اللہ ہدایت ہو جائے گی -

مسلمانوں پر بحیثیت مسلمان ہونے کے ذمہ داری

یہ وہ خطبہ ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے انجمن حمائت اسلام کے سالانہ جلسے میں پڑھا

صدر محترم اور معزز حاضرین۔ انجمن حمایت اسلام کے بانی حضرات کے اخلاص کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اُنہوں نے آٹے کی مٹھیاں اپنے گھروں سے جمع کر کے مسلمانوں کی علمی بہتری کے لئے پودا لگایا تھا۔ آج وہ ایک ادارہ کی صورت میں لاکھوں روپوں کی جائیداد کا مالک ہے اور ان کی انجمن کی تحویل میں لاہور ہی میں ایک اسلامیہ کالج مردانہ، ایک اسلامیہ کالج زنانہ اور تین ہائی سکول ہیں۔ جو شیرانوالہ دروازہ ہائی سکول اور وطن ہائی سکول اور بھاٹی دروازہ ہائی سکول کے ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کے ہزاروں بچے تعلیم پا رہے ہیں۔ اور اس انجمن کے فیض یافتہ نوجوان بیسیوں کی تعداد میں سرکاری عہدوں میں ممتاز آسامیوں پر جاگزین ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ انجمن حمائت اسلام کی ترقی کے دو سبب ہیں۔ پہلا بانیان انجمن کی مخلصانہ جدوجہد جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور دوسری انجمن حمائت اسلام نے مسلمانوں کے یتیم بچوں اور بچیوں کی خدمت جو اپنے ذمہ لی ہوئی ہے۔ اس خدمت کے صلہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری انجمن کو بہت برکت عطا فرمائی ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو اپنے بزرگوں کی اس امانت کو قیامت تک محفوظ رکھنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

کس اسلام کی حمائت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اصلی احمدی محمدی اسلام کے علاوہ اسلام کی بہتر قسمیں اور بھی پیدا ہوں گی۔ اگرچہ ان قسموں والے بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہیں گے مگر وہ اصلی نہیں ہوں گے، اصلی اسلام کا سنگِ بنیاد دو چیزوں پر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

تركت فيكم امرين ان تضلوا ما تمسكتم بهما ؟ ترجمہ: میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ لاہور کے قیام کے بعد بانیان انجمن میں سے مجھے ایک بزرگ حاجی شمس الدین صاحب مرحوم سے بعض اوقات ملنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے۔ بحیثیت بانی ہونے کے ان کا مزار بھی اسلامیہ کالج کے احاطہ میں موجود ہے۔ میں نے انہیں اس اسلام کا پابند پایا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اسلام، ما انا علیہ و اصحابی فرمایا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بانیانِ انجمن حمائت اسلام نے اصلی۔ کھرے اور سچے اسلام کی حمائت کے لئے یہ پودا لگایا تھا۔ اللّٰهم اغفر لهم وارحمهم وانت خير الرّاحمين

اصلی اسلام کا منبع

اصلی اسلام کا منبع قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اعلان فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون ○ (سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے ذکر (قرآن مجید) کو نازل فرمایا ہے اور بیشک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

کس کس چیز کی حفاظت

اللہ جل شانہٗ کی حفاظت کی ذمہ داری میں مندرجہ ذیل چیزیں آ جائیں گی:۔

(۱) اس کے نقوش (۲) اس کے تلفظ (۳) اس کے معانی (۴) اس کے مطالب (۵) اس کے مصالح (۶) اس کے حکم۔ غرضیکہ اس کے قال اور اس کے حال سب کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔ الحمد للہ آج ۱۳۷۵ھ تک یہ سب چیزیں محفوظ ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ قیامت تک محفوظ رہیں گی۔

احسان فراموشی ہوگی

اس سلسلۂ تحفظ میں اگر ان مبارک ہستیوں کا ذکرِ خیر نہ کیا جائے۔ جن کی محنتِ شاقہ کی برکت سے موجودہ دور کے مسلمانوں تک یہ چیزیں پہنچی ہیں۔ تو یہ فرد گذاشت یقیناً احسان فراموشی ہو گی۔ ان حضرات کی فہرست جن کے ذریعہ سے قرآن مجید آج تک محفوظ رہا ہے۔

۱۔ عربی رسم الخط میں لکھنے والے کاتب

اللہ تعالیٰ ان کاتبوں کی قبروں پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے نسلاً بعد نسلٍ اس عربی رسم الخط کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جس میں کہ قرآن مجید زمانۂ رسالتمآب میں لکھا گیا تھا

۲۔ تلفظ کی حمائت کرنے والے

اللہ تعالیٰ ان ناظرہ قرآن مجید پڑھانے والے اساتذہ کرام اور حفاظ قرآن مجید کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جن کی برکت سے نقوشِ قرآن کا صحیح تلفظ محفوظ رہا ہے۔

۳۔ معانی اور مطالب کی حفاظت کرنیوالے

اللہ تعالیٰ ان علمائے کرام کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جن کی محنتِ شاقہ سے قرآن مجید کے معانی اور مطالب محفوظ رہے۔ اوّل ان حضرات نے اپنی عمرِ عزیز کا کافی حصّہ صرف کر کے اپنے اساتذہ کرام سے قرآن مجید کے مطالب سمجھے اس کے بعد آئندہ آنے والی نسل کو وہ سمجھائے

۴۔ مسلمانوں پر محدثین کا احسان

برادرانِ اسلام یہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ قرآن مجید انسان کے ہر شعبۂ حیات کے لئے مکمل دستور العمل ہے،

جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے معتمد علیہ کا اعلان نمبر ۱

مسٹر جناح مرحوم نے اگست ۱۹۴۴ء میں مسٹر گاندھی کو لکھا تھا۔ "قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری عسکری اور تعزیری۔ معاشی اور معاشرتی۔ غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں، مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امورِ حیات تک۔ روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیوی زندگی میں جزاء و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزاء و سزا تک ہر فعل و قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

اعلان نمبر ۲

قائدِ اعظم مرحوم کا ۱۹۴۵ء عید کا پیغام

"ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے یعنی مذہبی۔ معاشرتی، تجارتی۔ تمدنی۔ عسکری۔ عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔"

حاصل

مسٹر جناح مرحوم کے دونوں اعلانوں کا حاصل

یہ ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کے لئے مکمل ضابطۂ حیات انسانی ہے۔

جائے اُستاد خالی است

ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ کہ قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات انسانی ہے۔ بایں ہمہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب تک مصنّف اپنے عندیہ کو خود واضح نہ کرے۔ بعض مقامات پر اُس کی مراد سمجھ میں نہیں آتی، اِسی لئے کہا گیا ہے۔ "تصنیف کا مصنّف نکو کند بیاں" جب انسانی تصانیف کا یہ حال ہے تو انصاف سے فرمایئے۔ کہ اللہ جلّ شانہٗ کی تصنیف کے سمجھنے کے لئے کسی معلّم کی ضرورت نہیں ہے، اِسی نظریہ کے ماتحت اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی مقدّس کتاب کا معلّم سیّد المرسلین، خاتم النّبیّین علیہ الصّلٰوۃ والسّلام کو تجویز فرمایا ہے یٰۤ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَاب" اور وہ (رسول) لوگوں کو کتاب یعنی قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔

حدیث رسولؐ قرآن مجید کی شرح ہے

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی کتاب مقدّس کا معلّم تجویز فرمایا ہے اور آپ کو یہ سارٹیفکیٹ بھی عطا فرما دیا ہے وما ینطق عن الھویٰ ۞ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۞ سورۃ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ:۔ اور نہ وُہ (رسول) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے، یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے، اِس لئے قرآن مجید کی شرح اور مرادِ الٰہی کی تعیین فقط حضورِ انور کے ارشادات سے ہوگی، جسے حدیث رسول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف کی حفاظت کی ذمہ داری

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہُوا ہے اور یہ پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے وہ بعض اوقات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سمجھانے کے سوا معلوم نہیں ہو سکتی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ارشاد کردہ مراد ہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ لہٰذا

محدّثین پر کروڑوں رحمتیں

نازل ہوں، جنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات کو ۱۳۷۵ھ تک نسلاً بعد نسلٍ محفوظ رکھنے کی سعی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے اور ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور انشاء اللہ تعالیٰ ارشادات نبویّہ کے خدّام کی یہ مقدّس جماعت قیامت تک اپنے فرضِ منصبی کو انجام دیتی رہے گی۔ اور ان حضرات کی سعی جمیل کی برکت سے قرآن مجید اپنے اصلی رنگ میں زندہ و تابندہ رہے گا، ورنہ جو لوگ آج یہ کہہ رہے ہیں کہ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی آئی ہیں، جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ محض گمانِ صحت ہے نہ کہ علم الیقین" اگر کل کو یہ لوگ ایک چھلانگ اُوپر لگا کر یہ کہہ دیں کہ قرآن مجید چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتا آیا ہے، جس سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ محض گمانِ صحت ہے نہ کہ علم الیقین۔

اِس لئے ضرورت ہے

کہ ان شر پسند عناصر کو قرآن مجید کے حصار یعنی علم حدیث شریف پر حملہ کرتے وقت ایسے منہ توڑ جواب دیئے جائیں کہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں اور ہمتیں ہار جائیں۔ انشاء اللہ یہ حصار قیامت تک قائم رہیگا اور قرآن مجید اپنی اصلی شان میں موجود رہے گا۔

حق پرست علماء کرام کی حدیث شریف سے عقیدت

الحمد للہ، ثم الحمد للہ۔ حق پرست علماء کرام کو حدیث شریف کے صحیح ذخیرہ پر اتنا وثوق اور یقین کامل ہے کہ اگر کوئی ظالم دشمن اسلام یہ چیلنج دے کہ اسے حدیث شریف کے ذخیرہ کو صحیح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے واقعی ارشادات تسلیم کرنے والو، اگر تم سچے ہو تو اس نظریہ پر جان کا ہدیہ پیش کرو تو مجھے حضورِ انور کی اُمّت پر پورا یقین اور بھروسہ ہے، کہ بڑی خوشی سے چھاتی میں تھری ناٹ تھری کی گولی کھانے کے لئے بے شمار مجاہد سامنے آئیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ اِسی شہر لاہور میں سے ایک بہت بڑی تعداد ایسے مجاہدین کی نکل آئے گی

مفسّرین حضرات کا احسان

اللہ تعالیٰ نے آج سے ۱۳۷۵ھ سال پہلے قرآن مجید کی حفاظت کرنے کا ذمّہ لیا تھا۔ الحمد للہ وہ حفاظت کا ذمہ آج تک باحسن وجوہ پورا ہوتا رہا ہے۔ اِس حفاظت میں حضرات مفسّرین کا بھی معتدبہ حصّہ ہے۔

فرائض میں امتیاز

محدّثین اور مفسّرین حضرات تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہر قول و فعل اور ہر نقل و حرکت کی حفاظت اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں جو آپؐ نے قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں فرمائے ہوئے ہیں۔ یہ حضرات ان ارشادات کو بالاستیعاب اپنی تفاسیر میں ذکر فرماتے ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ وتقبل اللہ سعیہم۔

صوفیائے کرام کا احسان

اصلی اور سچے اسلام محمدیؐ کی حفاظت کرنے والی جماعتوں میں ایک جماعت صوفیائے کرام کی بھی ہے۔ صوفیائے دراصل حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یزکیہم کے فرض منصبی کو انجام دیتے ہیں۔ یزکیہم کا ترجمہ یہ ہے، کہ آپؐ اپنے تابعداروں کو پاک کرتے ہیں۔ طہارۃ سے مراد ظاہری بدن کی پاکیزگی ہوتی ہے۔ اور تزکیہ سے مراد باطنی امراض سے شفاء ہوتی ہے۔ فخر الاوّلین والآخرینؐ نے جس طرح بدن اور کپڑوں کے پاک رکھنے کی تعلیم دی ہے اسی طرح آپؐ کی مبارک صحبت کی برکت سے صحابہ کرام باطن کی روحانی بیماریوں (مثلاً کبر اور عجب وغیرہ) سے بھی پاک ہو جاتے تھے۔

باطن کی پاکیزگی کی ایک مثال

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہونے والا ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور حضرت عمرؓ کا یہ حال ہے۔ کہ حضرت حذیفۃ بن الیمان سے پوچھا کرتے تھے۔ جن کے پاس حضورِ انورؐ کی بعض راز کی باتیں ہُوا کرتی تھیں کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

حاصل

اس واقعہ کا یہ ہے کہ انسان کے اندر سے خودی اور انانیت ایسی نکل جائے۔ کہ باوجود باکمال ہونے کے اپنے اندر کوئی خوبی اور حسن نظر ہی نہ آئے۔

سچّے صوفیائے کرام کی خدمت

سچّے صوفیائے کرام مزکّی اکبر کی نیابت میں آپؐ کی اُمّت کی یہ خدمت انجام دیتے آ رہے ہیں کہ وہ باطنی امراض مہلکہ سے شفایاب ہو جاتا ہے اگر اس مقدّس جماعت کا وجود مسلمانوں میں نہ ہوتا تو بعض اسلام کی مسلّمہ چیزوں کا ہمارے پاس کوئی عملی ثبوت نہ ہوتا۔

مثلاً

ایک اِسلام کا مخالف اسلام پر اعتراض کرتا ہے کہ اِسلام میں عذاب قبر کا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ ہم بیسیوں قبریں کھودتے ہیں۔ مگر وہاں عذاب نظر نہیں آتا۔ ایسے منکرین سے میں کہتا ہوں کہ قبر کا عذاب اِن ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتا۔ اِس کے لئے کسی صوفی کامل کی صحبت میں رہ کر اپنی رُوحانیت کی تربیت کرانے کی ضرورت ہے۔ جب رُوحانیت کی تربیت مکمل ہو جائے گی تو انشاء اللہ تمہیں ایک منٹ سے بھی پہلے اندازہ ہو سکے گا کہ اس شخص کی قبر بہشت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا ہے

باقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبد الرحمٰن خان صاحب

رمضان المبارک سے پہلے آخری مجلس ذکر ۵ اپریل ۱۹۵۶ء کو منعقد ہوئی جس کی کارروائی شمارہ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء (قرآن نمبر) میں ہدیہ قارئین کی گئی تھی۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح کی وجہ سے مجلس کا انعقاد نہیں ہو سکا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ کے التوا کے بعد آج مورخہ ۶ شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۵۶ء کو دوبارہ مجلس ہوئی۔ اس میں مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی۔ وہ ذیل میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

ایمان کامل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس خواص کے لئے ہے۔ جن کا آپس میں اللہ اللہ کرنے میں اشتراک عمل ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور آپ سب سے راضی ہو جائے۔ اور ہمیں دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائے۔ قیامت کے دن خونی رشتے کام نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (سورہ عبس پارہ ۳۰)

(ترجمہ:- اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا۔ جو اس کو اور طرف متوجہ ہونے نہ دے گا)

دوسری جگہ فرمایا:-

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (سورۃ الزخرف رکوع ۷ پ ۲۵)

(ترجمہ:- تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے بجز پرہیزگاروں کے)

اس دن رشتہ داری کی وجہ سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کی بناء پر جو تعلق ہوگا وہ کام آئے گا۔ دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ اور وہ ہم کو بے انتہا نعمتیں دیتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے طمع کے یار ہیں۔ کہ جب تک ایک بھی کلمہ گو جہنم میں ہوگا اپنے مقام محمود پر چین سے تشریف نہ رکھیں گے۔ ان دونوں کے بعد اللہ والوں کو بے طمع کا یار دیکھا۔ اپنے دونوں مربیوں اور دوسرے اولیاء کرام کے ہاں یہی دیکھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہیں رکھتے۔ ایک معزز شریف گھرانے کی عورت جو دراصل سندھ کی رہنے والی تھی۔ اور وہ کسی ضرورت کی بناء پر امیر شریف گئی ہوئی تھی۔ وہاں سے اس نے ایک شخص کو حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ میں حاضر خدمت نہیں ہو سکتی آپ مجھے اللہ کا نام سکھانے کے لئے تشریف لایئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے۔ میں نے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کبھی ایک پیسہ نذرانہ پیش نہیں کیا۔ اس لئے کہ کچھ ہوتا ہی نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کہیں سے ۲۵/- روپے دیدیتے تو ان کی خدمت میں پہنچ جاتا تھا۔ وہ پچھلے تو سمجھتے اور فرماتے کہ میرا بیٹا آ گیا۔ ہماری اماں کو کہلا بھیجتے کہ احمد علی آیا ہے۔ گیہوں کی روٹی پکا کر بھیجو۔ مکھن بھیجو۔ شہد بھیجو۔ وہ سید اور میں امتی۔ یہ محبت کیوں تھی۔ اس لئے کہ میں لاہور سے اللہ کا نام سیکھنے جاتا تھا۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ سے کسی نے ایک چوغہ تحفہ بھیجا۔ میں نے اسے کھول کر بھی نہ دیکھا۔ وہ لے جا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب ان کی محبت یاد آتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو وہاں سے کچھ شہزادیاں مال غنیمت میں آئیں۔ آپ نے وہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے حضور میں بھجوا دیں اور فرمایا کہ یہ شہزادیاں شہزادوں کے ہی لائق ہیں۔ خیر یہ تو تمہید ہی تھی میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ایمان کامل۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کامل کی پہچان کرائی ہے۔ آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو:-

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

(ترجمہ:- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کے لئے محبت کی۔ اور اللہ کے لئے بغض رکھا اور اللہ کے لئے دیا۔ اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روکا۔ پس تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جب تک زندہ رکھے قرآن مجید پر عمل کرنے اور حضور کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا سے ایمان کامل سے اٹھائے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین!

ایمان کامل والوں کو کسی سے کوئی طمع نہیں ہوتی کسی سے دوستی ہے تو اللہ کے لئے کسی سے ناراضگی ہے تو اللہ کے لئے۔ ذاتی غرض کوئی نہیں ہوتی مثلاً کوئی رشتہ دار بے نماز ہے تو وہ اس سے اس لئے نہیں ملتے کہ وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ اگر وہ آج اللہ کا فرمانبردار بن جائے۔ برائیاں چھوڑ دے اور نماز پڑھنے لگے تو وہ اس سے ملنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اللہ کے لئے۔ دنیا کی واہ واہ اور نام و نمود پیش نظر نہیں ہوتی۔ نام و نمود ریاء ہے اور ریاء کو حضور نے شرک اصغر (چھوٹا شرک) فرمایا ہے شیطان الیاالعین ہے کہ وہ عمل صالحہ کو برباد کرنے کے لئے اس میں ریاء کا زہر ملا دیتا ہے۔ اخلاص ہو تو عبادت قبول ہوتی ہے۔

اخلاص یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور غیر اللہ کے لئے نہیں ہے۔ غیر اللہ کی نفی بھی ضروری ہے۔

دوسری علامت کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں ہے:-

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ (رواہ فی شرح السنہ)

(ترجمہ:- حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ

کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ: جب کسی کے کھانے پینے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر نکال دو، کیونکہ اس کے دو بازوؤں میں سے ایک میں بیماری (پیدا کرنے والا مادہ) ہوتا ہے اور دوسرے میں (اس بیماری کے اثر کو (دفع کر کے) شفا دینے والا مادہ ہوتا ہے، اور وہ اپنے اس بازو سے جس میں بیماری والا مادہ ہوتا ہے بچاؤ کرتی ہے، (یعنی جب کسی چیز میں گرتی ہے تو اس کے بل گرتی ہے اور دوسرے بازو کا بچانا چاہتی ہے) تو کھانے والے کو چاہئے کہ مکھی کو غوطہ دے کر نکال دے۔ (پھر اگر دل مانے تو کھالے ورنہ چھوڑ دے، اس کھانے کے نہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔) سنن ابوداؤد

علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں)

یہاں بھی ایمان کامل ہی کا ذکر ہے نہ کسی رسم و رواج اور نہ برادری کی پروا ہو جو اللہ اور حضور کی طرف سے آئے وہی محبوب مقصود اور مطلوب ہو۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ اس میں کوئی استثنا نہیں کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہے۔ اس فن کے کامل کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی۔ ادھر بھی یہی قاعدہ ہے۔ ع

بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد
گفتن دکردن فرقے دارد

جب تک صحبت نہ ہو رنگ نہیں چڑھتا اور قال حال نہیں بنتا۔ کسی نے کہا ہے ؎

آنچہ از دل می خیزد بر دل می ریزد

صحبت سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے لحاظ سے فائدہ ہوتا ہے۔ کامل گھول کر نہیں پلاتے وہ دل ہی دل میں کچھ ڈال دیتے ہیں۔)

اول تو اولیاء اللہ کا ملنا مشکل ہے۔ اگر مل جائیں تو ان سے ہر شخص فائدہ نہیں اٹھا سکتا ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

عقیدت۔ ادب اور اطاعت ہو تو فیض ہوتا ہے ورنہ

بے ادب محروم ماند از فضل رب

یہ سبق ہے۔ علامتیں میں نے عرض کر دی ہیں۔ دیکھا کیجئے کہ ہم قرآن کا اتباع کرتے ہیں یا برادری محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو دنیا سے ایمان کامل کے ساتھ اٹھائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

مجلسِ ذکر

مرتبہ :—— چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۱۳ شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد:— میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے۔ جن کو اللہ اللہ کرنے کا تعلق مجھ سے ہے۔ ان احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ سرکاری مدارس میں نہ تعلیم ہوتی ہے اور نہ تربیت۔ دینی مدارس میں تعلیم تو ہوتی ہے۔ مگر تربیت نہیں ہوتی۔ تعلیم سے ایک چیز سمجھ میں آ جاتی ہے۔ لیکن عملی رنگ نہیں چڑھتا۔ تربیت سے قال حال بن جاتا ہے۔ خطبہ جمعہ اور صبح کے درس قرآن مجید میں تعلیم ہوتی ہے۔ اس مجلس میں جو کچھ میں عرض کرتا ہوں۔ وہ اس جماعت کی اصلاح باطن کے لئے مفید ہوتا ہے بیعت لینے والے اور کرنے والے دونوں کی کچھ ذمہ داری ہوتی ہے۔ بیعت لینے والے کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس سے پوچھ بیٹھے کہ میں نے اتنے بندوں کو جو تیرے دامن سے وابستہ کر دیا تھا تو نے ان کی کیا رہنمائی کی تو وہ اپنے بچاؤ کے لئے کوئی تسلی بخش جواب دے سکے۔ اسی طرح بیعت کرنے والے کو بھی اگر قیامت کے دن پوچھا جائے کہ میں نے اپنے فلاں بندے سے جو تجھ کو وابستہ کر دیا تھا۔ اس نے جو تیری رہنمائی کی تھی اس پر عمل کیا تھا۔ تو وہ اپنی صفائی دے سکے۔ میری آج کی تقریر کا عنوان ہے

دُنیا میں مُؤمن کو کس طرح رہنا چاہئیے؟

یہ ایک مستقل نظریہ ہے کہ مؤمن کو دُنیا میں کس طرح رہنا چاہئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :—

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّہَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

قُلْ اَؤُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ ط لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّہِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَہَّرَۃٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ

(سورہ آل عمران۔ رکوع ۲ پ ۳)

ترجمہ :—لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ کہدے کیا میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں۔ پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک عورتیں ہیں۔ اور اللہ کی رضا مندی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

فرماتے ہیں انسان کو خواہشات بڑی پیاری ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے بیوی کا نام لیتے ہیں۔ پھر بیٹے بڑے پیارے۔ بیوی بچے کو پہلے ہی تیار رکھتی ہے۔ دفتر سے بابو صاحب آئے اور بچے کو سیر کرانے کے لئے باغ میں لے گئے۔ عصر کی نماز بھی گئی اور مغرب کی بھی گئی بعض روایات میں عورتوں کو حبائل الشیاطین کہا گیا ہے۔ جس طرح بھینسے کے گلے میں رسّہ ڈالدیا جائے تو وہ کہیں جا نہیں سکتا۔ اسی طرح بیوی کا رسہ گلے میں ڈالا جائے تو وہ محبوب ہو جاتی ہے اور ماں روتی رہتی ہے۔ بعض مائیں میرے پاس روتی ہوئی آتی ہیں ابھی چند دن ہوئے ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند عیاش ہے۔ میرے پانچ لڑکے ہیں۔ سب سے بڑا لڑکا ہزار روپیہ تنخواہ لیتا تھا۔ اب چھ سات مہینے ہوئے وہ بدبخت مر گیا ہے۔ باقی چار بھی معقول تنخواہیں لیتے ہیں۔ لیکن میں ان کی کمائی سے ایک پیسہ کی بھی روا دار نہیں۔ میں نے ان پانچوں کو محنت مزدوری کر کے پڑھایا۔ جب بڑے لڑکے سے کچھ مانگتی تھی تو وہ جواب دیتا کہ میں کچھ نہیں دوں گا۔ میری بیوی دیتی ہے۔ تو لے لے۔ اگر کبھی اپنی محنت مزدوری کا ذکر کرتی ہوں تو سب یہی جواب دیتے ہیں کہ مائیں ایسا کرتی ہی ہیں۔ تم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ میں نے کہا۔ صبر کرو۔ پہلے بیٹوں کے لئے محنت مزدوری کرتی تھی۔ اب اپنے لئے کرلو۔

اگر مرد مر جائے تو عورت اولاد کو کسی نہ کسی طرح خوش رکھتی ہے۔ لیکن اگر عورت مر جائے تو مرد اولاد کو خوش نہیں رکھ سکتا۔

بیوی بچے بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے آگے فرمایا کہ سونے چاندی کے ڈھیر بھی بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ آجکل تو مربع

ہیں۔ لیکن پہلے زمانہ میں سواری کے لئے گھوڑے ہوتے تھے۔ اس لئے گھوڑوں کا بھی ذکر فرما دیا۔ دودھ پینے کے لئے گائے بھینس چاہئے ان کے لئے کھیتی باڑی چاہئے کھیتی کے لئے بیل چاہئیں۔ یہ سب انسان کی مرغوب طبع چیزیں ہیں۔ ان سب کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

یہ سب دُنیا کا ساز و سامان ہے!

اللہ کے ہاں بہتر بازگشت ہے۔ واللہ عندہٗ حسن المآب

بیوی۔ اولاد اور برادری سب طمع کے یار ہیں۔ بیوی کو کما کر دیتے جائیے تو خوش۔ اگر نہ دیں تو منہ سجائے گی۔ بچے کو پیسہ نہ دیں تو پھر دیکھئے کیا کرتا ہے۔ روئے گا۔ دولتیاں چلائے گا۔ اُوصی نفسی اولاً وایاکم بعدہ۔ پہلے اپنے نفس سے اور پھر آپ سے کہتا ہوں کہ ہمیں سمجھایا جا رہا ہے کہ ان سب چیزوں کو مقصود بالذات نہ بنانا۔ مقصود بالذات فقط اللہ کی ذات ہو۔ ٹھیک ہے بیوی چاہئے۔ تاکہ خود روٹی پکانی نہ پڑے اور نماز میں ہرج واقع نہ ہو۔ اولاد کی اس لئے خواہش ہونی چاہئے کہ ہمارے مرنے کے بعد دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ ہو:۔

عن ابن عمرؓ قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریبٌ اَو عابرُ سبیل و عُدَّ نفسک فی اھل القبور

(رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ (حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑا۔ پھر فرمایا دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو مسافر ہے۔ اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کر)

اسباب دنیا بے شک بہم پہنچائیے۔ لیکن یہی سمجھا جائے کہ ہم مسافر ہیں۔ اسباب دنیا مقصود بالذات نہیں۔ یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر جانا پڑیگا۔ یہ تو حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اب اس کا نمونہ خود بن کر دکھاتے ہیں۔

عن ابن مسعودؓ انّ رسول اللہ علیہ وسلم نام علی حصیرٍ وقد اثّر فی جسدہٖ فقال ابن مسعودٍ یا رسول اللہ لو امرتنا ان نبسط لک ونعمل فقال مالی وللدنیا وما انا والدنیا الا کراکبٍ استظلّ تحت شجرۃٍ ثم راح وترکھا

(کتاب الرقاق مشکوٰۃ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ:۔ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوریئے پر سوئے۔ سو کر اٹھے تو آپ کے جسم مبارک پر بوریئے کے نشان تھے۔ ابن مسعودؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر آپؐ ہم کو حکم دیدیتے تو ہم آپؐ کے لئے بستر بنا دیتے اور آپؐ کے لئے آرام کے اسباب مہیا کر دیتے آپؐ نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا مطلب میری اور دُنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے ٹھہر کر سایہ سے فائدہ اٹھائے اور پھر چل دے (اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے)

سب کچھ ہو لیکن دل میں خدا کے سوا کچھ نہ ہو ع

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو!
کہ گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخواست

میں نے پہلے قرآن مجید اور پھر احادیث عرض کیں۔ قرآن مجید اصل ہے۔ حدیث شریف میں اس کی تفصیل ہوتی ہے۔ مقصود بالذات فقط اللہ کی ذات ہو۔ جو چیز بھی اللہ کے نام سے ٹکرائے اس کو اڑا دیا جائے۔ مقصود اور غیر مقصود میں یہی فرق ہوتا ہے کہ تصادم کے وقت مقصود کو بحال رکھا جاتا ہے اور غیر مقصود کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ مثلاً گھر میں بیوی اور نوکرانی کی اگر ٹکر ہو تو نوکرانی کو نکال دیا جاتا ہے۔ بیوی کو کوئی نہیں نکالتا۔

اب دیکھئے ساری دنیا کس طرح اللہ کے مقابلہ میں اُڑتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ الاٰیہ

(سورۃ المجادلۃ رکوع ۳ پ ۲۸)

(ترجمہ:۔ آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتی ہو جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہوں۔ گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے)

جن کو اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ وہ باپ کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اللہ کو نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح بیٹوں۔ بھائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اللہ کو ناراض نہیں کرتے۔ جو باپ بیٹوں اور بھائیوں کو چھوڑ سکتا ہے۔ اس کے لئے بیوی کو چھوڑنا مشکل نہیں۔ وہ تو ہے ہی غیر۔ چار بیویاں اور سولہ بیٹے ہوں۔ اور وہ اللہ سے نہیں ٹکراتے تو ان سے ہماری نبھ جائے گی۔ فہو المراد۔ لیکن اگر ایک ہی بیوی ہو اور وہ اللہ سے ٹکرائے تو اس کو بھی اڑا دیا جائے گا۔ بیوی اولاد اور برادری کئی کام خلاف شرع کرا لیتی ہے۔

اس آئینہ میں مسلمان کا منہ دیکھئے! اکثریت اسباب دُنیا کو مقصود بنائے بیٹھی ہے قرآن کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت ہو تو پھر اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں کسی کی پروا نہیں رہتی۔ قرآن کی تعلیم سے جرأت ایمانی پیدا ہوتی ہے۔ دل ہے زمین۔ کلمہ طیبہ ہے بیج۔ چشمۂ آبحیات ہے قرآن۔ ہادی ہے پانی دینے والا۔ یہ نسخہ ہے۔ اس سے یقیناً شفا ہو جائے گی۔

حاصل

یہ نکلا کہ مومن کو دُنیا میں اس طرح رہنا چاہئے کہ اللہ کی رضاء مقصود ہو۔ اس کے حاصل کرنے کے ذرائع کتاب وسنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ذرائع سے مجھے اور آپ کو فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ قرآن کی تعلیم اور صحبت سے ایمان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ صحبت کے متعلق اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

یہ وہ ہیں جو رات دن یاد الٰہی میں شاغل رہتے ہیں۔ ان کی زندگی بھی محمود اور موت بھی محمود۔

اگر اللہ تعالےٰ کی رضا کو مقصود بالذات نہ بنایا تو پھر دنیا میں بے چینی اور آخرت میں عذاب ہوگا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى الاٰیۃ

(سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پ ۱۶)

مجلسِ ذکر

مرتبہ :——— چوہدری عبد الرحمٰن صاحب

آج مورخہ ۲۰ شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۵۶ء کو مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

فرائضِ عبدیّت

بسم اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم
اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اما بعد قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْن
(سورہ الحجر۔ رکوع ۶ پ ۱۴)

ترجمہ :- آپ اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیئے، یہاں تک کہ آپ کو پیغام موت آجائے۔

انسان پر بندۂ خدا ہونے کی وجہ سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ سب عبدیت کے دائرہ میں آتی ہیں، ذمہ داریوں سے میری مراد فرائض ہے۔

عبدیت کی ذمہ داریاں دو قسم کی ہیں:-

(۱) وہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، مثلاً کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔

(۲) وہ جن کا تعلق مخلوق خدا سے ہے مومن ان ذمہ داریوں کو بھی خدا کا حکم سمجھ کر نبھاتا ہے، اس پر کوئی ایسی ذمہ داری نہیں جو خدا کی طرف سے عائد نہ کی گئی ہو، وہ سب ذمہ داریاں اللہ کے لئے نبھاتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (سورہ البقر رکوع ۱۰ پ ۱)

ترجمہ :- اور ماں باپ سے حسن سلوک کرنا،

والدین اگر کافر بھی ہوں تو ان سے حسن سلوک کا حکم ہے۔

سورہ لقمان رکوع ۲ پ ۲۱ میں فرماتے ہیں
وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔ الآیہ۔

ترجمہ :- اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ بھی چیز کو شریک ٹھہرائے، جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو تم ان دونوں کا کہنا نہ مانو، اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

ہم کافر والدین کی بھی خدمت اس لئے کریں گے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

رشتہ داروں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ الآیہ
(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پ ۱۵)

ترجمہ :- اور قرابت داروں کو ان کا حق دے دو۔

رشتہ داروں سے ہم اس لئے حسن سلوک کریں گے کہ اللہ کا حکم ہے۔ برادری کی اس لئے خدمت کریں گے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے، یہ تو قرآن ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات قرآن مجید کی تفسیر ہوتے ہیں، وہ بھی سنئے:-

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِیْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا
(رواہ البخاری)

ترجمہ :- ابن عمرؓ سے روایت ہے، کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ دینے والا ہے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے۔

اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماتحت ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے ہاں شادی پر ان کو بلائیں، جو ہم کو نہیں بلاتے، لیکن اس موقعہ پر قرآن مجید کا یہ حکم بھی پیش نظر رہے۔

لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰىهُ اللّٰهُ الآیہ (سورہ الطلاق رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ :- چاہیئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو۔ پس چاہیئے کہ وہ جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے، اس میں سے خرچ کرے۔

اگر دال روٹی کھلا سکتا ہے تو ضروری نہیں کہ گوشت روٹی کھلائے، ماں، باپ، بیوی، اولاد، اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملہ اللہ کی رضاء کے ماتحت کرنا بھی عبدیت میں آئے گا، یہ خیال نہیں ہونا چاہیئے کہ خدمت کا کچھ معاوضہ بھی ملتا ہے یا نہیں ہمیں تو اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا ہے، اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی رضاء کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ یہ اللہ والوں کی زندگی ہے اس کے مقابلہ میں دنیا دارانہ زندگی یہ ہے کہ جو ان سے بولتا ہے، اس سے بولتے ہیں، جو نہیں بولتے وہ ان سے نہیں بولتے۔

انسان کے بے شمار دشمن ہیں جو اس کو اللہ کے دروازہ سے دور ہٹانے کے لئے ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں، ان میں سے دو دشمن تو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

(۱) نفس

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ
(سورہ الجاثیہ رکوع ۳ پ ۲۵)

ترجمہ :- کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

یہ نفس ہے۔

(۲) شیطان

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (سورہ ص رکوع ۵ پ ۲۳)

ترجمہ :- (شیطان نے) کہا۔ پس تیری عزت کی قسم ہے کہ میں سب کو ضرور گمراہ کردوں گا، مگر ان میں سے آپ کے مخلص بندے۔

یہ شیطان ہے جو ہمیں گمراہ کرنے کا

ٹھیکہ لے کر آیا ہے، جب تک ہم ان دونوں دشمنوں کو نہ پچھاڑیں گے دین کا رنگ نہیں چڑھ سکتا، ہم میں سے کئی ہیں جنہوں نے نفس کو خدا کا درجہ دے رکھا ہے اکثریت شیطان کے پنجے میں آئی ہوئی ہے، ان دونوں دشمنوں کو پچھاڑنے کے لئے کامل کی صحبت کی ضرورت ہے، عقیدت، ادب اور اطاعت کے ذریعہ کامل سے تعلق ہو تو رنگ چڑھتا ہے، طالب صادق عاشق اور شیخ کامل معشوق ہوتا ہے، طالب شیخ کی ہر ادا پہ فریفتہ ہوتا ہے۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں ان کا ایک زمیندار خادم تھا جس نے لنگر کے لئے کچھ زمین کی رجسٹری کرا کر قبضہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا، اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء نے حضرت رح سے عرض کی کہ آپ ہمیں زمین واپس دے دیں، حضرت رح اندر تشریف لے گئے، اندر سے رجسٹری اور دیا سلائی لائے اور ان کے سامنے رجسٹری کو آگ لگا کر فرمایا کہ جاؤ لے جاؤ، یہی میرا قبضہ تھا۔ زمیندار چپہ چپہ زمین پر لڑتے ہیں۔

مولوی امام الدین مرحوم ایک پرائمری سکول کے ٹیچر تھے اور درس میں باقاعدہ آیا کرتے تھے، انہوں نے اپنی حلال کی کمائی سے "تین چھوٹے چھوٹے مکان بنائے تھے، ایک دن درس کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگے کہ رات اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ ایک مکان احمد علی کو دے دو، آپ چل کر دیکھ لیں، جو پسند آئے لے لیں۔ میں نے کہا، بہت اچھا، اور وہ گھر چلے گئے۔ کچھ دن کے بعد پھر کہنے لگے، رات مجھے اللہ تعالیٰ نے ڈانٹا ہے، آپ چلیں، "تینوں میں سے جو آپ کو پسند آئے لے لیجئے۔ میں نے کہا بہت اچھا، پھر وہ چپ رہے میں بھی چپ رہا۔

تھوڑے دنوں بعد پھر کہنے لگے کہ رات مجھے اللہ تعالیٰ نے پھر ڈانٹا ہے کہ کیا تمھیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے جو احمد علی کو مکان نہیں دیتے، چلئے چل کر تینوں میں سے ایک مکان پسند کر کے لے لیجئے،

میں نے ان کے ساتھ جا کر ایک مکان پسند کر لیا، اور انہوں نے اسکی رجسٹری میرے نام کرا دی۔ میری عادت ہے کہ میں گھڑی دیکھ کر نماز کے لئے آتا ہوں، وہاں سے آتے ہوئے راستہ میں کبھی کوئی دوست مل جائے اور کبھی کوئی، اس طرح میری کبھی ایک اور کبھی دو رکعت قضا ہو جاتیں۔

ایک دن میں نے نماز مغرب کے بعد مولوی امام الدین مرحوم کو جتا کہ شیخ محمد یعقوب مرحوم اور ایک اور شخص کے سامنے کہا کہ آپ نے مجھے مکان اس لئے دیا تھا کہ میں اطمینان کے ساتھ اس میں رہ کر دین کی خدمت کروں لیکن میرے دین میں خلل واقع ہو رہا ہے آپ اگر اجازت دیں تو آپ کے مکان کو بیچ کر لائن سبحان خاں میں مکان خرید لوں، نہیں تو آپ اپنا مکان واپس لے لیجئے، حالانکہ اس مکان کی میرے نام رجسٹری ہو چکی تھی۔ جس خدا نے مجھے اب تک کرایہ دیا ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ آئندہ بھی دیگا

مولوی امام الدین مرحوم نے کہا کہ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے کہ آپ یہ مکان بیچ کر دوسرا خرید لیں، چنانچہ اس کے بعد میں نے اپنا موجودہ مکان بنوایا، جو اب ۲۲ سال کے بعد مکمل ہوا ہے۔ یہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ کا عکس ہے۔ جی ان کو جنہوں نے جی سکھایا۔

والدین سے بھی زیادہ شیخ پیارا ہوتا ہے والدین تو عرش سے فرش پر لا ڈالتے ہیں۔ پہلے ہم عالم ملکوت میں تھے، والدین ہمارے اس عالم ناسوت میں آنے کا سبب بنے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ حاملہ ہونے کے چار ماہ بعد ماں کے پیٹ میں جب بچہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے تو آسمان سے لا کر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے، شیخ کامل فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتا ہے۔

عبدیت کی ذمہ داریوں کو نبھانا فرض عین ہے، ان میں بعض کا اللہ تعالیٰ اور بعض کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے، اور بعض کا مخلوق خدا سے، جن ذمہ داریوں کا مخلوق خدا سے تعلق ہے، اس میں میں ایک شق بڑھا گیا ہوں کہ جو ہم سے توڑے گا، ہم اس سے جوڑیں گے، ورنہ برادری تو ایسی ہوتی ہے کہ ان کو اپنی رانوں کے گوشت کے کباب بھی بنا کر کھلائیں تو یہ راضی نہ ہوگی، کوئی کہے گا نمک کم ہے، کوئی کہے گا مرچ زیادہ ہے، اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ کر جنت میں بھیجنے لگے تو کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی برادریاں ہی سب سے پہلے انکی دشمن ہوتی ہیں

نفسانیت مر جائے اور شیطان گر جائے تو سینہ میں ہدایت کا نور آتا ہے، قوت ایمانی سے ان دونوں دشمنوں پر قابو پایا جا سکتا ہے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مرتے دم تک فرائض عبدیت نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مرتبہ:۔ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب

مجلسِ ذکر

آج مورخہ ۲۰ر شوال ۱۳۷۵ھ مطابق [illegible]ر مئی ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مد ظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

انسانِ کامل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد:۔ میری آج کی معروضات کا عنوان ہے انسان کامل۔ انسان کے کمال تک پہنچنے کے لئے اس کی دو قسم کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ پھر یہ انسان کامل کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ انسان کامل کے مفہوم کو کئی طریقوں سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میرے پیش نظر اس وقت ایک خاص مفہوم ہے۔

انسان کامل وہ ہے جس کے حال اور قال دونوں کی اصلاح درجۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہو۔ اصلاح حال بمنزلہ دل ہے۔ اس پر جو اصلاح قال مرتب ہو گی وہ پائیدار، پکی، قابلِ اعتماد اور اصلی ہو گی۔ یہ نتیجہ خیز ہو گی اور اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے گی۔ اگر اصلاح حال نہ ہو اور اصلاح قال ہو جائے تو یہ اصلاح ناپائیدار فانی، ناقابلِ اعتماد اور نقلی ہو گی۔ حال اور قال دونوں کی اصلاح ہو جائے تو پھر انسان کامل ہوتا ہے۔ کچا رنگ دھوپ میں بھی اڑ جاتا ہے۔ پکا رنگ بھٹی چڑھنے کے بعد بھی نہیں اڑتا بعض ولایتی چھینٹیں ایسی پکی ہوتی ہیں کہ بھٹی میں بھی ان کا رنگ نہیں اڑتا۔

اصلاح حال سے مراد دل کی اصلاح ہے اور اس کی بنیاد اصلاح قلب پر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب

(ترجمہ) بیشک (انسان کے) جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے) اللہ تعالٰے نے بھی دل ہی کو معیار قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا الآیہ (سورۃ الکہف رکوع ۴ پ ۱۵)

ترجمہ:۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے) مقصود بالذات یاد الٰہی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ط (سورۃ الذاریت رکوع ۳ پ ۲۷)

ترجمہ:۔ اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں) جس کا دل ذاکر ہے جو اللہ کے خوف سے خائف ہے۔ جس کو فقط رضائے الٰہی مطلوب ہے وہی ہماری اصلاح کر سکتا ہے۔ ہمیں اسی کی بات ماننے کا حکم ہے۔ جس کے دل میں یاد الٰہی کا شوق نہیں وہ ہماری کیا اصلاح کرے گا۔ ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اگر کارخانہ کا مالک خود نیک ہے۔ نماز کا پابند ہے۔ اور اس کے دل میں خوف خدا ہے تو وہ یہ پروگرام ایسا بنائیگا کہ مزدور آدھی چھٹی کے وقت ظہر کی نماز بھی پڑھ سکیں۔ اور روٹی بھی کھا سکیں۔ وہ پوری چھٹی بھی ایسے وقت دیگا کہ عصر کی نماز بھی اطمینان سے پڑھ سکیں۔ جو خود غافل ہے بے نماز ہے اس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ دوسروں کی نماز کا دھیان رکھے۔ کسی شاعر نے کہا ہے

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اگر تم نے دل کو قابو میں کر لیا یعنی دل کو یہ بات سمجھ آگئی کہ ؎

بندہ آمد از برائے بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

رضائے الٰہی مقصود۔ مطلوب اور محبوب ہو گئی۔ اگر دل نے یہ مقصد سمجھا ہے تو خانہ کعبہ سے دور بھی ہے تو اس کا دل خانہ کعبہ سے وابستہ ہے۔ قریش مکہ معظمہ میں پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے مگر قرآن سننا بھی پسند نہ کرتے تھے اللہ تعالٰے ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (سورۃ حم السجدۃ رکوع ۴ پ ۲۴)

(ترجمہ:۔ اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور (اگر حضورؐ سنانے لگیں تو) اس کے بیچ میں غل مچایا کرو شاید (اس تدبیر سے) تم ہی غالب رہو) ان کے لئے مکہ معظمہ میں رہنا بالکل بے فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ کافر ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہیں تو خانہ کعبہ بھی ہو کر آ گئے تو کیا فائدہ۔ اگر یہ باتیں دل میں گڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو جائے تو پھر ایسا شخص صورت بھی ایسی بنائے گا جو اللہ کو محبوب ہو

میں نے داڑھی منڈوں کو کبھی نہیں ڈانٹا۔ اگر میرے کہنے پر ایک شخص نے داڑھی رکھ لی لیکن بعد میں منڈوا دی تو اس کا کیا فائدہ؟ اگر خوفِ خدا سے داڑھی رکھی جائے تو وہ تو فائدہ مند ہے۔ ایک بی اے ایل ایل بی نے اپنے والد کی زندگی میں داڑھی رکھی۔ کیونکہ ان کے والد داڑھی منڈانے کو برا سمجھتے تھے۔ لیکن ان کے مرنے کے بعد منڈوا دی۔ اس کا کیا فائدہ؟

دہلی میں ایک بی۔ اے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے ان کے ہجرت کر جانے کے بعد وہ مجھ سے پڑھنے لگے۔ وہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ داڑھی منڈوایا کرتے تھے۔ میں نے ان کو کبھی نہیں روکا۔ ایک دفعہ گھر گئے۔ [illegible] آئے تو میں نے نہیں پہچانا۔ پہلے داڑھی منڈاتے تھے۔ اب ان کی لمبی داڑھی تھی۔ یہ داڑھی محبوب ہے کیونکہ اندر سے دل کے کہنے پر رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو۔ یہ جذبہ دل پر حاوی ہو اور دل اس رنگ میں رنگا جائے اس کے بعد اگر ہادی مل گیا تو وہ پایۂ تکمیل تک پہنچا دیگا بعض بے سمجھ مسلمان یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر داڑھی نہ رکھی تو کیا ہوا۔ فلاں خلاف شرع کام کر لیا تو کیا ہوا۔ اگر وضع قطع شرع کے خلاف ہے تو انسان ناقص ہے۔

نمونہ وہی بن سکتا ہے جس کی اصلاح حال اور قال دونوں ہو جائیں۔ جن کا ظاہر اور باطن دونوں اصلاح یافتہ ہوں وہی معیار بن سکتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ع

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا

سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

ہر دور میں اللہ تعالیٰ معیاری آدمی پیدا کرتے رہتے ہیں جن کا ظاہر اور باطن دونوں پاک ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے نے ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ الآیۃ (سورۃ الاحزاب رکوع ۱۹ پ ۲۱)

(ترجمہ:۔ بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نمونہ ہیں) اسوہ میں صورت اور سیرت دونوں آ گئی ہیں دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اللہ تعالٰے نے ظاہر اور باطن صورت اور سیرت کی تفریق نہیں فرمائی۔ آپ کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک باطن کی اصلاح ضروری ہے۔ ظاہر کی اصلاح ضروری نہیں۔ لوگ حال (باطن) کو نہیں بلکہ قال (ظاہر) کو دیکھتے ہیں۔ اگر ظاہر درست نہیں تو باطن کی درستی ان کے ہاں کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ کامل کے لئے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے۔ اگر قال کی اصلاح ہو جائے اور حال کی نہ ہو تو انسان کامل نہیں ہوتا۔ اور دوسروں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا۔ اگر حال کی اصلاح ہو جائے اور قال کی نہ ہو تو بھی تکمیل نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انسان کامل بنائے۔ بیوی بچے اور اپنے سے چھوٹوں کے سامنے انسان کامل ہو کر نمونہ بننے کی توفیق دعا فرمائے۔

آمین یا الٰہ العلمین

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب

آج مؤرخہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالیٰ نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

کامیاب زندگی کس کی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - امابعد

آج میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کامیاب زندگی کس کی ہے؟ لاہور میں ہزاروں طالبعلم ہیں۔ ایک کامیاب ہوتا ہے اور اس کی کامیابی کا ذکر ہزاروں کی زبانوں پر ہوتا ہے۔ ملازمت کے لئے درخواست دینے والے ہزاروں مگر کامیاب ہونے والے معدودے چند ہوتے ہیں تجارت کرنیوالے ہزاروں مگر ان میں سے کامیاب ہونے والے گنتی کے تاجر ہوتے ہیں غرضیکہ کامیابی کا لفظ زبان زد خلائق ہے۔

کامیابی دو قسم کی ہوتی ہے (۱) فانی (۲) حقیقی

فانی کامیابی کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے اور حقیقی کامیابی کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ سب کو حقیقی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

فانی کامیابی تو ہر شخص سینکڑوں دفعہ حاصل کرتا ہے۔ پرائمری۔ مڈل اور میٹرک کی جماعتوں میں کامیابی حاصل کی۔ یہ سب کامیابیاں یہیں رہ جائینگی مرنے کے بعد فانی کامیابی بیکار ہو جاتی ہے مثلاً لڑکا پیدا ہوا۔ بہت خوشیاں منائی گئیں۔ وہ دو ماہ بعد مر گیا۔ سب خوشیاں ختم ہو گئیں۔ یہ عارضی خوشی تھی۔ اس کو کامیابی سمجھنا خام خیالی ہے۔ اب میں اس مضمون کو ذرا وضاحت سے عرض کرنا چاہتا ہوں

ہم یہاں کے رہنے والے نہیں ہیں۔ یہ عالم ناسوت یا عالم کثرت ہے۔ ہم یہاں عالم ملکوت یا عالم وحدت سے آئے ہوئے ہیں۔ وہاں فقط اللہ تعالےٰ سے تعلق تھا۔ اور کسی سے نہ تھا۔ یہاں آکر بے شمار تعلقات ہو گئے۔ ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان روح کا نام ہے جسم کا نام انسان نہیں ہے۔ یہ تو اس کا لفافہ ہے۔ روح اس کے اندر ملفوف ہے۔ مرنے کے بعد یہ علٰحدہ ہوتا ہے۔ یہ جسم تو انسان کی لاش ہے۔ آپ میری لاش کو دیکھ رہے ہیں اور میں آپ کی لاشوں کو دیکھ رہا ہوں۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پ ۱۵)

(ترجمہ:- اور وہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں (ان سے) فرما دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے امر میں سے ہے اور تم کو اس کے متعلق علم نہیں دیا گیا۔ مگر تھوڑا) روح کے متعلق ہمیں پتہ نہیں کہ یہ کیا چیز ہے جسم کے متعلق ہمیں پوری معلومات ہیں۔ کہ یہ مٹی سے بنا ہوا ہے۔ یہ پہلے نطفہ تھا۔ نطفہ سے علقہ۔ علقہ سے مضغہ بنا۔ پھر اس پر ہڈیاں اور گوشت پوست چڑھائے گئے۔ عالم وحدت میں ہمارا (روح کا) تعلق فقط اللہ تعالےٰ سے تھا۔ جب ہمیں اس عالم کثرت میں لایا گیا تو ہمارا تعلق ماں۔ باپ۔ بہن۔ بھائی۔ بیوی بچوں وغیرہ سے بھی ہو گیا۔ یہ سب عزیز واقارب بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ ان سب میں رہنے کے باوجود اللہ تعالےٰ چاہتے ہیں کہ حقیقی تعلق میرے سوا کسی سے نہ رکھا جائے۔ سورہ آل عمران رکوع ۲ پ ۳ میں ان تعلقات کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ

(ترجمہ:- لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے)

سب سے پہلے بیوی کا نام لیا ہے۔ بیوی آئی تو ماں باپ بھول گئے۔ اس کے بعد بیٹوں کا ذکر فرمایا۔ ان کے کھانے پینے کے لئے دولت چاہئے۔ پھر اس کا ذکر فرمایا۔ پھر سواری۔ گائے بھینس۔ کھیتی باڑی کا ذکر فرمایا۔ ان سب کی محبت انسان کے دل میں ڈالی گئی ہے۔ لیکن ان کو دنیا کے ہی ساز وسامان کہا گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

ان میں ہی دل نہ گڑ جائے۔ آگے پتے کی بات فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰب ادھر کے ٹھکانے کا بھی خیال رکھنا۔ اس کے متعلق کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

حج کے سفر میں سمندر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے سمندر میں ایک آبی پرندہ بیٹھا ہوا نظر آتا ہے تھوڑی دیر کے بعد ایک موج آتی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہو گیا۔ اسی طرح موجیں اس کے اوپر سے گزرتی رہتی ہیں۔ جب دل چاہتا ہے وہ اڑ جاتا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پروں پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ انسان سب میں رہے مگر دل میں سوائے اللہ کے اور کسی سے تعلق نہ ہو۔ اصل کامیابی حاصل کرنے والوں کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ط رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ

(سورۃ البیّنۃ پارہ ۳۰)

ترجمہ:- بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ یہی بہترین مخلوق ہیں۔ ان کی جزاء ان کے رب کے ہاں ہمیشگی کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اس میں سدا رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ یہ اس کے لئے (جزا) ہے۔ جو اپنے رب سے ڈرا۔)

سورہ الصّف رکوع ۲ پ ۲۸ میں بھی فرماتے ہیں:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

ترجمہ:- اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کا پتہ دوں۔ جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشگی کے باغوں میں ستھری رہائش گاہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے)

اصل کامیابی یہ ہے اس کا پروگرام یہ تلایا گیا:-

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ

اس آئینہ میں مسلمانوں کا منہ دیکھیے۔ کتنے ہیں جن کو اس کامیابی کے حاصل کرنے کا شوق ہے حضورؐ کے دروازہ کا غلام اور کسی اہل اللہ کا تربیت یافتہ ہو تو اس کی صحبت میں یہ رنگ چڑھتا ہے۔ اس کا پروگرام سورۃ البینۃ اور سورۃ الصّف کی مندرجہ بالا آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ع چیست دنیا از خدا غافل بُدن

ایک پٹواری دنیادار ہوسکتا ہے۔ اگر اس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہے ایک کروڑپتی دیندار ہوسکتا ہے اگر اس کے دل میں خوف خدا ہے اور وہ کمانے اور خرچ کرنے میں رضائے الٰہی کا خیال رکھتا ہے۔

انسان کو جب ٹھوکر لگتی ہے تو پھر سمجھ آتی ہے کہ اس دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔

بے طمع کا یار فقط اللہ تعالےٰ ہے اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا پھر اللہ والے بے طمع کے یار ہوتے ہیں ان کو فقط اللہ کے نام سے محبت ہوتی ہے۔

حقیقی کامیابی حاصل کرنے والے حضرات کا ذکر اس آیت میں بھی آتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

(سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۴ پ ۲۴)

(ترجمہ:- بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے۔ ان پر فرشتے نازل ہونگے۔ کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ۔ اور اس جنت کی خوشخبری ہو۔ جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا)

یہ دنیا اور آخرۃ دونوں جگہ کامیاب ہونے والے ہیں قرآن مجید کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت ہو تو آہستہ آہستہ ان باتوں کی سمجھ آجاتی ہے اور رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جن کو نہ قرآن کی تعلیم اور نہ صحبت نصیب ہے۔ ان کو نہ قبر کا خیال ہے نہ حضورؐ کے حوض کوثر سے پانی پلائے جانے کا خیال ہے۔ ان کے متعلق اکبرالہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں:-

انہوں نے دین کب سیکھا ہے جا کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

قرآن مجید پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا میں ہم نہ بی-اے پاس کرنے کے لئے آئے ہیں اور نہ جائدادیں بنانے کے لئے۔

اپنا امتحان لیا کیجئے کہ دنیا سے دل برداشتہ ہیں یا دنیا کی چیزوں میں گڑا ہوا ہے۔ ایک دفعہ میں اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے ہاں ٹھیرے۔ وہاں حضرت مولانا اتنے تنگ ہوئے کہ مجھ سے فرمانے لگے کہ تم نے مجھے جیل خانہ میں ڈالدیا۔ مجھے جلدی یہاں سے نکالو۔ اللہ والوں کو دنیا کی چیزوں سے بُو آتی ہے۔ شریعت نے حرام کی تاثیر کو تسلیم کیا ہے۔ رنڈی کی حرام کی کمائی سے بنی ہوئی مسجد کو شریعت مسجد تسلیم نہیں کرتی۔ اس کے بعد ہم وہاں سے اجازت لے کر حضرت مولانا کے گاؤں میں ایک چھپر میں آگئے۔ وہاں ان کو چین آیا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو حقیقی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین! یا الٰہ العٰلمین۔

کھانے میں عیب مت نکالیے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا (یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں یہ خرابی یا یہ عیب اور نقص ہے) اگر مرغوب ہوا تو تناول فرما لیا اور نامرغوب ہوا تو نہ کھایا چھوڑ دیا۔ صحیح بخاری

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا جائز نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ سنن نسائی

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چودھری عبدالرحمن خاں صاحب

جمعرات مؤرخہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ موافق ۲۱ جون ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کے ارشادات گرامی ذیل میں ہدیۂ ناظرین کئے جا رہے ہیں :-

محبّت کا لازمی نتیجہ اتباع ہے-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی - اما بعد

آج میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محبت کا لازمی نتیجہ ہے اتباع - انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا بلا جبر و اکراہ اتباع کرتا ہے جس قدر محبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اتباع زیادہ ہوتا ہے- خوشی سے اتباع محبت کا نتیجہ ہوتا ہے- محبوب کی ہر بات کا احترام کیا جاتا ہے- اس کی دلپسند چیزوں کو عمل میں لایا جاتا ہے- اس کے احکام کی تعمیل ضروری سمجھی جاتی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین (متفق علیہ)

(ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے- کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا - جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

احب اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے- اس سے بڑھ کر محبّت کا کوئی درجہ نہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی محبّت ہونی چاہیئے-

قرآن مجید میں اللہ تعالٰے فرماتے ہیں :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ
(سورہ بقرہ ع ۲۰ پ ۲)

(ترجمہ :- اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں- جن سے ایسی محبّت رکھتے ہیں- جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو اللہ سے ہی سے زیادہ محبّت ہوتی ہے)

یہاں بھی اللہ تعالٰے نے اشدّ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے مطلب ہے کہ ایماندار وں کو اللہ تعالٰی سے جو محبت ہے اسکے مقابلہ میں باقی کسی کی محبّت نہیں ٹھیر سکتی- محبت میں اشد ہونے کا ثبوت اتباع رسولؐ سے ملے گا- اللہ تعالٰے کی ذات غیر مرئی ہے- ہم نے اس کو نہیں دیکھا- عام طور پر انسان غیر مرئی چیز سے براہ راست محبّت نہیں کر سکتا- اس سے محبّت کے لئے مرئی نمونہ سامنے ہونا چاہیئے حضورؐ اس قسم کا نمونہ ہیں- اس لئے فرمایا :-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ الایۃ (سورہ آل عمران رکوع ۴ پ ۳)

(ترجمہ :- کہدیجئے اگر تم اللہ کی محبّت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو- تاکہ تم سے اللہ محبّت کرے)

ہم حضورؐ کا اتباع کریں گے تو اللہ تعالٰی ہم سے محبّت کرنے لگیں گے- اتباع محبّت سے ہوگا- حضورؐ کی محبّت میں فنا ہونے سے اللہ کی محبّت میں فنا ہونے کا درجہ حاصل ہوگا-

اصل میں ہم محبّت کا تعلق اللہ تعالٰے سے پیدا کرنا چاہتے ہیں- حضورؐ کے اتباع میں بھی یہی جذبہ ہوگا کہ اللہ تعالٰے ہم سے راضی ہو جائیں-

محب اپنے محبوب کی ہر ادا پر فدا ہوتا ہے اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے مثلاً ماں کو اپنے بچّے سے محبّت ہوتی ہے- اس محبت کی وجہ سے اس کے بس میں ہو تو وہ اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے- جس طرح ایک جابر حاکم ایک بے بس محکوم سے اپنے ہر حکم کی تعمیل کرواتا ہے- اسی طرح بچّہ ماں سے ہر بات منوا لیتا ہے اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو حضورؐ سے اس قسم کی محبّت دل میں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے- حضورؐ سے ہم اس لئے محبت کریں گے کہ وہ رسول اللہ ہیں-

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ع

گفتن و کردن فرقے دارد

یہ قال حال نہیں بنتا- جب تک کامل کی صحبت نصیب نہ ہو- کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے- حضرت زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کاملین میں سے تھے- ایک دفعہ لنگر کا مال کشتی میں آ رہا تھا تو آپؒ کو کسی خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضرت کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے- اور قریب الغرق ہے-

فرمایا الحمد للہ! تھوڑی دیر بعد پھر کسی خادم نے عرض کی کہ کشتی بھنور سے نکلکر صحیح سلامت کنارے پر پہنچ گئی- آپ نے پھر فرمایا- الحمد للہ!

کسی بے تکلف خادم نے عرض کیا کہ حضرت! پہلی دفعہ تو انا للہ وانا الیہ راجعون فرمانا چاہیئے تھا- الحمد للہ فرمانا سمجھ میں نہیں آیا-

آپؒ نے فرمایا کہ نہ میں نے پہلی دفعہ بھنور میں کشتی کے پھنس جانے پر الحمد للہ کہا اور نہ دوسری دفعہ اس کے صحیح سلامت کنارے پر پہنچ جانے پر کہا- میں نے دونوں صورتوں میں دیکھا کہ میرے دل کا جو تعلق اللہ کی ذات سے تھا اس میں خلل نہیں آیا- میں نے اس نعمت پر دونوں دفعہ الحمد للہ کہا- کہ اللہ تعالٰے نے میرے دل کو ساز و سامان سے ہٹا کر اپنی محبت میں لگا رکھا ہے-

ماسوا اللہ سے کٹ جانے کا نمونہ- شیخ کامل کا عکس طالب صادق پر پڑتا ہے-

حضرت زکریا ملتانیؒ کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادہ نے لنگر کا سارا مال اٹھوا دیا کسی خادم نے جب دریافت کیا تو فرمایا کہ والد رحمۃ اللہ علیہ تو کامل تھے- ان کو اپنے نفس پر اعتماد تھا کہ وہ ساز و سامان میں نہیں پھنسے گا- مجھے اپنے نفس پر اعتماد نہیں- اس لئے اٹھوا رہا ہے- یہ کامل کا عکس ہے-

گھڑا جب آنوے میں ڈالا جاتا ہے- تو پکتا ہے- اسی طرح طالب صادق صحبت میں پکتا ہے لیکن کامل لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے- وہ نایاب نہیں- کمیاب ضرور ہیں- وہ اللہ تعالٰے نے بیچ

(باقی صفحہ ۴۴ پر)

بلاضرورت ٹیک لگاکر کھانا درست نہیں

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: میں ٹیک لگاکر یا کسی چیز کے سہارے بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتا۔ فائدہ: ٹیک لگاکر بلاضرورت کسی چیز کا سہارا لے کر کھانے کے لئے بیٹھنا تکبر کا طریقہ ہے، حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ میں تکبر کرنے والوں کی طرح تکیہ لگاکر کھانا نہیں کھاتا، میں اللہ کا بندہ ہوں اور کھانا بھی اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح ایک بندہ کو کھانا چاہئے۔ صحیح بخاری

مالداروں کی طرح نہیں، بلکہ سادگی سے کھانا کھائیے

حضرت قتادہ نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے کبھی خوان پر کھانا نہیں کھایا (خوان ایک طرح کی چوکی یا چھوٹی میز ہوتی تھی جو کھانے کے لیے استعمال ہوتی تھی، مالدار لوگ اسی پر کھانا کھاتے تھے) اور نہ چھوٹی طشتری یا پیالی میں کھایا اور نہ کبھی آپ کے لئے چپاتی پکائی گئی۔ قتادہ سے پوچھا گیا تو پھر (رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اصحاب کرامؓ) کس چیز پر کھانا کھایا کرتے تھے، تو انہوں نے کہا کہ دسترخوان پر۔ صحیح بخاری

بقیہ مجلس ذکر (صفحہ ۲ سے آگے)

کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔ تصادم کے وقت پتہ چلتا ہے کہ کونسی چیز محبوب ہے اور کونسی محبوب نہیں۔ محبوب کو محب بحال رکھتا ہے اور غیر محبوب کو ہٹا دیتا ہے۔

اللہ تعالے مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ان کے مقابلہ میں کسی کی محبت نہ ٹھہر سکے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب

جمعرات مؤرخہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۵۶ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کے ارشادات گرامی ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام کئے جاتے ہیں *

فیض کیا چیز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اما بعد

آج میں تصوّف کے سلسلہ میں فیض کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - یہ عامۃ الورود لفظ ہے - اور بزرگان دین کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے - عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کو فلاں بزرگ سے فیض حاصل ہوا - یہ فیض کیا چیز ہے - آج میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں -

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ یہ کسی دوسرے کا شاگرد بن کر اس سے استفادہ کرتا ہے - فارسی میں کہا کرتے ہیں ع

جائے استاد خالی است

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے

ہر آں کارے کہ بے اُستاد باشد
یقین دانی کہ بے بنیاد باشد

جب تک اُستاد خود کسی فن میں ماہر نہ ہو اس وقت تک شاگرد کو وہ فن نہیں آتا -

اُستاد کچھ کر کے دکھاتا ہے اور کچھ زبان سے تبلاتا ہے - اس طریقہ سے آہستہ آہستہ شاگرد استفادہ کرتا ہے - لوہار - بڑھئی - درزی کاتب وغیرہ - سب اسی طرح استفادہ کر کے اپنے فن میں کمال حاصل کرتے ہیں - کاتب پہلے ج لکھ کر دکھلاتا ہے - وہ پہلے باریک قسم لگاتا ہے - پھر موٹی کر دیتا ہے - اور پھر باریک کر دیتا ہے - یک دم نہیں کرتا - یہ عمل شاگرد کو زبان سے بھی بتلاتا ہے - یہ کسی فن میں نہیں ہوتا کہ استاد شاگرد کے سامنے چپ کر کے بیٹھ جائے - شاگرد بھی خاموش بیٹھا رہے - اور اس کو فائدہ ہو جائے - شاگرد اُستاد کی ہر نقل و حرکت کو بغور دیکھتا ہے - استاد کچھ زبان سے بھی بتلاتا ہے - اور کچھ عمل سے تعلیم دیتا ہے سب کسبوں میں یہی ہوتا ہے -

اسکول اور کالجوں میں سائنس پڑھاتے ہیں تو ساتھ لیبارٹری بھی رکھتے ہیں - تاکہ جو کتاب میں پڑھا ہے اس کا عملی تجربہ بھی ہو جائے - جتنی انسانی ضروریات ہیں سب میں استادی اور شاگردی ضروری ہے - ہر استاد کچھ اپنے عمل سے سکھلاتا ہے اور کچھ زبانی ہدایات دیتا ہے - شاگرد استاد کے عمل کو بغور دیکھتا ہے - اور اس کی ہدایات کو دماغ میں محفوظ رکھتا ہے - اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ خود بھی اس فن میں کامل ہو جاتا ہے -

تصوّف میں استفادہ کو فیض کہتے ہیں - اس میں ایک شرط ہے کہ طالب کچھ منزل طے کر چکا ہو یعنی اللہ اللہ کرنے میں کچھ مشق کر چکا ہو - تو پھر شیخ اور طالب دونوں خاموش بھی بیٹھ جائیں - تو فیض آتا ہے - چپ میں ادھر سے کچھ جاتا ہے اور طالب کچھ لیتا جاتا ہے - یہ بلا نقل و حرکت اور بلا تکلم ہوتا ہے - کامل ایک ہو اور اس کے گرد دس ہزار طالب بیٹھے ہوں - تو وہ جب توجہ کرتا ہے تو دس ہزار کے دل پر چوٹ لگتی ہے - بشرطیکہ اللہ اللہ کرنے سے کچھ قلب کی سیاہی اور شقاوت دور ہو چکی ہو - کامل ایک دفعہ اللہ ھُو کہے گا تو دس ہزار طالبین کے قلوب کو اس کا احساس ہوگا جس طرح بجلی کی کرنٹ آتی ہے - ایسے ہی اس کے اثر کو محسوس کریں گے -

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورہ الانفال رکوع ۲ پ ۹)

(ترجمہ :- اور تو نے مٹھی نہیں پھینکی تھی - جبکہ تو نے ہی پھینکی تھی - بلکہ اللہ نے پھینکی تھی)

اس میں نفی اور اثبات دونوں کا ذکر فرمایا ہے - بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ریت کی ایک مٹھی پھینکی جو ہر کافر کی آنکھ میں پڑ گئی - مٹی پھینکی تو حضورؐ نے مگر اس کو اتنا پھیلایا اللہ تعالےٰ نے - بچہ اگر ریت کی مٹھی بھر کر پھینکے تو وہ زیادہ سے زیادہ دو تین فٹ دور جائے گی اس سے طاقت ور کی ذرا زیادہ - جتنی طاقت ہوگی اتنی دور ہو جائے گی - اللہ تعالےٰ کی طاقت کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے - اس نے حضورؐ کی مٹھی کا اتنا پھیلاؤ کر دیا کہ وہ ہر ایک کافر کی آنکھوں میں پڑ گئی - تصوّف میں بھی اللہ تعالےٰ کی قدرت کا کرشمہ نظر آتا ہے - شیخ ایک دفعہ زبان سے نہیں فقط دل میں اللہ ھُو کہے گا تو اس کا اثر سب کے دل پر پڑیگا - اس کا نام فیض ہے - کوئی کلکٹر - کوئی کرنیل - کوئی جرنیل یہ کر سکتا ہے ؟

شیطان سب سے زیادہ تصوّف کے بھیس میں چھپتا ہے - اور کسی بھیس میں وہ اتنا نہیں چھپتا ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

لوہار - بڑھئی - کاتب وغیرہ ہر ایک کے کمال کا پتہ منٹوں میں لگ سکتا ہے - لوہار کو کوئی لوہے کی - بڑھئی کو لکڑی کی چیز بنانے کے لئے دیدیجئے - اس کے کمال کا فوراً پتہ چل جائے گا - لیکن صوفی کو طالب نہیں پرکھ سکتا - کہ کھرا ہے یا کھوٹا - کامل تو پرکھ سکتا ہے - کرنیل لارنس پیر کرم شاہ کے بھیس میں مدت تک لاہوریوں کا پیر بنا رہا - بڑے بڑے اس سے دھوکہ کھا گئے - بالآخر مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری نے بھانڈا پھوڑا کہ یہ تو کرنل لارنس ہے اس کی فوٹو تو ملا کر دیکھو -

میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں لیکن کامل کا ملنا اس سے بھی گراں - تقسیم سے پہلے موتی ہندوؤں سکھوں کے بھی گھروں میں تھے - لیکن اللہ والے مسلمانوں میں بھی کمیاب ہیں - پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنے والا لاہور میں ایک بھی ولی نہیں - اللہ تعالےٰ کی رحمت کو کھینچ کر لانے والے اولیاء کرام یہاں بھی موجود ہیں - یہ اولیاء کرام کی ایک قسم ہے - ان کی بے شمار قسمیں ہیں - فوق کل ولی ولی لایعلمہ تعدادھم انہم الا اللہ - ان کی برکت سے لاہور بچا ہوا ہے ورنہ اسے کو سٹر سے پہلے غرق ہونا چاہیے تھا - کیونکہ یہاں کوٹھے سے زیادہ زانی شرابی اور بدمعاش بستے ہیں -

پیر تو گھر گھر ہونگے۔ مگر کھرے بہت کم ہیں۔ کھروں کی ضرورت ہیں مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ جو طبلہ ہارمونیم سے نہ رکے۔ بزرگان دین کی قبروں پر ڈھولوں کے سلام اور گانے اور ہارمونیم بجانے سے نہ روکے۔ اور یہ کہے کہ یہ سلام کرنے کے لئے آئی ہیں۔ عبادت بھی ہو گئی۔ رنڈیوں کی زیارت بھی ہو گئی۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ تیسری رات ہوئی ہمارے محلے میں قوالی تھی۔ ساری رات طبلہ اور ہارمونیم بجتا رہا گانے کی بھی آواز آتی رہی۔ حضور صلعم کے زمانہ میں بھی اس رنگ کے دنیا دار ہوں گے۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا (سورۃ الانعام رکوع ۸ پ ۷)

(ترجمہ) اور انہیں چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے۔

اللہ تعالےٰ لاہوریوں سے اللہ والوں کی توہین نہیں کرانا چاہتے۔ اس لئے لاہور میں کوئی نہیں۔ میں نے جو کچھ فیض کے متعلق عرض کیا ہے اس کا عملی رنگ میں نے اپنے حضرات کے ہاں دیکھا ہے۔ دوسرے بھی ہوتے تو طالب پاس آکر بیٹھ جاتے تو طبیعت پر اثر ہوتا۔

اول تو کامل کا ملنا مشکل ہے۔ کامل کی پہلی شرط اتباع شریعت ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر صوفی آسمان پر بھی اڑتا ہوا آئے اور اس کا عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ کامل اللہ تعالےٰ نے بیج کے طور پر رکھے ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس رنگ میں رہتے ہیں کہ لاہوری ان کے منہ پر بھی تھوکنا پسند نہ کریں لیکن وہ اللہ کے ہاں مقبول ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ کا غضب لاہور والوں سے ٹلا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ یہ کہتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ (سورۃ الانفال رکوع ۴ پ ۹)

(ترجمہ: اے اللہ اگر یہ دین تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔)

اللہ تعالےٰ نے اس کا جواب یہ دیا:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ (سورۃ الانفال ع ۴ پ ۹)

(ترجمہ:۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے)

حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک مخلص صحابی تھے۔ ایک دفعہ وہ یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ نافق حنظلہ (حنظلہ رضی اللہ عنہ منافق ہو گیا) سامنے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔ انہوں نے جب پوچھا کہ کیا ہوا تو حنظلہ رض نے عرض کیا کہ جب حضور صلعم کی صحبت میں ہوتے ہیں تو رنگ اور ہوتا ہے لیکن ان سے دور ہو جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اندر نفاق ہے۔ حضرت صدیق اکبر رض نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے۔ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ صلعم نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے کہ جو حالت تمہاری میری موجودگی میں ہوتی ہے وہ بعد میں قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ فیض ہے۔ حضور صلعم کی صحبت میں اور رنگ ہوتا ہے۔ اور آپ سے دور ہو کر اور رنگ ہوتا ہے۔

کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عقیدت ادب اور اطاعت میں ذرہ جتنا بھی فرق نہ آئے۔ میں انگریز سے نہ ڈرتا تھا۔ لیکن اپنے حضرات سے ایسے ڈرتا تھا جیسے کوا تیر سے۔ جب کبھی اللہ تعالےٰ ۔/۲۵ روپیہ مٹھی میں دے دیتے تو امروٹ شریف چلا جاتا۔ صرف ایک دن اور ایک رات رہتا تھا۔ اگر ان تینوں تاروں (عقیدت۔ ادب۔ اطاعت) میں سے ایک تار بھی کٹ گئی تو طالب گیا۔ کہتے ہیں کہ کچی اینٹ پلی سے اچھی ہوتی ہے۔ کچی بارش سہار لیتی ہے۔ پلی نہیں سہارتی۔ اللہ تعالےٰ اگر اللہ والوں کی صحبت میں پہنچائے تو وہاں سے کچھ نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا خرچ کیا جائے؟

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی کے لیے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہونا چاہیے، اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۵) یتیموں اور مسکینوں کا اکرام کیجیے نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ (الفجر: ۱۷) کیا تم نے اسے دیکھا جو جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ (الماعون: ۱، ۲) اور وہ اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الانسان: ۸)

مجلسِ ذکر

(مرتبہ :- چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب)

جمعرات : ۲۵ر ذیقعد ۱۳۷۵ھ / ۵ر جولائی ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو کچھ فرمایا وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔

عُجب (خود پسندی) کا علاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اما بعد

میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں - کہ انسان کی بیماریاں دو قسم کی ہیں - (۱) جسمانی (۲) روحانی - جسمانی بیماریوں کے معالج اطباء اور ڈاکٹر - اور روحانی بیماریوں کے معالج اولیاء کرام ہیں - دوسروں کی روحانی بیماریوں کا وہی علاج کر سکتے ہیں - جنہوں نے مدت مدید تک کاملین کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کرائی ہو - جو خود تربیت یافتہ نہیں وہ دوسروں کا کیا علاج کرے گا - ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روحانی بیماریوں کا علاج وہبًا ہوتا تھا - اب کسبی طور پر کرنا پڑتا ہے بعض بے سمجھ تصوف کو بدعت کہتے ہیں - یہ بدعت نہیں - صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن مجید اور حضورؐ کے ارشادات سمجھنے کے لئے نہ صرف نحو کی ضرورت تھی اور نہ علم لغت کی - لیکن ہم عجمیوں کے لئے یہ تینوں علوم ضروری ہیں - ہم ان کے بغیر قرآن اور حدیث سمجھ ہی نہیں سکتے - کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان علوم کا حاصل کرنا بدعت ہے - کیونکہ صحابہ کرام رضؓ نے ان کو نہ پڑھا تھا۔

کہتے ہیں کہ دہلی کے آخری بادشاہ اس قدر نازک مزاج تھے کہ ان کو جلاب کی دوا پلائی نہ جاتی تھی - بلکہ دوائی کو کٹورے میں ڈال کر اس پر پانی چھڑک دیتے تھے - اس کی خوشبو سے ان کا علاج ہو جاتا تھا -

بعض لوگوں کے معدے اس قدر نازک ہوتے ہیں کہ ان کو سنا مکی کی خوشبو ہی سے اسہال آنے لگتے ہیں - حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اتنے نازک مزاج ہوتے ہیں کہ ہلیلہ کابلی ہاتھ میں لے لینے سے ان کو اسہال شروع ہو جاتے ہیں - ہر شخص کا تو اس طرح علاج نہیں ہو سکتا - جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صحابہ کرام رضؓ کو وہبًا حاصل ہوتی تھی وہ اب ہر شخص کو اولیاء کرام کی صحبت میں وہبًا نہیں مل سکتی اس کے لئے ریاضت کی ضرورت ہے - جوں جوں حضورؐ کے زمانہ سے بعد ہوتا جاتا ہے باطنی اثرات کم ہوتے جاتے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضؓ عقیدت - ادب اور محبت کی بناء پر عکس لیتے تھے - اب بھی اولیاء کرام سے عقیدت ادب اور اطاعت کی بناء پر رنگ چڑھتا ہے -

روحانی امراض کے لئے ادویات کی ضرورت نہیں حسد وغیرہ کا علاج جلاب سے نہیں ہو سکتا - ان سے شفا شیخ کامل کی صحبت میں ہوتی ہے جسمانی امراض کے لئے جسمانی معالج یعنی اطباء اور ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور روحانی امراض کے لئے روحانی معالج یعنی اولیاء کرام کی ضرورت ہے - مدت مدید تک کاملین کی صحبت میں رہ کر تربیت یافتہ انسان روحانی معالج بنتا ہے - وہ پہلے خود اپنا علاج کرواتے ہیں - اور تکمیل تک پہنچنے کے بعد مجاز ہوتے ہیں مجاز کے معنی ہیں اجازت دیا گیا - یعنی طب روحانی کا سرٹیفکیٹ مل گیا - اب وہ دوسروں کا علاج کر سکتے ہیں - جیسے ہر بی - اے - ایم - اے - بی - اے کو اور ہر عالم دین درسی کتابیں نہیں پڑھا سکتا - سو میں سے دس بمشکل تمام نکلیں گے - اسی طرح ہر تربیت یافتہ مجاز نہیں ہوتا - شیخ کامل جس کو دوسروں کی تربیت کے قابل سمجھتا ہے اسی کو مجاز بناتا ہے -

جسمانی اور روحانی علاج متوازی چلتے ہیں روحانی بیماریوں میں ایک عُجب بھی ہے جس کو فارسی میں خود پسندی کہتے ہیں - عُجب یہ ہے کہ کام تو اللہ کے فضل سے ہو جائے - اور انسان اس کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے - خدا کے فضل کو تو بھول جائے - اور "میں" کو اس میں داخل کر دے - مثلاً ایک طالب علم نے تین ماہ دن کو سورج اور رات کو لالٹین کی روشنی سے پورا فائدہ اٹھا کر بڑی محنت کی - کسی دوست سے نہیں ملا - اور پاس ہو گیا - بے دین تو اس کو اپنی محنت کا نتیجہ تصور کرے گا - اللہ کا نام درمیان میں نہیں آئے گا - یہ عُجب ہے -

اگر تین مہینے بیمار پڑ جاتے یا پھوڑا نکل آتا تو کیسے محنت کرتے - صحت اللہ نے بحال رکھی موانعات اسی نے رفع کئے - تربیت یافتہ ہوگا تو کہے گا کہ بوجھ تو بڑا تھا مگر اللہ کا فضل ہو گیا - اسی نے صحت اور محنت کی توفیق عطا فرمائی - عُجب ایک طرح کا شرک ہے -

قرآن میں ذوالقرنین بادشاہ کا قصہ آتا ہے - وہ سیاحت کے لئے نکلا تو ایک ملک میں پہنچا - وہاں کے لوگوں نے شکایت کی کہ اس درہ سے یاجوج ماجوج کی قوم آ کر ہمیں لوٹ کر لے جاتی ہے - آپ اس درہ کو بند کر دیجئے - اس کے لئے ہم چندہ کر دیں گے - بادشاہ نے کہا کہ مجھے چندہ کی ضرورت نہیں - کام میں ہمارا ہاتھ بٹا دینا - بادشاہ نے ایسی بے نظیر دیوار بنائی کہ اب تک عقل حیران ہے - معلوم ہوتا ہے کہ بز کوہی کی طرح پہاڑ پر چڑھ جانے والی قوم یاجوج ماجوج بھی اس کو عبور نہیں کر سکتی تھی - اس نے لوہے کے تختے بنا کر ان کی درزیں بند کرنے کے لئے پگھلا ہوا تانبا ڈالا - عقل میں نہیں آتا کہ اتنی بلند دیوار میں تانبا پگھلا کر کس طرح ڈالا ہوگا - پگھلا ہوا تانبا تو آگ کا پہاڑ بن گیا ہوگا - جو دو میل سے بھون ڈالے گا - آج تو سائنس اتنی ترقی کر گئی ہے - اس وقت تو اتنی ایجادات نہ تھیں - کوئی آلات ہوں گے جن سے پگھلا ہوا تانبا ڈالا ہوگا - جب دیوار بن گئی تو بادشاہ

سلامت یہ نہیں کہتے کہ ہم نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں:

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّي

(سورۃ الکہف رکوع ۱۱ پ ۱۶)

(ترجمہ:۔ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے)

دنیادار وہ نہیں جن کے پاس پیسے ہوں۔ بلکہ دنیادار وہ ہے جو خدا کی یاد سے غافل ہے سچ

چیست؟ دنیا از خدا غافل بدن!
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ایک فقیر بھی جو خدا کی یاد سے غافل ہے وہ دنیادار ہے۔ لیکن دولت مند جو خدا کی یاد میں شاغل ہے وہ دیندار ہے۔ کسی بادشاہ کی اللہ تعالےٰ نے تعریف نہیں کی سوائے ذوالقرنین کے۔ اس میں یہی خوبی تھی کہ وہ خدا پرست تھا۔

آج کا سبق یہ ہے کہ اگر نیکی کرنے کی توفیق ہے تو اس کو اللہ کا احسان سمجھا جائے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان می کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

بادشاہ نے پانی کا گلاس مانگا۔ ہم نے دیدیا یہ اس پر ہمارا احسان نہیں۔ بلکہ ہم پر اس کا احسان ہے۔ کہ اس نے ہمیں خدمت کا موقعہ دیا۔ ہم جیسے لاکھوں اس کے خادم ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ جس سے چاہئے کوئی نیکی کا کام لے لے۔

ہم جیسے لاکھوں کروڑوں انسان اس کی مخلوق میں موجود ہیں۔ ہر نیکی کو اللہ کا فضل سمجھا جائے نماز پڑھتے ہیں تو اس کا فضل ہے۔ ذکر میں آتے ہیں تو اس کا فضل ہے۔ اس طرح طبیعت میں عجب پیدا نہیں ہوگا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو عجب سے بچائے

امین یا الہ العٰلمین!

نیک اعمال کا ثواب ضائع نہیں ہوتا

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، اور (یاد رکھو کہ) جو بھلائی کا عمل بھی تم خود اپنے فائدے کے لیے آگے بھیج دو گے اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے بیشک جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (البقرۃ:۱۱۰) حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے پروردگار سے ڈرو، پانچ وقت نماز ادا کرو، ایک مہینے کے روزے رکھو، اپنے مال کی زکوۃ ادا کرو، اپنے امیر کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (سنن ترمذی)

حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں، کیا تم سنتے نہیں (یعنی سنو اور غور سے سنو اور یاد رکھو) کہ سادگی اور خستہ حالی بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے، یہ آپ نے مکرر ارشاد فرمایا۔ سنن ابی داؤد

معاذ بن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ عمدہ لباس کی استطاعت کے باوجود ازراہِ تواضع و انکساری اس کو استعمال نہ کرے (اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے اس کو زیب تن کرے۔ جامع ترمذی

مجلس ذکر: منعقدہ جمعرات ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ:-

عرض یہ ہے کہ یہ اجتماع ان احباب کے لئے ہے کہ جن کا مقصدِ حیات یہ ہے کہ رُوحانی بیماریوں سے شفا حاصل کر کے دُنیا سے اللہ تعالےٰ رُخصت فرمائے اگر دُنیا میں ان رُوحانی بیماریوں کا علاج نہ ہوا تو قبر میں بھی بیماریاں ستائیں گی۔ جسمانی بیماریوں کا احساس تو بچّہ سے لے کر بُوڑھے تک سب کو ہوتا ہے۔ بچّے کے پیٹ میں درد ہو تو وہ اظہار نہیں کر سکتا۔ لیکن رونا ضرور ہے۔ روحانی بیماریوں کا ذکر قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ہے۔ جس طرح ایک عام آدمی ڈاکٹر صاحب کی ڈسپنسری کے سامنے بیٹھنے اور بوتلیں دیکھنے سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ دوا کس بیماری کا علاج ہے۔ اسی طرح روحانی بیماریوں کا نام تو آتا ہے لیکن تشخیص نہیں ہو سکتی اگر روحانی ہادی مل جائے، بیماری سمجھائے اور علاج بھی کرے تو اللہ تعالےٰ شفا عطا فرماتا ہے۔ اگر روحانی بیماریوں کا علاج دنیا میں ہو گیا تو خیر ورنہ یہ بیماریاں قبر میں تڑپائیں گی۔ حشر میں بھی ساتھ جائیں گی۔ اور جہنم میں پہنچائیں گی۔ اگر بفضلہٖ تعالیٰ ایمان بچ گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے جہنم سے نکل کر جنت میں داخلہ ہو گا۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ کلیتہً شفا یاب ہو کر دنیا سے لے جائے۔ آمین۔

اگر تھرمامیٹر ہو تو بیمار کو پتہ چلتا ہے کہ اب بخار کم ہو رہا ہے۔ لیکن روحانی بیماریوں کا پتہ انسان خود نہیں لگا سکتا۔ روحانی بیماریوں کے نشیب و فراز کہ شفایاب ہوا ہے یا نہیں جب تک کامل نہ بتائے پتہ نہیں چلتا۔ جب احساس ہو جائے اور شفا کا پتہ بھی چل جائے تو انسان خوش ہوتا ہے۔ انسان غور کرے کہ میں شفا یاب ہوا ہوں یا نہیں۔ روحانی بیماریوں کا بھی نشیب و فراز ہوتا ہے۔ کبھی کم ہو جاتی ہیں اور کبھی بڑھ جاتی ہیں۔ کامل وہ ہوتا ہے جس کی اصلاح حال ہو جائے۔ اور وہ روحانی بیماریوں سے شفا پا جائے۔ اور پھر بگڑنے نہ پائے۔ تو اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

ترجمہ:- بیشک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اتریں گے ان پر فرشتے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور خوش رہو جنت میں جن کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

؎ رضائے مولا برہمہ اولیٰ۔

اللہ تعالےٰ نے جس چیز کا حکم کیا ہے وہ کرے اور جس سے اللہ تعالےٰ منع کرے اس سے رک جائے۔ اور حق پر ڈٹ جائے۔ بیٹے، بھائی، برادری کا خیال نہ کرے اور ڈٹ جائے۔ روحانی بیماریوں سے شفایاب ہونا بڑا مشکل ہے۔ ہادی کامل اور طالب صادق ہو تو مہینوں کی بات نہیں عام طور پر سالہا سال میں شفا ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق ہے۔ آنِ واحد میں بھی شفا عطا فرما سکتا ہے۔ ۲۶ کی ململ جلدی دُھل جاتی ہے۔ تھوڑا سا صابن لگایا اور کپڑا صاف ہو گیا۔ اور بعضے کھدر کے کپڑے دھوبی دو تین مرتبہ بھٹی پر چڑھاتا ہے۔ ایک، دو دفعہ میں میل نہیں نکلتی۔ تیسری چوتھی دفعہ صاف ہو جاتا ہے۔ عامۃ الناس میں بھی اسی طرح بعضوں کی اصلاح جلدی اور بعض کی سالہا سال کے بعد ہوتی ہے۔ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کامل ہو گیا ہوں۔ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطرہ ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُ اِطْمَاَنَّ بِہٖ وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُ اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْہِہٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ہُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝

ترجمہ:- اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ کی ایک کنارے پر۔ پس اگر پہنچتی ہے اس کو بھلائی تو مطمئن ہو جاتا ہے اس سے اور اگر پہنچتی ہے اس کو کوئی آزمائش تو اُلٹا پھر جاتا ہے اپنے رخ پر نقصان اٹھاتا ہے دنیا اور آخرت کا یہی ہے وہ خسارہ صریح۔

بعض ایسے بدبخت لاہور میں موجود ہیں۔ بعیت کی نماز پڑھنی شروع کی۔ ماں نے کہا کہ نماز پڑھنے سے روزی تنگ ہو گئی (نعوذ باللہ) ہمیں نماز نہیں پھبتی۔ پہلے حرام کا مال لاتے تھے۔ ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ اور ساڑھے تین سو روپیہ رشوت بھی لاتے تھے۔ دودھ، لسی، مکھن وغیرہ کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ ہادی نے توبہ کرائی تو ساڑھے چار سو سے ڈیڑھ سو روپے رہ گئے۔ پہلے کی طرح نہ بھینس رہی نہ ملائی اور نہ دودھ رہا اور نہ مکھن رہا۔ شیطان کہتا ہے کہ خدا کا نام لیا تو تنگدستی مسلّط ہو گئی۔ نعوذ باللہ اصل چیز یہ ہے کہ خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ ہادی نے دوزخ سے بچا لیا۔ حرام کا دودھ، مکھن سب جہنم کا ایندھن بن رہا تھا۔ اے اللہ تیرا شکر ہے دال روٹی دے ہی رہا ہے۔

روحانی بیماریوں سے شفا پانے کے بعد بھی خطرہ ہوتا ہے۔ جیسے بخار ہوا، علاج کیا۔ آرام آ گیا۔ بد پرہیزی کی پھر بخار ہو گیا۔ اسی طرح روحانی بیماریوں میں بھی شفا ہو جاتی ہے۔ اللہ اللہ کرنے سے دل میں سکون رہتا ہے۔ چوری کی بکری کا گوشت کھایا۔ حرام کے گھی کے پراٹھے کھائے تو طبیعت بگڑ گئی۔ مرتے دم تک خطرہ رہتا ہے۔ غافل ہو جائیں گے تو شیطان بد پرہیزی کرائیگا۔ اللہ تعالےٰ شفا عطا فرمائے اور بد پرہیزی سے بچائے۔

جو لوگ کچے ہیں ان کو پتہ نہیں چلتا یہ کامل ہی بتاتا ہے۔ اگر آپ حلال طیّب کھائیں گے تو طبیعت میں سکون ہو گا اور نماز میں اطمینان اور حرام کا مال کھا کر آئیں گے تو طبیعت سے ذکر الٰہی کا سکون سلب ہو جائے گا۔

لاہور میں بہت سی چیزیں بظاہر حلال حقیقت میں حرام ہوتی ہیں۔ جیسے چوری کی بکری اور گائے بھینس کے بچے،

حضرت مولانا احمد علی صاحب کے ارشادات

ماخوذ از درس قرآن مجید ۔ ۲۵ جون تا ۲ جولائی ۱۹۵۶ء

مرسلہ عبد الرحمن شاد

- جن علماء نے قرآن کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جنت کی ہوا بھی نہ سونگھنے پائیں گے۔
- مجموعہ ہدایت قرآن ہے۔
- ہادی کی آواز پر اگر آپ لبیک نہیں کہہ سکتے تو خدارا اسے تنگ مت کرو۔
- یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو جو اذیت پہنچاتا ہے۔ خدا اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔
- ہادی اتمام حجت کے لئے آتے رہیں گے۔ تاکہ قیامت کے روز بدلوگ یہ کہہ سکیں کہ اے خداوند تعالیٰ آپ نے کب ہمیں راہ راست دکھایا تھا کہ ہم تیرے حکم کی تعمیل کرتے۔
- خداوند کریم دل کے حال کو جانتا ہے۔ ظاہری صورتوں پر نظر نہیں ڈالتا۔
- رنڈیوں۔ شراب خانوں اور سینما خانوں سے ہم عشق کرتے ہیں۔ لیکن خدا اور اس کے دین سے نفرت۔ خدارا اپنی بھلائی اور بہتری کے لئے آنکھیں کھولو۔
- کامل مومن وہ ہے۔ جس کا تعلق خالق اور مخلوق سے ہے۔ خالق کو راضی کرنا آسان ہے لیکن مخلوق کو بہت مشکل مخلوق کو خوش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کا حق ادا کر دے اور اپنا حق طلب نہ کرے۔
- صلہ رحمی یہ نہیں کہ جوڑنے والے سے جوڑے بلکہ توڑنے والے سے جوڑے۔
- صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ "مرنے سے پہلے ہی مر جاؤ"
- بیماری انسان کے لئے تنبیہ ہے۔
- خدا کے قانون کی مخالفت کرنے والا غدار ہے۔
- حرام کی کمائی نور ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرو۔
- ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تیرے دروازے پر جا رہا ہوں۔ وہاں پر تیرا جو حکم تیرا بندہ بتائے گا دل سے اس پر عمل کروں گا۔
- ایمان کی منڈیاں مسجدیں ہیں۔
- بد کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے اور نیک کبھی رسوا نہیں ہو سکتے۔
- نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جس کی غذا گندی اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہو گی جس طرح لاہور کی گندی سبزی پسند نہیں کی جاتی۔ اسی طرح اس سے بھی لوگ نفرت کریں گے۔
- جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا۔ وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔
- قرآن کے فرمان کا اتباع کرنے والے دانشمند۔ مآل اندیش اور مخالفین پاگل ہیں۔
- انسان اور جن صرف خدا کی عبادت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

منعقدہ ۱۵ محرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

تزکیہ کی برکات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد

میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس اللہ اللہ کرنے والے احباب کی تربیت کے لئے ہے جن کو ذکر کی تلقین کی جا چکی ہے اصل میں تو یہ مجلس روزانہ ہونی چاہیئے۔ لیکن چونکہ روزانہ اکٹھے ہونا مشکل ہے۔ اس لئے ہفتہ میں ایک دفعہ ہوتی ہے۔ یہ مجلس روحانی امراض سے پاک ہونے کے لئے ہے۔ دنیا میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس سے جس شخص کا بھی تعلق ہو وہ ہر جسمانی مرض سے پاک ہو۔ بیوی اس کو بنانا چاہتا ہے۔ جو ہر مرض سے شفایاب ہو۔ دق۔ سل کی مریضہ نہیں چاہتا بیٹے بھی ہر لحاظ سے تندرست چاہتا ہے۔ نوکر بھی صحت مند چاہیئے۔ اللہ تعالٰے کو بھی ایسے بندے چاہئیں جو امراض روحانی سے پاک ہوں جس طرح جسمانی امراض کے معالج ہوتے ہیں۔ اسی طرح امراض روحانی کے بھی معالج ہوتے ہیں۔ روحانی امراض کے معالج انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ان کے دروازے کے غلام جن کو صوفیاء کرام کہتے ہیں۔ یہ ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کا ذکر آتا ہے۔ فرماتے ہیں :-

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ الآیۃ (سورۃ الجمعۃ رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ :- (اللہ تعالٰے وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے)

وہ فرائض اربعہ یہ ہیں :-

(۱) تلاوت آیات۔ حضورؐ قرآن مجید کی آیات اللہ تعالٰے سے جبرئیلؑ کی معرفت لے کر صحابہ کرامؓ کو پہنچا دیتے تھے۔

(۲) تزکیۂ نفس حضورؐ صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نفس فرماتے تھے۔ آپؐ کی صحبت بابرکت کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ ان کے اندر سے تمام امراض روحانی نکل جاتے تھے۔

(۳) تعلیم کتاب۔ حضورؐ صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کی آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔ تلاوت آیات اور چیز ہے۔ تعلیم کتاب اور چیز ہے۔ صحابہ کرامؓ حضورؐ سے مختلف چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور آپؐ ان کا جواب دیتے تھے۔ مثلاً وہ یتامٰی کے متعلق پوچھتے ہیں یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی۔ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ

(۴) تعلیم حکمت۔

پاکیزگی دو طرح کی ہوتی ہے (۱) ظاہری پاکیزگی اس کو طہارت کہتے ہیں۔

(۲) باطنی پاکیزگی۔ اس کو تزکیہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں وہ بندہ مقبول اور محبوب ہے جس کا تزکیہ نفس ہو چکا ہو۔ یعنی جو روحانی امراض سے پاک ہو۔

جسمانی امراض کی تکلیف موت تک ہے جو مریض کل تک ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتا تھا آج جب دم نکل گیا۔ تکلیف ختم ہو گئی۔ اور مرض سے آرام آ گیا۔ اس کے بعد اس کو جتنی جلدی ہو سکے سپرد خاک کر دینا چاہیئے۔ یہ اللہ کی امانت ہے یہ غلط رسم ہے کہ فلاں رشتہ دار کو تار دیا ہے وہ آ کر منہ دیکھ لے تو جنازہ اٹھے گا۔ روحانی بیماریاں مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتیں۔ وہ قبر میں بھی تڑپائینگی اور حشر میں بھی

اگر امراض روحانی سے جیتے جی شفا نہ ہوئی تو اللہ کے ہاں ان کے علاج کا ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام دوزخ ہے۔ میو ہسپتال کی طرح اس کے مختلف وارڈ ہیں۔ بعض امراض روحانی کے مریض شفایاب ہو کر دوزخ سے نکل آئیں گے بعض روحانی امراض مہلک ہیں۔ ان کے مریض ابدالآباد جہنم میں رہیں گے اور کبھی نہ نکلنے پائیں گے۔

مہلک روحانی امراض یہ ہیں :-

(۱) کفر (۲) شرک (۳) نفاق اعتقادی

اللہ تعالٰے کا حکم آیا۔ ہادی نے پوری طرح سمجھا دیا۔ لیکن ذاتی اغراض کی بناء پر انکار کر دیا۔ یہ کفر ہے۔ جو شہری صاحب جائداد اور زمیندار میراث کے معاملہ میں شریعت کا انکار کر کے رواج کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ اللہ تعالٰے وہ ہے۔ جس کے سامنے انسان ہستی کی سپر ڈال دے۔ اس میں غیر کو شریک خدا بنانا شرک ہے۔

قرآن مجید پر اعتراض کرنے والے نفاق اعتقادی کے منافق ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ چور کا ہاتھ کاٹنا وحشیانہ سزا ہے۔ وہ منافق ہیں۔ پردہ پر اعتراض کرنے والے بھی اسی مد میں آتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِ ج وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۰ پ ۱)

ترجمہ :- کیا تم کتاب کے ایک حصّہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصّہ کا انکار کرتے ہو۔ پھر جو تم میں سے ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو۔ اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب میں دھکیلے جائیں۔ اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو)

یہ آیت اصل میں یہود کے حق میں ہے لیکن اس میں وہ شخص بھی آتے ہیں جو قرآن کے بعض حکموں کو تو مانتے ہیں۔ اور بعض کا انکار کرتے ہیں پردہ شرعی حدود اور سود کے متعلق احکام قرآن پر اعتراض کرنے والے بھی اسی مد میں آتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے نہ شفا ہے نہ نجات ہے۔

کچھ امراض روحانی قابل علاج ہیں۔ مثلاً :۔ کبر۔ عجب۔ حسد۔ یہ بھی جہنم میں پہنچائیں گے۔ مگر ان کا مریض سزا بھگت کر نکل آئے گا۔ حضور صلعم کا ارشاد ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہر شخص کا دل چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں۔ اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ صلعم نے فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے تکبر کی یہ تعریف فرمائی۔ بطر الحق و غمط الناس (حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا)

ہمیں اگر اللہ نے دولت دی اور غریب کو نہیں دی تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ اس کو اس لئے حقیر سمجھنا کہ اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں اور جوتا ٹوٹا ہوا ہے۔ یہ تکبر ہے۔ ع

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

دولت اور طغیانی لازم ملزوم ہیں۔ الاّ ماشاء اللہ

عجب یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کو اللہ کے فضل کی بجائے اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے قارون مرض عجب میں مبتلا تھا۔ اللہ والے اس کو نصیحت فرماتے ہیں :۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اللہ والوں کی اس وعظ و نصیحت کا وہ یہ جواب دیتا ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے اس کو اور اس کی ساری دولت کو زمین میں دھنسا دیا تاکہ وہ ملعون دولت کسی دوسرے کے کام ہی نہ آئے۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف

(سورہ القصص رکوع ۸ پ ۲۰)

ترجمہ :۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا مت۔ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے ......

پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا)

اللہ والے تو اللہ اللہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور وہ اپنی قابلیت کا ذکر کرتا ہے۔

بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیعت کرنے والے کا تزکیۂ نفس ہو جائے۔ اللہ اللہ کرنے کی برکت سے امراض روحانی سے شفا ہو جاتی ہے کبر۔ عجب۔ حسد نہ رہے یہ تزکیۂ نفس ہے حسد حرام ہے۔ غبطہ جس کو فارسی میں رشک کہتے ہیں وہ جائز ہے۔ حسد یہ ہے کہ کسی سے کالے علم کا تعویذ لیا کہ پڑوسن کا بچہ مر جائے اور میرے ہاں ہو جائے۔ یہ حرام ہے۔

غبطہ یہ ہے کہ اللہ تعالے سے دعا کرے کہ اے اللہ تو نے فلاں عورت کو بیٹا دیا ہے۔ تیرے ہاں بیٹوں کی کیا کمی ہے۔ اس کا بھی سلامت رہے۔ اور مجھے بھی عطا فرما یہ جائز ہے۔

کامل کی صحبت میں طالب صادق کے اندر سے یہ باطنی امراض نکل جاتے ہیں کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔

میرے دو مربی ہیں۔ (۱) حضرت دین پوری رحؒ (۲) حضرت امروٹی رح۔ حضرت امروٹی رحؒ کا آج سے ۶۲ سال قبل کا واقعہ مجھے یاد ہے حضرت رحؒ کے لنگر میں کچھ کھجور کے درخت تھے۔ ایک دن میری موجودگی میں ایک شخص نے شکایت کی کہ حضرت بچے کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے ہیں حضرت رحؒ کا ایک خادم تھا۔ جس کا نام اللہ ودایا تھا۔ آپ رحؒ نے اس سے فرمایا کہ اللہ ودایا ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ۔ تاکہ میں ان کو سزا دوں۔ اللہ ودایا کی زبان سے بیساختہ نکل گیا کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت خاموش ہو گئے۔ اس نے حضرت رح کی طبیعت کا رخ پھیر دیا۔ وہ جاہل مطلق تھا۔ لیکن صحبت کا اس پر اثر تھا۔ ع

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

اللہ والے ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ اللہ ہو سیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تزکیۂ نفس ہو جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالے کا ارشاد ہے :۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط

(سورۃ النساء رکوع ۱۱ پ ۵)

(ترجمہ :۔ تجھے جو بھلائی بھی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے)

آج کا سبق یہی ہے کہ اگر راحت پہنچے تو اس کو اللہ کا فضل سمجھا جائے۔ اور اگر کوئی تکلیف آئے تو اس کو اپنے کسی گناہ کی شامت سمجھا جائے۔ سندھی میں کسی نے کہا ہے ع

مہر سائیں جی دائما۔ قہر سائیں جی گاہ گاہ
ہیں ہوجے تاں واہ واہ ہوں ہوجے تاں واہ وا؟

اللہ تعالے کی رحمت کا ۱/۱۰۰ حصہ دنیا میں نازل شدہ ہے۔ اس میں ایک ماں کے حصہ میں کتنا آیا ہوگا۔ ماں اولاد پر ہر وقت شفقت کرتی ہے۔ لیکن کبھی مارتی بھی ہے۔ اس کی مار بھی شفقت کی بناء پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالے ہمارے کسی گناہ کے باعث سزا دے۔ تو یہ بھی اس کی شفقت ہے کہ سزا یہاں مل گئی۔ اگر قیامت کے دن تک اکٹھی ہوتی رہتی تو وہاں زیادہ ملتی۔

ع ظفر آدمی اسکو نہ جانئے گا خواہ ہو کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

کامل کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر کسی نے گالی دی تو اس سے نہ لڑے گا۔ بلکہ یہ سمجھے گا کہ کسی گناہ کی سزا ملی ہے۔

اللہ تعالے مجھے اور آپ کو دنیا سے پاک ہو کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، یا الٰہ العالمین!

وما علینا الاّ البلاغ

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

منعقدہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۰- اگست ۱۹۵۶ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

دُنیا کے مروّجہ علوم میں سب سے کامل علم کتاب وسُنّت کا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

امّا بعد- ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی نئے صاحب ہوتے ہیں اس لئے مجھے ہر بار یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ یہ مجلس ان احباب کی رہنمائی اور تربیت کے لئے ہوتی ہے جو اللہ کا نام سیکھنے کے لئے جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور ان کو اللہ اللہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اللہ کے پاک نام کی برکت سے عمل کی توفیق نصیب ہو۔ جب دُنیا سے رخصت ہو کر جائیں تو اللہ تعالےٰ کو راضی کرکے جائیں اور ہماری قبریں روضۃ من ریاض الجنّۃ (بہشت کے باغوں میں سے باغ) بن جائیں۔ جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق نہیں وہ بڑی خوشی سے آئیں مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میری ذمہ داری اللہ اللہ کرنے والوں کے متعلق ہے۔ مَیں سوچ کر آتا ہوں تین چار دن برابر سوچتا رہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت آئیگی ان سے کیا کہوں۔ مجلسِ ذکر کی تقریر کے علاوہ جمعہ کا خطبہ بھی ہوتا ہے اس کے لئے بھی تیاری کرنی پڑتی ہے۔ وہ ہزاروں مسلمانوں کے ہاتھوں میں جاتا ہے۔ ہفت روزہ "خدّام الدین" میں مجلس ذکر اور جمعہ کا خطبہ دونوں چھپتے ہیں۔ الحمدللہ یہ چار سو سے شروع ہُوا تھا اور اب ۲۳ سو چھپ رہا ہے۔ اس میں ہم نہ سیاست اور نہ کسی جماعت کے خلاف کچھ لکھتے ہیں۔ مودودی صاحب کے خلاف میرے مضامین "نوائے پاکستان" میں چھپتے رہتے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے مَیں نے ان سے سوال کیا تھا کہ آپ نے مکّہ معظمہ اور حرم پاک کے متعلق پہلے جو کچھ لکھا تھا وہ درست ہے یا غلط۔ لیکن "خدام الدین" میں ان کے خلاف آج تک ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔

آج مَیں جب ذکر میں آکر بیٹھا ہوں تو اللہ تعالےٰ نے مضمون سُجھا دیا۔ یہ نہیں کہ دماغ میں مضامین آتے نہیں۔ آتے ہیں مگر طبیعت کہیں ٹکتی نہیں۔ جب طبیعت ٹک جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے شرح صدر ہو جاتی ہے۔ جب مَیں خطبہ لکھتا نہیں تھا تو بعض اوقات منبر پر بیٹھ کر طبیعت کسی مضمون پر ٹکتی تھی۔ اب بھی لکھتے وقت کئی کئی دن سوچتا اور قرآن کی ورق گردانی کرتا رہتا ہوں۔ آپ سب آزاد اور مَیں پابند ہوتا ہوں آج اللہ تعالےٰ نے سمجھایا کہ اس مضمون پر کچھ کہو کہ "دُنیا کے تمام مروّجہ علوم میں سب سے کامل سب سے اعلیٰ۔ سب سے زیادہ بصیرتیں پیدا کرنے والا سب سے زیادہ کارآمد۔ سب سے زیادہ دور رس۔ ماضی حال اور مستقبل پر روشنی ڈالنے والا۔ اللہ تعالےٰ سے روشناس کرانے والا۔ با اخلاق بنانے والا۔ صحیح معنوں میں انسان بنانے والا۔ دُنیا کی ذلّتوں سے بچانیوالا اور آخرت میں عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا علم فقط کتاب وسُنّت کا علم ہے۔"

یہ سب خوبیاں کتاب و سُنّت کے علم میں پائی جاتی ہیں اور مسلمان اس سے بے خبر ہیں اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں۔

آج کل سائنسدانوں کی کتنی عزّت ہے لیکن ان کا کام اس گوشت پوست ہڈیوں کے ڈھانچے کے لئے سہولتیں پیدا کرنا ہے پہلے مسلمان بادبانی کشتیوں میں حج کے لئے جاتے تھے۔ مولانا خیر محمد صاحب سندھی مرحوم نے مجھے بتلایا کہ وہ ایک دفعہ بادبانی کشتی میں حج کے لئے گئے تھے۔ ہوا کے نہ چلنے کے باعث کشتی سترہ دن تک سمندر میں ایک جگہ کھڑی رہی۔ اب جہاز بن گئے ہیں وہ انجن سے چلتے ہیں ہوا چلے یا نہ چلے لاکھوں من لوہے کا جہاز پانی پر چلا دیا۔ واقعی بڑی ترقی ہوگئی؟ پہلے بحری جہاز گیارہ دن میں جدّہ پہنچتے تھے۔ اب سُنا ہے کہ چھ دن میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ ترقی کی تو ہوائی جہاز بنا لئے۔ ہمارا ہوائی جہاز پونے سات گھنٹہ میں کراچی سے جدّہ پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس ترقی میں ہُوا کیا؟ کونسی خوبی آگئی؟ کیا لوگ پہلے سے زیادہ باخدا ہوگئے یا ان میں خوفِ خدا پیدا ہوگیا یا کوئی آخرت کا نفع ہوگیا یا شرافت آگئی؟ پہلے ٹیلیفون نہیں تھے پھر ٹیلیفون ایجاد ہُوا۔ اب سُنا ہے کہ اس میں بات کرنے والے کا فوٹو بھی آئے گا۔

انسانیت اسی سائز میں آئے گی۔ گھوڑے، گدھے وغیرہ کے سائز میں نہ آئے گی۔ جیسے عطر بوتل میں ہی آسکتا ہے۔ ہانڈی۔ پُڑیا، پلّے یا جوتی میں میں نہیں آسکتا۔ اس سائز میں انسانیّت کی استعداد ہے۔ انسان بنانے کے لئے ... کان سے چشمۂ آبحیات آتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام چشمۂ آبِ حیات لے کر آتے ہیں۔ اس وقت قرآن چشمۂ آبحیات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے قرآن کا پانی دیا۔ جن کے اندر استعداد تھی وہ مردود سے مقبول۔ غافل سے ذاکر۔ جہنمی سے جنتی ہوگئے۔

باقی سب علوم کا تعلق اس گوشت پوست ہڈیوں کے ڈھانچے کے ساتھ ہے۔ کتاب وسُنّت کے علم کا تعلق روحانیت کے ساتھ ہے۔ یہ دُنیا اور آخرت دونوں کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ یہ دُنیا میں عزّت دلاتا ہے اور آخرت میں عذابِ الٰہی سے بچاتا ہے۔ اور کسی علم میں یہ خاصیت نہیں۔ انگریز روحانی لحاظ سے خود اندھا ... مسلمان کو اندھا کرگیا۔ مسلمان خوش ہیں کہ لڑکا ایم۔ اے ہوگیا اور لڑکی بی۔ اے ہوگئی۔ یہ پتہ نہیں کہ کلمہ بھی نہیں آتا اور آخرت کے لحاظ سے نپٹ اندھے ہیں۔ سوٹ اور ہیٹ پہن کر پھولے نہیں سماتے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والے لڑکے اور لڑکیوں کے اندر اکثر ایمان نہیں ہوتا۔ دو قسم کے نوجوان اور لڑکیاں مستثنٰی ہیں۔ ۱۔ جنہوں نے نیک ماں باپ کے زیرسایہ تربیت پائی۔ ۲۔ جو رہے تو ہوسٹل میں مگر کسی باخدا کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔

کتاب وسُنّت کا علم یہ سکھلاتا ہے کہ دُنیا یوں گزارنی ہے اور آخرت کے لئے یہ یہ کرکے جانا ہے۔ یہ انسان اور گدھے میں تمیز کراتا ہے۔ سائنس میں یہ خوبی ہے؟ انسان میں غیرت اور حیا ہے۔ یہ مل جل کر خدا یاد کرنے کا عادی ہے۔ اور بنانے والے کے سامنے سربسجود ہوتا ہے۔ اگر ان کو ان چیزوں کا پتہ ہوتا تو کیا یہ ڈانس کھیلتے۔ شراب پیتے اور بدمعاشی کرتے؟

حضرت مولنٰا اصغر علی صاحب روحی رحؒ اسلامیہ کالج لاہور میں دینیات کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ سٹاف روم میں ایک نوجوان رمضان میں سگریٹ پی رہا تھا۔ مولنٰا نے کہا کہ آپ کو رمضان کا احترام کرنا چاہیئے۔ اور اس طرح کھلے بندوں تماکو نوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس نے جواب دیا کہ مَیں جس چیز کو جائز سمجھتا ہوں اس کو کیوں چھپاؤں۔ مولنٰا نے اس سے کہا کہ کل اپنی بیوی کو دفتر لے آنا اور سب کے سامنے ہمبستری کرنا۔ جب یہ فعل جائز ہے تو اس کو کیوں چھپاتے ہو؟ انگریز اس جہالت میں ہمیں پھنسا گیا ہے۔ ایک ہیڈ ماسٹر کی لڑکی کی شادی تھی۔ ہماری جماعت کے ایک شخص نے جو ہیڈ ماسٹر کے رشتہ دار تھے اس کو خلافِ شرع رسموں پر تنبیہ کی تو کہنے لگے کہ تمہیں کس مولوی نے یہ دین سکھایا ہے۔ انہوں نے میرا نام بتلا دیا۔ تو کہنے لگا وہ تو وہابی ہیں۔ انہوں نے جب پوچھا کہ وہابی کسے کہتے ہیں تو کہنے لگا کہ جو مسئلے مسائل بیان کرے تیرہ چودہ سو لڑکے ان کے زیرسایہ تعلیم پا رہے ہیں۔ جب دین سے ہیڈ ماسٹر صاحب اس قدر بے بہرہ ہیں تو لڑکوں کے متعلق خود ہی اندازہ کرلیجئے۔

جب جہالت کا یہ حال ہو تو اندازہ کیجئے کہ کتاب وسُنّت کے علم کی اشاعت کی کتنی ضرورت ہے؟ ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

اکثریت کی نظر میں اس علم کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ رزق کے لئے علم حاصل کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ رزق کی قبض وبسط اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ۔ (سورہ رعد رکوع ۳ پ ۱۳)

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے)

کیا حجام دولتمند اور زمیندار مقروض نہیں ہوتے؟ تعلیم یافتہ طبقہ میں کتنی بے روزگاری ہے؟ چاندی دی ریت نہیں سونے دی توفیق نہیں۔ تعلیم یافتہ نوجوان چھابڑی لگا نہیں سکتا اور بڑے پیمانے پر کام کرنے کے لئے سرمایہ نہیں۔ اس لئے بیروزگاری عام ہے۔ ایک اسامی کے لئے ہزاروں درخواستیں آتی ہیں۔

کتاب وسُنّت کی تعلیم زندگی سنوار دیتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی بسر کرو۔

عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ

(ترجمہ۔ ان (عورتوں) کے ساتھ حسنِ سلوک سے زندگی بسر کرو)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔
وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا

(سورہ البقرہ رکوع ۲۹ پ ۲

(ترجمہ اور ان (عورتوں) کو نقصان پہنچانے کے لئے بند نہ رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو)

مَیں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک نوجوان ان احکام پر عمل کرے تو اس کے لئے ہر ایک کے دل سے دعا نکلے گی یا نہیں اللہ تعالےٰ۔ رسول اللہ۔ سسرال سب اس سے راضی ہونگے۔ سب کہیں گے کہ لڑکا بڑا ہی شریف ہے۔ جب تک نبھا ہُوا عزّت سے رکھا اور جب نبھا نہ ہو سکا تو جس طرح عزّت سے لایا تھا اسی طرح عزّت کے ساتھ اس کے والدین کے گھر چھوڑ کر آئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرے کہ افسوس ہے کہ میرا اس سے نبھا نہیں ہوسکا۔ عطائے تو بلقائے تو بخشیدم۔ ایسے شریف لڑکے کے لئے شام سے پہلے پہلے کئی رشتے آئیں گے۔ ایسے شخص کی دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرے لڑکے کو لیجئے۔ جو نہ تو نبھا کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ معلق چھوڑ رکھا ہے۔ اس کے خلاف سب کی آہیں بارگاہِ الٰہی میں

باقی صفحہ ۱۸ پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کیسے لباس میں ہوا؟

ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہم کو نکال کر دکھائی ایک دبیز دہری چادر اور ایک موٹے کپڑے کا تہبندے اور ہمیں بتایا کہ انہی دونوں کپڑوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ (یعنی آخری وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر یہی دو کپڑے تھے۔) صحیح بخاری

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پہنتے عمامہ یا کرتا یا چادر تو اس کا نام لے کر کہتے: اے اللہ! تیرا شکر اور تیری حمد جیسے تو نے مجھے پہننے کو دیا یہ (عمامہ یا کرتا یا چادر) اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس کی بھلائی اور جو اس کا وجود ہے اس کی بھلائی اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس کے مقصد یعنی استعمال کے شر سے (یعنی اس کپڑے میں اور اس کے استعمال میں جو شر ہو سکتا ہے اس سے میری حفاظت فرما)۔ جامع ترمذی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس میں کرتا پسند تھا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا۔ (دوسری روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستینیں ہاتھ کے پہنچوں تک ہوتی تھیں اور نیچے کی جانب ٹخنوں سے اوپر تک ہوتا تھا۔) جامع ترمذی

بقیہ مجلس ذکر

صفحہ ۸ سے آگے

جائیں گی ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

مسلمان تعلیم کا بڑا دلدادہ ہے چاروں طرف تعلیم تعلیم کا شور ہے۔ مگر کتاب و سُنّت کی تعلیم کی پروا نہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے پہلے لڑکیوں میں جتنا حیا تھا اتنا اب نہیں ہے۔ اکبر الہ آبادی ؒ نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہوں گے

یہ اس تعلیم کا نتیجہ ہے جس کا اتنا چرچا ہے۔ جو تعلیم ضروری ہے اس کے لئے مولوی محمد مقبول عالم صاحب ہماری مسجد میں بیٹھتے رہتے ہیں مگر کوئی آتا ہی نہیں۔ اُستاد بی۔ اے ہے اور مفت پڑھاتے ہیں۔ چوکی مفت۔ قرآن مفت۔ مکان مفت۔ بجلی مفت۔ سب کچھ مفت مگر پھر بھی قرآن پڑھنے کے لئے نہیں آتے۔ عیسائیوں کے سکولوں، کالجوں میں پڑھنے کے لئے بڑے شوق سے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ انجیل بھی پڑھاتے ہیں۔ گویا کہ خود بچّوں کو بے ایمان بناتے ہیں۔ یہ حرام خوری کا نتیجہ ہے۔ عربی میں کسی نے کہا ہے ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم الی دار الکلاب

خود حرام کھاتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کو حرام کھلاتے ہیں۔ اس لئے بچّوں کو گرجوں میں پڑھاتے ہیں۔ تربیت سے انسان نازک مزاج ہو جاتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ شہر سے دُور ایک تربیت گاہ بنائی جائے جہاں داخل ہونے والے خود چکّی پیسیں خود پکائیں اور کھائیں ہر وقت با وضو اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہیں۔ پھر دیکھئے طبیعت میں کتنی نزاکت آتی ہے لیکن ؎

کریماں را بدست اندر درہم نیست
خداوندانِ نعمت را کرم نیست

اپنے پلے پیسے نہیں جن کے پاس پیسے ہیں ان کو اس کی ضرورت کا احساس نہیں۔ حرام کا لقمہ کھایا دل سیاہ ہو گیا۔ کوئی بے دین آ گیا تو دل سیاہ ہو گیا۔ طبیعت میں نزاکت کہاں سے آئے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو کتاب و سُنّت کے علم سے اپنے سینوں کو منوّر کرنے اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الٰہ العٰلمین

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل ارشاداتِ گرامی ذاکرین کی رہنمائی کے لئے فرمائے :-

ظاہری صفائی سے زیادہ باطنی صفائی کے اہتمام کی ضرورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد عرض یہ ہے کہ یہ حلقۂ ذکر اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے لئے ہے۔ دوسرے احباب بھی آ جاتے ہیں۔ چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ اصل میں یہ مجلس حلقۂ ذکر میں منسلک ہونے والوں کی اصلاحِ باطن کے لئے ہوتی ہے۔

ظاہری صفائی کتنی مشکل ہے۔ اس کے لئے کتنا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ کپڑے دُھلے ہوئے ہوں۔ جسم صاف ستھرا ہو۔ کنگھی پٹی کی ہوئی ہو۔ باطن کی صفائی کے لئے اس سے بھی زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔ منافقین کی ظاہری صفائی کی اللہ تعالےٰ بھی شہادت دیتے ہیں۔ ارشاد باری ملاحظہ ہو۔

وَ اِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُہُمۡ ط وَ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ ط کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ط یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ ط ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ ط قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ز اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ (سورۃ المنٰفقون ع۔ پ ۲۸)

ترجمہ:- اور جب ان کو دیکھیں تم ان کے ڈیل ڈول اچھے لگیں گے۔ اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سُن لیں گویا کہ وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ وہ ہر آواز کو اپنے ہی اوپر خیال کرتے ہیں۔ وہی دشمن ہیں۔ پس ان سے ہوشیار رہیئے اللہ انہیں غارت کرے وہ کہاں بہکے جا رہے ہیں۔

ان کی ظاہری وضع قطع ڈیل ڈول کی اللہ تعالیٰ بھی تعریف فرما رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو دیکھ کر تعجب کرنے لگتے ہیں۔ باتیں بھی ایسی سوہنی کرتے ہیں کہ آپؐ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں۔ لیکن باطنی صفائی نہ ہونے کے باعث مردود بارگاہ الٰہی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ان کی مثال لکڑی کی ہے جو دیوار کے سہارے کھڑی کر دی جائے تو کھڑی رہے گی۔ اگر دیوار کا سہارا نہ رہے تو گر پڑتی ہے۔ ان میں منافقین کے اپنے اندر ایمان کی طاقت نہیں۔ اس لئے ان کی ظاہری صفائی کسی کام نہ آئیگی اسی سورۃ میں آگے چل کر منافقین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ ط لَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ط

ترجمہ:- برابر ہے خواہ آپ ان کے لئے معافی مانگیں یا نہ مانگیں۔ اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشیگا بے شک اللہ بدکار قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا ہے کہ ظاہر کی صفائی نمبر دوم اور باطن کی نمبر اوّل ہے۔ باطن کی صفائی سے دل کی صفائی مراد ہے۔ باطن کی صفائی کا نام تزکیہ ہے۔ دل سارے جسم میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر دل پاک ہے تو سارا جسم پاک ہے۔ اگر دل پلید ہے تو سارا جسم پلید ہے۔ اگر کنوئیں میں زہر ڈال دیا جائے تو جو اس کا پانی پیئے گا وہ مرے گا۔ خواہ گلاس کتنا ہی صاف ستھرا ہو۔ اگر دل پلید ہے تو جسم اور کپڑوں کی صفائی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گی۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب

(ترجمہ:- بے شک (انسان) کے جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے)

دل پر باطن کی اصلاح کا مدار ہے۔ انسان کے جسم میں دل بادشاہ ہے۔ دماغ اس کا وزیر (مشیر) ہے اور باقی اعضاء اس کی فوج ہیں اصل میں دل سے ایک بات نکلتی ہے۔ دماغ اس کے متعلق غور و فکر کرکے دل کو مشورہ دیتا ہے۔ اگر دل اور دماغ متفق ہو جائیں تو پھر فوج کو اس کام کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ انسانوں کی ایک قسم تو منافقین کی ہے۔ جن کا ظاہر تو ٹھیک ہے۔ مگر باطن ٹھیک نہیں۔ اس لئے مردود ہیں۔ ایک قسم انسانوں کی ایسی بھی ہے۔ جن کے دل میں تو نورِ ایمان ہے۔ مگر کسی ظالم کے مجبور کرنے سے بحالت اضطراری وہ کلمہ کفر منہ سے کہہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ بارگاہ الٰہی میں قابل عفو ہیں۔ کیوں کہ ان کا باطن نورِ ایمان سے منوّر ہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ (سورہ النحل رکوع ا۔ پارہ ۱۴)

(ترجمہ:- مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو۔ اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو)

لہٰذا اصل چیز یہی ہے کہ باطن کا تعلق اللہ تعالےٰ سے ضرور درست ہونا چاہیئے۔ بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دل کی اصلاح ہو جائے۔ دل کی اصلاح کا نام تزکیہ ہے۔ تزکیہ کا یہ مطلب ہے کہ دل ما سوا اللہ سے پاک ہو جائے۔ اب میرا معمول یہ ہے کہ بیعت کے وقت میں پہلا سبق یہ دیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جانا کیجیے۔ دل سے ماسوا اللہ کو نکال دیا جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین رہے نہ آسمان رہے نہ انسان رہے اور نہ شیطان رہے۔ جب دل میں بھی اللہ کے سوا کوئی نہ سمائے۔ زبان پر بھی اللہ ہی ہو اور دماغ میں بھی اسی کا تصوّر ہو تو ایسا شخص اگر پہلا سبق پکانے پکاتے فوت ہو جائے تو انشاءاللہ قبر اور حشر کے عذاب سے بچ کر سیدھا جنّت میں پہنچ جائے گا۔ زبان سے یہ کورس پانچ منٹ میں بتلایا جا سکتا ہے۔ کوئی اس کو دس سال۔ کوئی تیس سال اور کوئی آخری لمحہ حیات تک بمشکل تکمیل پر پہنچاتا ہے۔ اس کے متعلق کسی نے کہا ہے۔ ع

دلا تو رسمِ تعلّق ز مُرغِ آبی جو

گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

سمندر کے سفر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک پرندہ سطح آب پر بیٹھا ہے۔ موج پر موج اس کے اوپر سے آ کر گزر جاتی ہے مگر اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ جب دل

چاہے اُڑ جاتا ہے۔ ماسوا اللہ کو دل سے نکال دینے کا یہ مطلب نہیں کہ سب سے لڑتا رہے۔ بیوی بچوں سب کو نکال دے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ سب کے ساتھ رہے۔ مگر دل میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے تعلق نہ ہو۔

ایک اور آیت ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط الآیہ (سورۃ الحجرات رکوع ۲ پ۲۶)

(ترجمہ):- بدویوں نے کہا۔ ہم ایمان لے آئے ہیں کہہ دو تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن تم کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا محل بھی دل ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ ایمان مقبول ہے جو دل میں ہو۔ خالی زبان سے ایمان کا دعوےٰ مقبول نہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو تزکیہ قلب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

ہر ایک کے ساتھ اللہ کے لئے تعلق رکھا جائے۔ یہی نیکی ہے۔ بیوی کی اس لئے خدمت کریں کہ اللہ کی امین آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مسنونہ پڑھ کر اس کو لائے ہیں۔ اولاد کی اس لئے خدمت کریں کہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ خیرکم خیرکم لاھلہ (ترجمہ)۔ تم میں سے سب سے بھلا وہ ہے۔ جس کا اپنے بیوی بچوں سے سلوک اچھا ہے) اسی طرح اللہ کی رضا کے لئے بھائی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

اصلاح دنیا کا نام دین ہے۔ دین کوئی الگ چیز نہیں۔ ہر کام میں اگر اللہ کی رضا پیش نظر ہو تو دین۔ ورنہ دُنیا۔ مسلمان کا ہر کام عبادت میں شمار ہو سکتا ہے۔ صرف ایک شرط ہے کہ ہر کام میں اللہ کی رضا کی نیت بنا لی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (ترجمہ: ہر عمل کا مدار نیت پر ہے) اگر رات کو عشا کی نماز پڑھ کر ایک شخص اس نیت سے جلدی سو جائے تاکہ فجر کی نماز باجماعت پڑھ سکے تو اس کی ساری رات عبادت میں شمار ہوگی۔

میرا دل کئی دفعہ چاہتا ہے کہ کپڑوں کو دھجیاں لگا کر پہنا جائے۔ لیکن اس ڈر سے نہیں پہننا کہ حالی سائل نہ سمجھا جاؤں

اور قرآن کا درس بدنام نہ ہو۔ سوالی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ حالی جو اپنا حال دکھلا کر سائل بنتے ہیں۔ وہ مُنہ سے نہیں مانگتے۔ ۲۔ قالی جو زبان سے سوال کرتے ہیں۔ میرے پردادا پیر رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اونٹ کو خوب سجا کر اس پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے۔ کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت آج یہ کیا سماں دکھا رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ فلاں سید کے بیٹے نے جو جوہڑ کے کنارے مویشی چرایا کرتا تھا۔ اللہ اللہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی برکت دی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ط

میری معروضات کا حاصل یہ نکلا کہ تزکیہ کا مطلب یہ ہے:۔ کہ

۱۔ دل ما سوا اللہ سے خالی ہو جائے تعلق سب کے ساتھ ہو۔ لیکن دل میں مطلوب محبوب اور مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہو

۲۔ ہر کام عبادت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ نیت رضائے الٰہی بنا لی جائے۔ جن کے دل میں نہ ایمان ہے اور نہ اسلام۔ ان سے جب قبر میں سوال ہوگا۔ مَنْ رَّبُّكَ (تیرا رب کون ہے) تو وہ جواب دیں گے۔ ہائے ہائے لا ادری (افسوس مجھے تو پتہ نہیں) اس دنیا میں دل میں ایمان ہوتا تو جواب دیتے رَبِّيَ اللّٰہ (میرا رب اللہ تعالیٰ ہے) مَا دِيْنُكَ (تیرا دین کیا ہے) کا بھی وہی جواب دیں گے۔ کہ مجھے تو پتہ نہیں۔ دل میں اسلام ہوتا۔ تو بولتا کہ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ (میرا دین اسلام ہے) جنہوں نے دین کو اپنایا نہیں وہ کیا بولیں گے طوطا کتنی باتیں کرتا ہے۔ جب بلی کو دیکھتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اپنی اصلی بولی یاد رہ جاتی ہے۔

۳۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبھ جائے فبہا ورنہ جو اس سے ٹکرائے گا۔ ہم اس کو اٹھا کر پھینک دیں گے۔ اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں آتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ الآیۃ (سورۃ المجادلہ رکوع ۳۔ پارہ ۲۸۔) (ترجمہ):۔ آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے۔ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور اُن لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں۔ گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔)

اللہ تعالیٰ باپ۔ بیٹے بھائی۔ کنبہ سب کو گنا گئے ہیں۔ مقصود فقط اللہ کی ذات ہے۔ جو ٹکرائے گا۔ اس کو ہٹا دیں گے۔ یہ توحید پرست ہیں۔ ع

گفتن و کردن فرقے دارد۔

ہم اللہ کو بھی راضی کرنا چاہتے ہیں اور ماسوا اللہ کو بھی۔ یہ شرک ہے۔ ع

ہم وہ بدمست قلندر ہیں، کبھی مسجد ہیں کبھی مندر ہیں

کبھی برادری کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی خدا کو۔ یہ نیک دنیا دار ہیں جو برادری کو خدا کے درجہ پر لاتے ہیں۔ ان سے شریعت کا اتباع کرنے کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں۔ کہ ہم تو دُنیا کے کُتے کُتیا ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن کُتوں کُتیوں کے لئے نہیں آیا۔ یہ بے ایمان ہیں۔

اللہ تعالےٰ جو کچھ مجھ سے کہلواتا ہے۔ اس پر مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

میں کہا کرتا ہوں کہ دل ہے زمین۔ قرآن ہے چشمہ آبحیات اور مالی اصل میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب آپ کے دروازہ کے غلام یہ کام کرتے ہیں۔ دل کو قرآن کا پانی دیا جائے تو ایمان اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ کسی کی پرواہ نہیں رہتی۔

اللہ والوں کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنے دروازہ پر سدا ہی آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مسلسل آنے سے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کا ہر ارشاد کرای العین معلوم ہوتا ہے۔ ع

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ کے دروازہ پر جو آتا ہے۔ وہ خالی نہیں جاتا۔ بشرطیکہ نیت میں اخلاص ہو اور جو نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دینے نہیں جاتے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں ان کی کوٹھیوں میں ان کو قرآن پڑھانے کے لئے جاؤں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے یہاں پر میرے پاس قرآن سننے کے لئے بھجوا دیتے ہیں۔

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

منعقدہ ۷ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو ارشاداتِ گرامی فرمائے وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں

محاسبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

امّا بعد۔ میری آج کی معروضات کا عنوان ہے محاسبہ یعنی اپنا حساب خود لینا۔

صوفیاء کرام فرمایا کرتے ہیں۔ حَاسِبُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تُحَاسَبُوۡا۔ (ترجمہ۔ اپنا محاسبہ کرلو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے) اس کا اشارہ قرآن مجید میں ہی ملتا ہے۔ غالباً صوفیائے کرام نے وہیں سے یہ لیا ہے۔

سورہ المؤمنون رکوع ۶ پ ۱۸ میں آتا ہے۔ اِنَّہٗ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡ عِبَادِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ

(ترجمہ: میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے)

وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو دل سے مانتے ہیں۔ اور فَاغۡفِرۡ لَنَا اپنے گناہوں کو سامنے رکھ کر ہی کہہ رہے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ پہلے انہوں نے اپنے اعمال کا محاسبہ کیا اور اس کے بعد اپنے گناہوں کی معافی کے لئے درخواست کی۔

ایک اور جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں جہاد کے لئے جاتے ہیں۔ یہ مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں۔ میدان جہاد میں پہنچے ہوئے ہیں۔ جب فتح میں دیر اور جہاد میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ جس کی وجہ سے فتح نہیں ہو رہی۔ اس غلطی کو معاف فرما دے۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھیو۔ یعنی ہمارے قدم ڈگمگانے نہ پائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنا محاسبہ کئے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ان مجاہدین کے حالات یوں بیان فرمائے گئے ہیں۔ وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَہٗ رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ ۚ فَمَا وَہَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَکَانُوۡا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ وَمَا کَانَ قَوۡلَہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ۝

(سورہ آل عمران رکوع ۱۵ پ ۴)

ترجمہ: اور کتنے نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت اللہ والے لڑے ہیں۔ پھر اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے پر نہ ہارے ہیں اور نہ سست ہوئے ہیں۔ اور نہ وہ دبے ہیں۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور انہوں نے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا۔ کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور جو ہمارے کام میں ہم سے زیادتی ہوئی ہے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافروں کی قوم پر ہمیں مدد دے۔

اللہ والے جب تکلیف آتی ہے تو اُسے اپنے گناہوں کی پاداش سمجھتے ہیں۔ اسرافنا میں اسراف کے معنی ہیں تجاوز عن الحد۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا ؕ

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵)

(ترجمہ۔ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے)

یہ قیامت کے دن محاسبہ فرمانے والوں

سے ارشاد ہوگا - اگر یہاں محاسبہ کیا ہوتا تو قیامت کے دن ذلت نہ ہوتی - اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے اپنا محاسبہ کرنے کی استعداد اور قابلیت رکھی ہے - صوفیاء کرام نے اللہ تعالےٰ کے کلام پاک سے ہی لے کر ہم کو تلقین فرمائی ہے - حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا -

مَیں نے اپنے دونوں مربیوں کے ہاں دیکھا کہ وہ حضرات نماز فجر کے بعد اشراق تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے - اشراق پڑھ کر مسجد سے نکلتے تھے - پھر نماز عصر کے بعد مغرب تک بیٹھتے تھے - ہمارے خاندان قادریہ میں یہ نشست اس لئے ہوتی تھی کہ رات کے اعمال کا محاسبہ نماز فجر کے بعد کر لیا جائے - اور دن کے اعمال کا محاسبہ سورج کے غروب ہونے کے وقت تک کر لیا جائے - تاکہ یومیہ حساب بیباق ہوتا رہے - نیکی ہو تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا جائے - اور اگر گناہ ہو تو اللہ تعالےٰ سے معافی مانگی جائے -

میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس پروگرام پر عمل نہیں کر سکتا - درس کی خاطر نماز فجر کے بعد مجھے دس پندرہ منٹ سونا پڑتا ہے - اگر نہ سوؤں تو درس میں نیند آنے لگے -

اُوْصِیْ نَفْسِیْ اَوَّلاً وَاِیَّاکُمْ بَعْدَہٗ - پہلے اپنے نفس سے اور پھر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ جانچا کیجئے - درس - مجلس ذکر اور جمعہ میں آنے سے کچھ فائدہ بھی ہوا یا نہیں - سمجھدار تاجر روزانہ شام کو حساب کتاب کر کے اُٹھتے ہیں - ان کو پتہ ہوتا ہے کہ دکان میں مال کتنے کا تھا - آج بکری کتنے کی ہوئی - اگر دکان میں مختلف چیزیں ہیں تو ہر ایک کے متعلق ان کو پتہ ہوتا ہے کہ کتنی قیمت کی ہے - اور شام کو کتنی بکری ہوئی - اندھا دھند کاروبار کرنے والے تاجر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے - روحانیت میں بھی حساب کتاب کی ضرورت ہے - ادھر بھی جانچا کیجئے - کہ جب بیعت نہیں کی تھی تو کتنا وقت اپنی روحانی اصلاح کے لئے صرف کرتے تھے - اب بیعت کے بعد کتنا وقت دیتے ہیں - کچھ حاصل ہوا - یا پہلے کی طرح باطن کے لحاظ سے اندھے ہی رہے - اسی طرح درس میں آنے سے پہلے اور بعد کی حالت کو جانچا کیجئے - قرآن میں انقلابی طاقت ہے - مجھے اللہ کے فضل سے پوری امید ہے کہ جو احباب مسلسل قرآن کا درس سنتے ہیں وہ پہلے کفر کی رسموں کو زندہ کرنے کے لئے اڑتے اور لڑتے تھے - اب وہ کفر کی رسمیں کرنے والوں سے لڑتے ہیں - قرآن مجید پڑھا تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا رنگ چڑھا - پہلے کچھ اور تھے اب کچھ اور ہیں - اب اللہ تعالےٰ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں - پہلے غیر اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے تھے - پہلے دل بیوی اولاد اور ساز و سامان وغیرہ کے ساتھ وابستہ تھا - خدا راضی رہے یا نہ رہے - خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہے یا نہ رہے - بیوی اور اولاد راضی ہو جائے - کسی کا دل بیوی - کسی کا اولاد میں اٹکا ہوا تھا - یہ کنڈی شیطان نے پھنسا رکھی تھی - بعض کو جائداد اور بعض کو روپیہ پیارا ہوتا ہے - ان بیماریوں کے مریض موجود ہیں -

اب خدا کے سوا کوئی مطلوب محبوب اور مقصود نہیں رہا - نباہ سب کے ساتھ کرتے ہیں - مگر دل صرف اللہ تعالےٰ کے ساتھ وابستہ ہے - جیسے کسی نے کہا ہے ؎

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریا است خشک پر برخاست

اللہ تعالےٰ کے پاک نام میں بے شمار برکتیں ہیں - ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ سے وابستہ ہوتا جاتا ہے - اور ماسوا اللہ سے کٹتا جاتا ہے - اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں -

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْآ اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ الآیة

(سورۃ المجادلہ رکوع ۳ پ ۲۸)

(ترجمہ - آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں - جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں - گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں - یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے)

اللہ تعالےٰ کا نام لینے سے یہ درجہ نصیب ہوتا ہے - اس لئے میں پہلے اپنے نفس سے اور پھر آپ سے عرض کرتا ہوں حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا - حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالےٰ کی طرف بالشت بھر آتا ہے تو وہ اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہے - اگر یہ ہاتھ بھر آئے تو اللہ تعالےٰ باع آتا ہے - اگر یہ چل کر آئے تو اللہ تعالےٰ دوڑ کر آتا ہے - انسان ادھر کا رُخ تو کرے - اگر رُخ ہی نہ کرے تو پھر اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے - اگر کوئی رُخ تو کرے دہلی کا اور دُعا کرے کہ اے اللہ تو مجھ کو پشاور پہنچا دے - یہ کیسے ہو سکتا ہے -

اسکولوں اور کالجوں میں یہ سبق نہیں پڑھایا جاتا ہے - وہاں تو اس کی تلاش ایسی ہے جیسے کوئی کیکر کے درخت پر چڑھ کر بیر تلاش کرے - مدارس عربیہ میں بھی یہ سبق نہیں پڑھایا جاتا - یہ صوفیائے کرام کے ہاں ملتا ہے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس سبق کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے - اللہ تعالےٰ ہی میرے دل میں ڈال دیتے ہیں اور میں آپ کے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں -

مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ حلقۂ ذکر میں بیٹھنے اور میری معروضات سُننے سے کچھ تو آپ کو فائدہ ہوا ہوگا -

اس وقت دنیا میں قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو مندرجہ ذیل چار عنوانات پر بولتی ہے - ۱- قرآن ذوی الحقوق کی فہرست بتلاتا ہے - ۲- ان کے نمبر بتلاتا ہے - ۳- حقوق کے ادا کرنے کا سلیقہ سکھلاتا ہے - ۴- اگر تعلقات بگڑ جائیں تو ان کو درست کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے -

ذوی الحقوق میں نمبر اوّل اللہ تعالےٰ کا ہے اس کے بعد والدین کا نمبر آتا ہے - مگر آج کل کتنے ہیں جو والدین کے فرمانبردار ہیں - اکثریت ان کی ہے جن کو بیوی پیاری ہے اور ماں سے نفرت ہے - ابھی پانچ چھ دن ہوئے ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے چار بیٹے ہیں - خاوند آوارہ مزاج ہے - چاروں ہی میری خدمت نہیں کرتے - کہتے ہیں کہ تم مانگ کر کھاؤ - ان بدبختوں کو پتہ نہیں کہ ماں ایک ہی ہے - جیسے شہد پر مکھیاں آتی ہیں - اگر دولت ہے تو روز نئی بیوی مل سکتی ہے - بعض نوجوان خود داڑھی مونچھیں منڈاتے ہیں اور باپ پرانے فیشن کا ہے - داڑھی رکھی ہوئی ہے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں - ان کو شرم آتی ہے اس کو باپ کہتے ہوئے - یہ قرآن سے جہالت کا نتیجہ ہے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان باتوں کی سمجھ اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العٰلمین -

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

منعقدہ ۱۳ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۰- ستمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو ارشادات گرامی فرمائے وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں

اللہ کے برگزیدہ بندے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امّا بعد- مَیں ہمیشہ یہ عرض کیا کرتا ہوں- کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے جن کا بیعت کا تعلق اس گنہگار سے ہے- ان کا یہ تعلق تزکیۂ باطن کے لئے ہے- اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے باطن کی صفائی ہو جائے اور اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو جائے- ویسے کوئی آئے ہمیں کوئی اعتراض نہیں- ہم کوئی راز کی باتیں نہیں کرتے- اللہ کا نام لیتے ہیں۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس قسم کا مخاطب ہو متکلم اسی قسم کی باتیں کرتا ہے- بچّہ مخاطب ہو تو اس سے اور طرح کی باتیں کی جاتی ہیں- بیوی سے اور طرح کی- یہ پبلک جلسہ نہیں یہ اجتماع خاص ہے- جو اس مقصد کے لئے ۴۰-۴۲ میل سے آتے ہیں- ان کی خدمت میرے ذمہ فرض ہے- کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے- اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ- وہ شام کو آتے ہیں اور صبح چار بجے چلے جاتے ہیں- وہ اس لئے آتے ہیں کہ حلقۂ ذکر میں شریک ہوں اور جو کچھ میں کہوں اس کو لوحِ دل پر لکھ کر لے جائیں- اور عمل میں لائیں- جب وہ اتنی دُور سے آتے ہیں تو میرا بھی فرض ہے کہ مَیں اصلاحِ باطن کی طرف ان کو توجہ دلاؤں- ان پر کچھ اثر ہوتا ہے تو اتنی دُور سے آتے ہیں- جو سنتے ہیں اور لوحِ دل پر لکھ کر لے جاتے ہیں- آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاحِ باطن بھی فرما دیتے ہیں- اس قسم کی باتیں مَیں درس یا جمعہ کے دن نہیں کہتا- میری آج کی تقریر کا عنوان ہے- خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ-

ترجمہ: اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو خُدا یاد آئے-

یہ حضورؐ کا ارشاد ہے-

دُنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں ۱- وہ جن کو دُنیا محبوب ہے- ۲- وہ جن کو آخرت محبوب ہے- اکثریت ان کی ہے جن کو دُنیا محبوب مطلوب اور مقصود ہے- اللہ تعالےٰ ان سے خود شاکی ہیں- ان کے متعلق فرماتے ہیں- کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ-

(سورہ القیٰمۃ رکوع ۱ پ۲۹)

ترجمہ- یہ وہ ہیں جو دُنیا کو بڑا ہی محبوب سمجھتے ہیں اور آخرت کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں- دُنیا بڑی پیاری ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کے پیٹ کو مٹی ہی بھرتی ہے- ہر ایک ترقی کا خواہاں ہے- اگر ملازم ہے اور ۳۵ روپے ماہوار پر نوکر ہُوا تھا تو اب ۱۵۰ روپیہ لے رہا ہے- مگر اور کی خواہش باقی ہے- تاجر پیشہ چاہتا ہے کہ دس لاکھ روپیہ چھوڑ کر مروں-

اور شکایت سُنئے- اللہ تعالےٰ فرماتا ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ- ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ- (سورہ آل عمران رکوع ۲ پ۳)

ترجمہ: لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہُوا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی- یہ دُنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے-

اللہ تعالیٰ نے پہلے بیوی کا ذکر فرمایا- انسان کو بیوی بڑی پیاری ہوتی ہے- بیوی آئی تو ماں بھول گئی- مَیں کہا کرتا ہوں- کہ ماں ایک ہی ہے- ماں بہن اور باقی محرمات کے سوا سارے جہان کی عورتیں بیویاں ہوسکتی ہیں- اگر اللہ تعالےٰ نے دولت دی ہے تو ایک دن میں پچاس بیویاں کر سکتے ہو- ایک کو طلاق دی اور دوسری سے نکاح کر لیا- انگریز تمہیں غلط راستے پر ڈال گیا ہے- ابھی چند دن ہُوئے ایک عورت میرے پاس آئی- مَیں نے کہا کہ مَیں نے جمعہ کا دن عورتوں کے لئے رکھا ہے- آج مَیں نہیں مل سکتا- جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ قصور سے آئی ہے تو مَیں نے اس کو بُلا لیا- اس نے مجھے بتلایا کہ میرا خاوند آوارہ مزاج ہے- میرے چار بیٹے ہیں- مَیں نے ان کو سینا پرونا کرکے پڑھایا- سب کی شادیاں کیں- اب چاروں ہی مجھے کچھ نہیں دیتے- اور کہتے ہیں- کہ بھیک مانگ کر کھاؤ-

ایک اور عورت کا واقعہ ہے جو ڈیڑھ ماہ ہُوا میرے پاس آئی- اس کے پانچ بیٹے ہیں- پانچوں ہی اچھی تنخواہیں لیتے ہیں- بڑا لڑکا ہزار روپیہ تنخواہ پر ملازم تھا- اب وہ بدبخت سات آٹھ ماہ ہوئے مر گیا ہے- ماں جب ان سے مانگتی تو کہتے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں- ہماری بیویاں دیتی ہیں تو لے لو-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ

ترجمہ یہی دونوں (ماں اور باپ) تیرا بہشت اور یہی دونوں تیرا دوزخ ہیں-

اسلام کی تو یہ تعلیم ہے کہ ماں باپ کی دُعائیں لے کر گئے تو جنّت ملے گی- اگر بد دعائیں لیں تو دوزخ میں ڈال دیئے جاؤ گے- انگریز تمہیں یہ بنا گیا ہے- کہ مائیں روٹی پھرتی ہیں اور بیویاں بڑی پیاری ہیں- اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس دلدل سے نکالے- آمین یا الٰہ العالمین

یہ یاد رکھو کہ دس کروڑ بیویاں ایک ماں کے جوتے کے برابر بھی نہیں ہوسکتیں- شریعت میں ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے- یکے بعد دیگرے جتنی چاہو کر سکتے ہو- بیوی نے اگر جہیز سے تمہارا گھر بھر دیا ہے اور خود بھی وہ حسن و جمال

ہیں اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر ماں کانی اور کوجھی ہے تو بیوی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ انگریز یہ چاہتا تھا کہ یہ نام کا مسلمان رہے کام کا نہ رہے۔ اس میں وہ کامیاب ہو کر گیا ہے۔

بیوی آئے گی تو بچے جنے گی۔ اس لئے بیوی کے بعد اللہ تعالےٰ نے بیٹوں کا ذکر فرمایا۔ ماں نے پہلے ہی بیٹے کی کنگھی پٹی کر کے نیکر پہنا رکھی تھی۔ بابو صاحب دفتر سے آئے۔ بیٹا ابّا ابّا کر کے لپٹ گیا۔ بابو صاحب نے چائے پی اور بیٹے کو انگلی لگا کر باغ میں سیر کرانے کے لئے لے گئے۔ ظہر کی نماز دفتر میں گئی۔ عصر اور مغرب کی نماز بچے کے سیر کرانے میں گئی۔ بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دولت چاہیئے۔ اس لئے اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے تو بر تو خزانوں کا ذکر فرمایا۔ روپیہ بڑا پیارا ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ سولہ سو روپیہ تنخواہ والوں کو بھی یہی کہتے سُنا ہے کہ ضروریاتِ زندگی پوری ہی نہیں ہوتی۔ اس زمانہ میں سواری کے لئے موٹریں نہ تھیں۔ گھوڑے کی سواری ہی بہترین سواری سمجھی جاتی تھی اس لئے اس کے بعد والخیل المسومۃ۔ فرمایا۔ پھر دودھ پینے کے لئے گائے اور بھینس چاہیئے۔ ان کا بھی ذکر فرمادیا۔ والانعام۔ گھوڑے اور گائے بھینس کے لئے چارہ چاہیئے اس لئے کھیتی کا بھی ذکر فرما دیا۔ انسان کی تمام محبوب چیزیں گننے کے بعد فرماتے ہیں ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یہ سب اس دُنیا کا ساز و سامان ہیں۔ مرنے کے بعد ان میں سے کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ قبر میں جائینگے تو پتہ چلے گا کہ بیوی۔ بیٹے۔ کوٹھی وغیرہ سب غدار نکلے۔ کوئی بھی ساتھ نہیں آیا۔ اگر تم نے رشوت لے کر کوٹھیاں بنالیں اور اس آبادی کا نام گلبرگ رکھ لیا تو کیا ہُوا۔ لوگ تو اس کو رشوت پورہ کہتے ہیں۔ تمہارے ظلم سے زمین کا ذرّہ ذرّہ الامان الامان پکار رہا ہے۔ مخلوق خدا تمہارے ظلم سے تنگ آکر پکار اُٹھی ہے کہ ان سے تو انگریز ہی اچھے تھے۔ کیا انگریز کے راج میں رشوت اتنی عام تھی جتنی اب ہے۔ اب تو دفتر میں افسر کے سامنے کہتے ہیں کہ اتنے روپے دوگے تو کام ہوگا۔ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

تم نے انگریز کی خوبی ایک نہیں لی۔ بُرائیاں سب لے لیں۔ انگریز میں تین چیزیں تھیں:-

۱- وہ وقت کا پابند تھا۔ اب ہمارے افسر وقت پر نہیں آتے تو ماتحت کیوں آئیں۔ افسر بمنزلہ دماغ ہوتا ہے۔ اگر دماغ ہی خراب ہو جائے تو سارا جسم بیکار ہو جاتا ہے۔

۲- وہ اپنے قانون کا خود احترام کرتا تھا۔ اب تو نہ افسر اور نہ ماتحت قانون کا احترام کرتے ہیں۔

۳- وہ اپنی قوم کا ہمدرد تھا۔ وہ اگرچہ خداپرست نہ تھا قوم پرست تو تھا۔ ہمارے حاکم نہ قوم پرست ہیں اور نہ خدا پرست۔ الّا ماشاء اللہ۔ انہوں نے ان میں سے ایک بھی چیز نہیں لی۔ انہوں نے انگریز سے کیا لیا؟ ڈانس کھیلنا شراب پینا۔ جُوا کھیلنا۔ زنا کھونا اور سنیما دیکھنا۔ اکبر الہ آبادی خوب کہہ گئے ہیں ع

خبر دیتی ہے تحریک ہوا تبدیل موسم کی
نہ خاتونوں میں رہ جائیگی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہونگے

غرضیکہ تم بُرائیوں میں انگریز سے آگے بڑھ گئے ہو۔ کیا اس کے زمانہ میں بھی لاہور میں ٹبّی کے علاوہ فحاشی کے پانچ ہزار اڈّے تھے۔ تم کو نہ دین آتا ہے اور نہ تم نے انگریز سے سیاست ہی سیکھی۔ یاد ہوگا کہ میں نے اعلان کیا تھا کہ ایک ہفتہ اختیارات مجھے دیدو۔ عہدے تمہارے۔ تنخواہیں تم کھاؤ۔ الاؤنس تم لو۔ صرف اختیارات اور کار سرکار کے لئے موٹر دیدو۔ پھر دیکھو ایک دن میں نظام درست کر کے دکھاتا ہوں یا نہیں۔ میں پہلے ہی دن اعلان کردونگا کہ اگر ٹبّی میں کوئی بدمعاش ہے تو ایک گھنٹہ کے اندر اندر نکل جائے۔ اس کے بعد پولیس کو کہونگا کہ وہاں پکٹنگ لگا دو۔ اس کے بعد جو بدمعاش بھی وہاں آئے گا اگر شادی شدہ ہے تو وہیں سب کے سامنے اس کو رجم کر دینگے۔ اگر غیر شادی شدہ ہے تو سَو دُرّے لگائیں گے۔ پھر دیکھیں گے کہ دوسرے دن کتنے عاشق آتے ہیں۔

کہتے ہیں یہ وحشیانہ سزا ہے۔ تم خدا سے بہت عقلمند ہو؟ تم اگر شاہ لندن کے باغیوں کو سنٹرل جیل لاہور میں بیسیوں کو پھانسی دیدو تو منصف مزاج۔ اور اگر ہم احکم الحاکمین کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں میں سے ایک کو رجم کر دیں۔ تو وحشی ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

پاکستان کے دشمنو! نہ کھیلتے ہو اور نہ کھیلنے دیتے ہو اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس دلدل سے نکالے۔ آمین یا الہ العالمین

اس کی تدبیر یہ ہے کہ شیخ کامل سے تعلق ہو۔ اگر شیخ کامل ہے اور طالب صادق ہے تو شیخ اس دلدل سے نکال لے جاتا ہے۔ میں اب بیعت کے وقت یہ تلقین کیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر سمجھو دماغ سے اس کے سوا سب کو نکال دو۔ نہ زمین رہے نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے نہ شیطان رہے۔ اور دل پر اَللّٰهُ هُوْ کی ضربیں لگاؤ۔ جب دماغ میں بھی اللہ کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ زبان سے بھی اللہ ھو کہینگے اور دل پر بھی اسی کے نام کا اثر ہوگا تو پھر اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہو جائیگا یا نہیں؟

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اِنَّ فِي الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

(ترجمہ: بے شک (انسان کے) جسم کے اندر البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے)

دل ہے بادشاہ۔ دماغ ہے وزیر اور باقی اعضاء اس کی فوج ہیں۔ دل حکم دیتا ہے۔ دماغ کرنے یا نہ کرنے کا مشورہ دیتا ہے اور باقی حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ والے ہر وقت اللہ ہو کہنے کی مشق کراتے ہیں۔ اس سے دل ذاکر ہو جاتا ہے۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ بیٹا پاخانہ میں بھی جاؤ تو دل ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔ اللہ کے نام میں اتنی دہشت ہے کہ شیطان پاس نہیں ٹھہر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جب مؤذّن اذان دیتا ہے تو شیطان اتنی دُور بھاگ جاتا ہے۔ جہاں اذان کی آواز سُنائی نہیں دیتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں یہ چیزیں وہباً حاصل ہوتی تھیں۔ اب ان کو کسباً حاصل کرنا پڑتا ہے۔ صحابہ کرام کو صرف نحو پڑھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن اب ہر ایک کو دونوں علم پڑھنے پڑتے ہیں ان کے بغیر کتاب و سُنّت کی صحیح سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ صحابہ کرام حضورؐ کی صحبت میں پہنچے اور ان کے ہر ذرۂ وجود اور ہر قطرۂ خون میں اللہ کی یاد پیوست ہو گئی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک مخلص صحابی ہیں۔ ایک

وہ یہ کہتے ہُوئے جا رہے تھے۔ نَافَقَ حَنظَلَۃَ نَافَقَ حَنظَلَۃَ (حنظلہ منافق ہوگیا۔ حنظلہ منافق ہوگیا) آگے سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ کیا ہُوا؟ حنظلہؓ نے کہا کہ مَیں جب حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جنّت اور دوزخ سامنے ہیں۔ لیکن جب آپ سے دُور ہٹ جاتا ہوں تو وہ رنگ نہیں رہتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اندر ایمان نہیں ہے صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا۔ کہ میری بھی یہی حالت ہے۔ دونوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے۔ میرے ہاں جو حالت تمہاری ہوتی ہے وہ بعد میں قائم نہیں رہ سکتی۔

یہ باتیں نہ کالجوں میں اور نہ دفتروں میں سُنائی جاتی ہیں۔ یہ تو اللہ کے دروازے پر آنے ہی سے کانوں میں پڑتی ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں۔ کہ اولیاء اللہ کے جوتوں کے تلے کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک موتی یہ ہے کہ ماسوا اللہ دل سے نکل جاتا ہے۔

سب طمع کے یار ہیں۔ بیوی طمع کی یار ہے۔ میاں طمع کا یار ہے۔ مَیں عورتوں سے کہا کرتا ہوں کہ خاوند اس بیوی سے خوش ہوتا ہے جو بچّے بھی جن کر دے۔ دھوبن کا کام بھی کرے۔ بھنگن اور باورچن بھی ہو۔ اگر بیوی سے اولاد پیدا نہ ہو تو مرد کہدیتے ہیں کہ کھچّر باندھ رکھی ہے۔ یہی حال بیوی کا ہے۔ مرد کما کر لائے اس کی جھولی میں ڈال دے تو بڑی خوش۔ اگر مرد کہدے کہ تمہارے پاس گھر کے خرچ کے لئے کافی پیسے ہیں۔ اس مہینہ میں ساری تنخواہ اللہ کے راستے میں خرچ کروں گا تو پھر بیوی روٹھ جائے گی۔

آسمان پر ایک اللہ تعالےٰ بے طمع کا یار ہے۔ ہم نے اس کو کچھ نہیں دیا وہ ہمیں بے شمار نعمتیں مفت دیتا ہے۔ یا پھر زمین پر بے طمع کے یار سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جبتک ایک بھی کلمہ گو جہنم میں ہوگا اپنے مقام محمود پر چین سے تشریف فرما نہ ہونگے ان کے بعد پھر اللہ والے بے طمع کے یار ہوتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو ایسا بن جائے کہ اس کو دیکھنے سے خدا یاد آئے عام شارحین حدیث یہی کہتے ہیں کہ ان کے حال اور چال کو دیکھا جائے تو خدا یاد آئے

مَیں ذرا اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ کہیں کہ فلاں شخص خُدا واسطے پڑھاتا ہے۔ لیتا کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ اُن کے بیوی بچّے بھی ہیں۔ دین محمّدی کے حامل اور ناشر اب بھی موجود ہیں۔ من جد وجد۔ کوشش کرنے والوں کو مل ہی جاتے ہیں۔ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو رنگ چڑھ جاتا ہے طالب صادق کے لئے ضروری ہے۔ کہ عقیدت ادب اور اطاعت میں فرق نہ آئے۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی سے لگا کر رکھتی ہے اور شیخ کی توجہ ایسی ہے جیسے مالی پودوں کو پانی دیتا ہے۔ طالب کی ریاضت اور شیخ کی توجہ ہو تو یہ پودا اُگ کر بار آور ہوتا ہے۔ مَیں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ اگر دس ہزار طالب ہوں بشرطیکہ سب کچھ تربیت یافتہ ہوں۔ سب ایک جگہ بیٹھے ہوں۔ درمیان میں شیخ کامل بیٹھا ہو۔ وہ ایک دفعہ ہو کہے گا تو ہر ایک دل پر اس کا اثر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپکو اس درجہ پر پہنچائے۔ کہ اگر لوگ ہمیں دیکھیں تو ان کو خدا یاد آجائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

جس طرح دُنیا میں بڑھنے کا شوق ہے۔ اللہ تعالےٰ ادھر بڑھنے کا بھی شوق عنایت فرمائے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ شیخ کامل اور طالب صادق ہو۔ مولوی ابو محمد احمد صاحبؒ میرے خسر تھے۔ وہ حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد بھی تھے اور مرید بھی۔ ان سے کچھ اللہ اللہ سیکھا تھا لیکن بعد میں چھوڑ دیا تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ایک دفعہ مولانا ابو محمد احمدؒ کو دین پور بُلایا۔ ان کا بیان ہے کہ رات کا وقت تھا۔ مَیں جب نہر کے پاس پہنچا جو دین پور شریف سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ تو سب لطائف کُھل گئے۔ اپنے اندر باطن کی استعداد ہو تو کامل کی موجودگی سے فائدہ ہوتا ہے۔ جیسے انسان کی آنکھوں میں نورِ بینائی ہو تو سُورج کی روشنی اس کے لئے فائدہ مند ہوتی ہے۔ مگر جو خود ہی اندھا ہے اس کے لئے سُورج کی روشنی بے معنی ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ اور مولانا حافظ احمد صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند بھی ایک دفعہ مولانا سندھیؒ کے ہمراہ دین پور تشریف لے گئے تھے۔ حضرت تھانویؒ جب اسٹیشن خانپور پر اُترے جو دین پور شریف سے تقریباً پونے دو میل ہے تو ادھر ادھر دیکھیں۔ خوشبو آئے مگر کچھ نظر نہ آئے۔ حضرت دین پوریؒ

سڑک پر ان کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت تھانویؒ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت دین پوریؒ کو دیکھ کر فرمایا ارے عبید اللہ! تم نے تو مجھے مار ڈالا پہلے کیوں نہ بتلایا تاکہ مَیں پیدل چلتا۔

باطن کی بینائی ہو تو پتہ چلتا ہے۔ کہ کوٹھی میں جو اینٹیں لگی ہیں وہ حلال کی ہیں یا حرام کی۔ بہت ساری چیزیں بظاہر حلال اور اندر میں حرام ہوتی ہیں۔ لاہور کا گوشت اور دودھ اکثر حرام کا ہوتا ہے۔ بعض قصائی ایک دوسرے کے جانور چُرا لیتے ہیں۔ اس لئے ان کا گوشت حقیقت میں حلال نہیں ہوتا۔ گوجروں کے ہاں گائے اور بھینس کے بچّے بلک بلک کر مر جاتے ہیں۔ اس طرح بچّوں پر ظلم کر کے حاصل شدہ دُودھ حقیقت میں حلال نہیں ہوتا۔ لاہور میں بعض اوقات نمک بھی حرام کا ہوتا ہے۔ بعض آوارہ مزاج بچّے بیل گاڑیوں سے نمک کے ڈلے اُٹھا کر سستے داموں دوکاندار کے ہاں بیچ جاتے ہیں۔ یہ نمک حرام ہے۔ کیا ہمارے حکام اور وزراء کو حلال حرام کی تمیز ہے۔ اگر ہوتی تو پارٹیاں کیوں کھاتے؟ سکھانے والا بھی کامل ہو اور سیکھنے والا بھی طالب صادق ہو تو اللہ کے نام سے حلال حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ حرام بھی نہ چھوڑیں اور پھر یہ چاہیں کہ ادھر کا رنگ بھی چڑھ جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

حرام کھانے سے اوّل تو عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اگر عبادت کریگا بھی تو قبول نہ ہوگی۔ کچھ دن ہُوئے ایک عورت میرے پاس آئی۔ مَیں نے اس کو سریع التاثیر وظیفہ پڑھنے کے لئے بتلایا۔ لیکن لاہور کا دُودھ۔ گوشت اور گھی چُھڑوا دیا۔ اس نے چار دن ہی پڑھا تھا کہ کام حسب منشاء ہوگیا۔ آپ حرام کھاتے ہیں اس لئے حلال حرام کی تمیز نہیں ہوتی۔ انسان یا خود باطن کے لحاظ سے بینا ہو یا بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دیدے۔ جو کھائے اس سے پوچھ کر کھائے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو خیار عباد اللہ الّذین اذا رأوا ذکر اللہ کی لائن پر چلائے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین

یہ ابد الآباد تک کام آنے والی چیز ہے۔

مجلس ذکر

مورخہ ۲۰ ظفر المظفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اصلاحِ حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امّا بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے منعقد کی جاتی ہے جو حلقۂ بیعت میں شامل ہیں۔ ان کی روحانی تربیت میرے ذمہ فرض ہے۔ اس لئے ان کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن اگر اللہ تعالےٰ مجھ سے پوچھیں کہ جن کو میں نے تیرے دامن سے وابستہ کیا تھا تو نے ان کو کیا سکھلایا تھا تو میں عرض کر سکوں کہ اے اللہ **مجلس ذکر** ملاحظہ فرما لیجئے۔ منبر پر میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمّت کو پیشِ نظر رکھ کر کچھ عرض کرتا ہوں اور اس مجلس میں صرف حلقۂ بیعت والوں کو۔ دوسرے احباب بھی آتے ہیں۔ ع
"چشم ما روشن دل ما شاد"۔ میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ **اصلاح حال**

بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس دنیا میں اصلاح ہو جائے۔ اگر یہاں نہ ہوئی تو قبر میں کرنی پڑے گی۔ اگر وہاں بھی نہ ہوئی تو خطرہ ہے۔ کہ دوزخ میں کرنی پڑے گی۔ اصلاح دو طرح کی ہوتی ہے۔ ۱۔ اصلاحِ حال۔ ۲۔ اصلاح قال۔

اکثریت دونوں سے محروم ہے۔ نہ ان کی اصلاحِ حال ہوئی ہے۔ اور نہ اصلاحِ قال۔ ان کو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ اس میں دیہاتی اور شہری اَن پڑھ شامل ہیں۔ اگر کوئی تعلیم یافتہ شہری دیہات میں چلا جائے تو اس کی طبیعت مکدر ہو جائے گی۔ اکثر دیہاتیوں کا تکیہ کلام ہی گالی ہوتا ہے۔ وہ پہلے گالی دیتے ہیں اور پھر بات کرتے ہیں۔ ان کی اصلاحِ قال بھی نہیں ہوئی۔ میرا بڑا لڑکا مولوی حافظ حبیب اللہ آج کل مدینہ منوّرہ میں ہے۔ وہ سات ماہ مدینہ منوّرہ اور تقریباً پانچ ماہ مکّہ معظمہ میں رہتا ہے۔ وہ ابھی دیوبند میں پڑھ رہا تھا۔ اور ۱۲ سال کا ہی تھا کہ اس کے لئے بعض رشتے آنے لگے۔ دیہات سے بھی آئے۔ اس نے اس لئے انکار کر دیا کہ دیہاتی لڑکیوں کو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔ اکثر دیہاتی وہ مغلّظ گالیاں بکتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ماں بہن کی گالیاں بلا تکلّف دیتے ہیں۔

اب تعلیم یافتہ کی طرف آیئے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ طرزِ قدیم کے تعلیم یافتہ۔ یہ ہمارے مدارس عربیہ کے علمائے کرام ہیں۔ ۲۔ طرزِ جدید کے تعلیم یافتہ۔ یہ بی اے اور ایم اے ہیں۔ ان دونوں کی اصلاح قال تو کچھ ہو جاتی ہے۔ مگر اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی۔ اگر ان سے کوئی ملنے آئے تو بڑے مہذّب انداز سے باتیں کریں گے۔ مزاج شریف۔ تشریف لائیے۔ آپ کیا نوش فرمائیں گے۔ بوتل یا چائے۔ یہ اصلاح قال ہے۔ لیکن اصلاح حال میں یہ بھی کورے وہ بھی کورے۔ عوام کا وہ درجہ ہے اور خواص کا یہ درجہ ہے۔ قال اور چیز ہے اور حال اور چیز ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ ع

آدمیّت اور شے ہے۔ آدمی ہے اور شے
لاکھ طوطے کو پڑھایا پھر بھی حیواں ہی رہا

اس کے بعد اب میں اصلاح حال کے درجے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے تین درجے ہیں۔

۱۔ ادنیٰ۔ ۲۔ متوسط۔ ۳۔ اعلےٰ۔

ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بعبادت اور مخلوق خدا کو بخدمت راضی کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا آسان ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ۔ (ترجمہ، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے۔ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔) ایک دفعہ صدق دِل سے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ کہا اور سب گناہ معاف ہو گئے۔ زبان سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ندامت اور پشیمانی ہی کافی ہے۔ اس لئے حضور فرماتے ہیں:-

اَلنَّدَامَۃُ تَوْبَۃٌ۔ ترجمہ۔ ندامت توبہ ہے۔

توبہ کی قبولیّت کے لئے تین شرطیں ہیں:-
۱۔ گناہ کرنے کے بعد دل میں ندامت پیدا ہو۔ ۲۔ آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم مصمم کرے۔ ۳۔ اس گناہ سے فوراً دستبردار ہو جائے۔ یہ تین شرطیں ہوں تو زبان سے بھی توبہ کا لفظ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالےٰ بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن مخلوق خدا کو راضی کرنا بہت مشکل ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ہم برادری کو اپنی ران کے کباب بھی بنا کر کھلائیں گے۔ تو بھی راضی نہ ہوں گے۔ کوئی کہے گا۔ نمک زیادہ تھا۔ کوئی مرچوں کی شکایت کریگا۔ ان سے پوچھ کہ اگر اللہ تعالیٰ جنّت میں بھجواتے تو کسی کو نہ جانے دیتے۔ یہ تو چیختے ہی رہیں گے کہ اے اللہ تو نے فلاں شخص کو کیوں جنّت میں بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ مجھے پتہ ہے۔ یہ بے قعدیہ ہے۔ برادری کو راضی کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان سے اپنا حق مانگئے نہ اور ان کا حق رکھئے نہ۔ اس طرح کرنے سے انشاءاللہ نجات ہو جائے گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں:-
لیس الواصل بالمکافئ ولکن الذی اذا قطعت رحمہ وصلھا

اس ارشاد نبوی کے ماتحت یہ صلہ رحمی نہیں کہ جو ہمیں بلائے گا ہم اس کو بلائیں گے۔ برادری کو راضی کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا کہ ایک بگڑے ہوئے بچہ کو راضی کرنا مشکل ہے۔ ایک قِصّہ مشہور ہے۔ کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ دربار میں بادشاہ کے آنے سے پہلے موجود ہوا کرے۔ ایک دن وزیر اعظم دیر سے آئے۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی تو وزیر اعظم نے عرض کی کہ بچہ کو بہلانے میں دیر ہو گئی۔ بادشاہ

نے کہا کہ یہ بھی کوئی مشکل کام تھا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ اچھا میں بچہ بنتا ہوں۔ آپ مجھے راضی کر کے دکھلائیں۔ وزیر اعظم بچہ بن کر رونے لگا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا چاہیئے تو اس نے جواب دیا لوٹا چاہیئے لوٹا آ گیا۔ لیکن رونا جاری رہا۔ دوبارہ پوچھا تو ہاتھی مانگا۔ ہاتھی بھی آ گیا۔ لیکن رونا پھر بھی بند نہ ہوا۔ جب پھر پوچھا گیا کہ اب کیا چاہیئے۔ تو کہنے لگا کہ ہاتھی کو لوٹے میں ڈال دو۔ بادشاہ ہار گیا۔ اور وزیر اعظم جیت گیا۔ بچے کو راضی کرنا کتنا مشکل ہے۔ چہ جائیکہ بڑے کو وہ تو اور بھی مشکل ہے۔ پیغمبر سے بڑھ کر نیک کوئی نہیں ہوتا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام میں سے ایک بھی ایسا نہیں۔ جس کو اس کی برادری نے نہ ستایا ہو۔ سیدالانبیاءؑ کو ستاتے ہیں۔ کوئی شاعر، کوئی جادوگر، کوئی پاگل کہتا ہے۔

یہ ادنیٰ درجہ ہے کہ خالق کو بعبادت اور مخلوق کو بخدمت راضی کیا جائے۔ اگر اللہ اللہ کرنے والی جماعت میں شامل ہونے کے بعد یہ بھی نہ ہوا تو سمجھئے کہ فیل ہیں گویا میٹرک تو درکنار مڈل اور پرائمری بھی پاس نہ کر سکے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

الاثم ما حاک فی النفس (ترجمہ گناہ وہ ہے جو نفس کو چبھے)

بلا ہادی کے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ یہ گناہ ہے۔ یہ تو حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالےٰ کا بھی فرمان ملاحظہ ہو۔ فالھمھا فجورھا۔ وتقوٰھا (سورہ الشمس پارہ ۳۰ (ترجمہ پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی)

انگریز نے پنجاب میں سانسی قوم کو جرائم پیشہ قرار دیا تھا۔ ان کے ہاں نہ کوئی نبی آیا۔ نہ کوئی آسمانی کتاب۔ لیکن وہ بھی جب چوری کرنے کے لئے جاتے تھے تو رات کو جاتے تھے۔ چوری کو برا سمجھتے تھے تو رات کو کرتے تھے۔

ہم دس ہزار مرتبہ اَللّٰہ ھُوْ بھی کریں۔ نماز باجماعت پڑھیں۔ حج ہر سال کریں۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دیں۔ لیکن اگر رشتہ داروں سے سلوک اچھا نہیں تو ان سب نیکیوں کا فائدہ بعد میں ہوگا۔ پہلے قطع رحمی کے جرم میں جہنّم میں ڈالا جائے گا۔ جس طالب علم نے نہ پرائمری پاس کی ہو۔ نہ مڈل۔ وہ اگر میٹرک کے سوال نکالنے بیٹھ جائے تو ہر شخص اس کی حماقت پر ہنسے گا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اگر اصلاح حال ادنےٰ درجہ کی بھی نہیں ہوئی تو پھر سب کچھ بے کار ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ پل صراط میں ایسے کنڈے ہیں جو رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہ کرنے والوں کو کھینچ کر جہنم میں پھینک دیں گے سب کچھ کر لیجئے۔ سب کچھ سیکھ لیجئے۔ اگر رشتہ داروں سے سلوک اچھا نہیں۔ تو ایک دفعہ تو جہنّم میں جانا ہی پڑے گا۔ سمجھانا میرا فرض ہے۔ عمل میں لانا آپ کا فرض ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو پہلا درجہ اصلاح حال کا نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

درجہ نمبر ۲ یہ ہے کہ کامل کو دیکھ کر ہی خدا یاد آ جائے۔ اگر اپنی آنکھوں میں بینائی ہے اور سورج کا خارجی نور تائید کرے۔ تو سب کچھ نظر آتا ہے۔ لیکن اندھے کے لئے سورج کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ اس کی اپنی آنکھوں میں بینائی نہیں یہ درجہ بھی ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا۔ لوہا آگ میں ڈالا جائے تو کچھ دیر بعد وہ آگ ہی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی گرمی کو ہر جاندار محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اپنا نور فطرۃ سلامت ہو تو کامل کو دیکھ کر خدا یاد آئے گا۔ خیار عباد اللّٰہ اذا رأو ذکر اللّٰہ (حدیث) (ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں جب ان کو دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ درجہ بھی نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ یہ درجہ بھی ہر شخص کو نصیب نہیں۔ تاثیر اور تاثر دو لفظ ہیں۔ تاثیر کے معنے ہیں اثر کرنا اور تاثر کے معنی ہیں اثر لینا۔ اپنے اندر دوسروں کو متاثر کرنے کی طاقت نہیں نہ سہی۔ اگر کامل کو دیکھ کر اس سے اثر لیتا ہے تو یہ بھی ایک درجہ ہے اصلاح حال کا۔ جیسے بجلی کی کرنٹ جب آتی ہے اگر بلب ٹھیک ہو تو وہ فوراً اس کو اخذ کر لیتا ہے۔ اگر یہ درجہ بھی نصیب نہیں تو سمجھئے۔ کہ ابھی نیچے درجہ میں ہی ہیں۔

اعلےٰ درجہ یہ ہے کہ باطن میں ایسا جلا پیدا ہو جائے کہ دیکھنے والے اس سے متاثر ہوں۔ اس کی صحبت میں ان کے اندر نور باطن پیدا ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر دس ہزار طالب بیٹھے ہوں۔ بشرطیکہ کچھ تربیت یافتہ بھی ہوں اور ان کے درمیان کامل تشریف فرما ہو۔ اگر کامل ایک دفعہ اَللّٰہ ھُوْ کہے گا۔ تو سب کے دلوں پر اس کا اثر ہوگا۔ یہ اونچا درجہ ہے۔ اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے یہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔

تیسرے درجے کے بعد پھر غیر متناہی درجے ہیں۔ ان کی تفصیل میں میں جانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ وجدانی چیزیں ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ فَوْقَ کُلِّ وَلِیٍّ وَلِیٌّ فَوْقَ کُلِّ وَلِیٍّ وَلِیٌّ۔ نِہَایَۃَ لِمَدَارِجِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ (ترجمہ۔ ہر ولی کے اوپر ایک ولی ہے۔ اولیاء کرام کے مدارج کی کوئی انتہا نہیں)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تینوں درجوں کی اصلاح نصیب فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب

منعقدہ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ہادی کے آنے کے بعد انسانوں کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اما بعد:- میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ خصوصی اجتماع ان احباب کے لئے ہوتا ہے۔ جن کی خبرگیری اور تربیت اللہ تعالےٰ نے اس گنہگار کے ذمہ ڈال دی ہے۔ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے اور آپ سے راضی ہو جائے۔ ہمارا سب کا باطن پاک ہو جائے۔ اور ہم امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جائیں۔ اگر یہاں امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی۔ تو اللہ تعالےٰ کے ہاں ان امراض کے علاج کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے اس کا نام دوزخ ہے۔ لاہور کے میو ہسپتال کی طرح اس میں مختلف وارڈ ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے ان امراض سے شفایاب ہو کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ کے بعض بندوں کو اس کا شوق ہوتا ہے۔ کہ ان کو ان امراض سے شفا نصیب ہو جائے ہر ایک کو یہ شوق نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ شوق نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

مسلمانوں کی اکثریت بلکہ ۹۹ فیصدی مسلمان امراض روحانی میں مبتلا ہیں۔ ایک فیصدی بمشکل شفایاب ہوگی۔ عام طور پر پاکیزگی کے لئے دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ طہارت ۲۔ تزکیہ۔ طہارت ظاہر کی پاکیزگی کو کہتے ہیں۔ اور تزکیہ باطن کی پاکیزگی کا نام ہے۔ امراض روحانی کی سمجھ بھی ہر ایک کو نہیں ہوتی عوام کو تو جانے دیجئے۔ تعلیم یافتہ کی اکثریت کو بھی ان کا پتہ نہیں۔ تعلیم دو قسم کی ہے۔ ۱۔ تعلیم قدیم۔ یہ مدارس عربیہ میں دی جاتی ہے اس کے فارغ التحصیل علمائے کرام ہیں۔ ۲۔ تعلیم جدید یہ سکولوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے۔ اس کے فارغ التحصیل بی اے اور ایم ہیں۔ بی اے اور ایم اے تو امراض روحانی سے روشناس بھی نہیں ہوتے ان کو تو ان کی سمجھ ہی نہیں۔ علمائے کرام امراض روحانی سے تعلیم حاصل کرنے کے وقت اس طرح عبور کر جاتے ہیں۔ جیسے مسافر لاہور سے خیبر میل میں سوار ہو کر راتوں رات دریائے راوی۔ چناب اور جہلم عبور کر جاتے ہیں اور صبح راولپنڈی پہنچ جاتے ہیں۔ پتہ ہی نہ لگتا کہ کب دریا آیا۔ تعلیم جدید میں پرائمری سے ایم اے تک امراض روحانی کا نام بھی نہیں آتا مدارس عربیہ میں کان رو شناس ہو جاتے ہیں مگر دل آشنا نہیں ہوتا۔ میں دونوں کو جانتا ہوں۔ ۴۰ سال سے لاہور میں اور اس سے قبل دہلی میں میرا دونوں سے تعلق رہا ہے۔ انگریز مجھے دہلی سے لاہور حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے متعلقہ مقدمہ سازش میں ہتھکڑی لگا کر لایا تھا اس کا شائد خیال ہوگا۔ کہ یہ لاہور کی گلیوں میں بے کار پھر کر مر جائے گا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے قرآن مجید کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ بالخصوص تقریباً ہر سال دورۂ تفسیر کی توفیق عطا فرمائی۔ جو علمائے کرام کے لئے مخصوص ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

انگریز سمجھتا تھا۔ کہ اگر اسلام زندہ ہو گیا۔ تو میری موت ہے۔ وہ چاہتا تھا۔ مسلمانوں کی تہذیب میری تہذیب ہو۔ وہ بظاہر کالے ہوں۔ مگر اندر میں میرے ہم نوا ہوں۔

مجھ سے اللہ تعالےٰ طلبائے علوم دینیہ کی بھی ۴۴ سال سے خدمت لے رہا ہے۔ ان

میں بھی روپے کا لالچ بی اے اور ایم اے کی طرح ہوتا ہے۔ حالانکہ متعدد جگہ آیات، پر ان کا بار ہا عبور ہوتا ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

(سورہ الطلاق رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔

وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

(سورہ الطلاق رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ سو وہی اس کو کافی ہے۔

ایک دفعہ مزنگ کے ایک دوست نے مجھ سے ایک عالم کے لئے کہا میں نے علماء کلاس کے ایک فارغ التحصیل مولوی صاحب کو بھیجا۔ یہ ہمارے ایم اے ہیں۔ تنخواہ مقرر ہو چکی تھی۔ دو وقت کے کھانے کا انتظام ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کی لاہور سے باہر ضرورت تھی۔ وہ ان کو وہاں چھوڑ کر واپس آنے لگے۔ تو اپنی جیب سے مبلغ پانچ روپے ناشتہ کے لئے دے کر مسجد سے باہر نکل آئے تو مولوی صاحب دوڑتے ہوئے آئے کہ جب یہ ختم ہو جائیں۔ تو پھر کہاں سے لوں۔ حالانکہ سب کچھ پڑھ کر آئے ہیں۔

جو اللہ کے نام پر کام کرتے ہیں۔ وہ ان کی غیبی امداد فرماتے ہیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کب آئے گا۔ کہاں سے آئے گا۔ کس کے ذریعہ آئے گا۔ رات کو آئے گا۔ یا دن کو۔ کوئی مصافحہ کر کے ہاتھ میں دے جائے گا۔ یا لفافہ میں بند کر کے دے گا۔ ان کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کہاں سے بھیجینگے۔

؎ دوستاں را کجا کنی محروم۔ تو کہ با دشمناں نظرداری

اللہ تعالیٰ اگر اپنے دشمن (کافروں) کو بھوکا نہیں رہنے دیتا۔ تو وہ اپنے دین کا کام کرنے والوں کو کب محروم کر سکتا ہے۔ علمائے کرام بھی انگریزی دانوں کی طرح علم کی قیمت مانگتے ہیں۔ دونوں کی حرص پوری نہیں ہوتی۔ دونوں اور اور کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ انگریز جانتا تھا کہ قرآن میں کیا ہے۔ وہ اگر اسلام کو زندہ کرتا۔ تو اس کا کہاں ٹھکانا تھا۔ یہ مجلس تزکیۂ باطن کے لئے ہوتی ہے۔ اس دنیا میں امراض روحانی کے علاج کے لئے مساجد ہیں قرآن نسخہ جات روحانی کا مجموعہ ہے۔ اور ہادی معالج روحانی ہوتے ہیں۔ یہ صوفیائے عظام ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ امراض روحانی کے سمجھنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ تربیت کے بغیر علمائے کرام میں بھی حسد کبر اور عجب الا ماشاء اللہ اسی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح بی اے اور ایم اے میں ہوتا ہے۔ وہ بھی دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ بعض اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ لاہوری ان کے منہ پر بھی تھوکنا گوارہ نہ کریں۔ مگر ان کے جوتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی اتنی رحمت نازل ہوتی ہے۔ جتنی دنیا دار کی ٹوپی اور ہیٹ پر نہیں ہوتی اس قسم کے اللہ والے پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنے والے نہیں ہوتے۔ لاہور میں پانچ ہزار کے قریب بدمعاشی کے اڈے ہیں۔ اور یہ محتاط رپورٹ ہے۔ یہ غضب الٰہی کو دعوت دینے والے کام ہیں۔ اگر اس قسم کے اللہ کے بندے نہ ہوتے تو لاہور کوئٹہ سے پہلے غرق ہو جاتا اولیاء کرام کی بے شمار قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم اللہ کی رحمت کو کشش کرنے والوں کی ہے۔ امراض روحانی جسمانی بیماریوں کی طرح بے شمار ہیں۔ ان میں سے حسد۔ کبر۔ عجب چند موٹے موٹے امراض روحانی ہیں۔ حسد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کو فلاں نعمت کیوں دی۔ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے کبر کے متعلق حضور کا اپنا ارشاد ہے بطر الحق وغمط الناس (حق کا انکار کرنا اور دوسرے لوگوں کو ذلیل جاننا) عجب یہ ہے۔ کہ کام تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو جائے۔ اور انسان اسے اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھے خدا پرستوں کا شیوہ یہ ہے۔ کہ وہ ہر کام میں کامیابی کو اللہ کا فضل سمجھتے ہیں۔ اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ نہیں خیال کرتے ہیں۔ ہر کام میں بیسیوں واسطے ہوتے ہیں۔ مگر خدا پرست سب کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی کے لڑکے پر قتل کا مقدمہ بن گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا بری ہو گیا۔ اگر دیندار ہے تو یہی کہیگا۔ کہ اے اللہ کیس تو بڑا سخت بنا تھا۔ مگر تیرے فضل سے لڑکا بری ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں ایک دنیا دار یہ کہے گا۔ کہ کیس تو بڑا سخت بنا تھا۔ مگر ہم نے لائل پور اور لاہور ایک کر دیا۔ صبح لائل پور تو شام کو لاہور میں گزارتے تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل کئے پیسہ پانی کی طرح بہا دیا۔ تب جا کر لڑکا بری ہوا۔ خدا کا کہیں نام نہیں آئے گا۔ حالانکہ روپیہ۔ صحت۔ دماغ میں عقل سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اگر غریب ہوتے تو کہاں سے خرچ کرتے۔ اگر بیمار ہوتے۔ تو کیا کر سکتے؟ ہادی مطلع نہ کرے تو امراض روحانی کا علم بھی نہیں ہوتا۔

آدمؑ کے دو صاحبزادے تھے۔ قابیل اور ہابیل۔ قابیل حاسد اور ہابیل محسود ہے دونوں نے اللہ کے حکم سے قربانی کی۔ ہابیل کی قبول ہو گئی۔ اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ اس پر قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا۔ وہ ہابیل سے کہتا ہے۔ کہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔ وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ

(سورہ المائدہ رکوع ۵ پ ۶)

(ترجمہ آپ اہل کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیں۔ جب ان دونوں نے قربانی کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی۔ اور دوسرے کی نہ ہوئی اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا۔ اللہ پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھائیگا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے۔ اور دوزخی بن جائے ظالموں کی یہی سزا ہے)

قابیل مرض حسد کا مریض تھا۔ قبول کرنے یا نہ کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اور قتل بھائی کو کرتا ہے۔

قارون مرض عجب کا مریض ہے۔ اللہ والے اس کو سمجھاتے ہیں۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ وَابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ اس سارے وعظ کا جواب دیتا ہے۔ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ (سورہ القصص رکوع ۸ پ ۲۰)

(ترجمہ۔ جب اس (قارون) سے اس کی قوم نے کہا اترا مت بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا

گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے)

قارون فرعون کا ٹھیکیدار تھا۔ اس نے حلال حرام سب اکٹھا کر رکھا تھا۔ جب اس کے خلاف اللہ کا غضب بھڑکا تو اس کو اور اس کی ساری دولت کو زمین میں دھنسا دیا۔ تاکہ یہ خبیث مال کسی کے پیٹ میں بھی نہ جانے پائے اس کے متعلق اسی رکوع میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا) اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے پاک کر کے دنیا سے اٹھائے آمین یا الہ العلمین۔

قرآن اسلام کا منبع ہے۔ احادیث اس کی شرح ہیں۔ حضورؐ نے دونوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنت رسولہ

(ترجمہ۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ (یہ دو چیزیں ہیں) اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) اور حضور کی سنت (حدیث)

یہ تمہید ہی تھی۔ عرض مجھے کچھ اور کرنا ہے تمہید میں ہی زیادہ وقت لگ گیا۔ انسان کو اصلاح باطن کی ضرورت ہے۔ ہادی اصلاح باطن کرتا ہے۔ مگر ہر شخص اپنی خداداد استعداد کے مطابق فائدہ حاصل کرتا ہے۔ جیسے مالی محنت کرتا ہے۔ اگر زمین قابل کاشت ہو۔ تو کہیں گلاب۔ کہیں چنبیلی اور کہیں موتیا نظر آتا ہے حضور کا ارشاد ہے۔ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ۔

(ترجمہ۔ ہر بچہ فطرۃ (سلیمہ) پر پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں)

فطرۃ سلیمہ سے مراد ہے۔ قبولیت حق کی استعداد۔ بعض انسان یہاں آ کر مسخ ہو جاتے ہیں۔ ان کا ذکر سورہ البقرہ کے پہلے رکوع میں آتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ انکار کر چکے ہیں برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

یہ ماں کے پیٹ سے تو فطرۃ سلیمہ لے کر آئے تھے۔ مگر یہاں آ کر نور فطرۃ کھو بیٹھے۔ جیسے بعض بچے ماں کے پیٹ سے تو بینا پیدا ہوتے ہیں۔ مگر بعد میں چیچک کے دانے آنکھوں میں نکل آئے اور اندھے ہو گئے۔ دوسری جگہ ان کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

ترجمہ۔ ہاں جس نے کوئی گناہ کیا اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا سو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ انسان جب نیک کام کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سفید نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اور جب گناہ کرتا ہے۔ تو ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ کے پانی سے اس کو دھو ڈالا تو صاف ہو گیا۔ اسی لئے حضورؐ فرماتے ہیں۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ اگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی تو آہستہ آہستہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ لوہا زمین میں دفن کر دیا جائے تو آہستہ آہستہ سارا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لوہا نہیں رہتا بلکہ مٹی ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے ممسوخ الفطرۃ لوگوں کو اللہ تعالیٰ بھی اپنے دروازے سے ہٹا دیتے ہیں۔ ان کے دلوں کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ تھیلی پر مہر لگا دی جائے۔ تو اندر کی چیز باہر نہیں آ سکتی اور باہر کی اندر نہیں جا سکتی اس کے بعد وہ نہ حق کی آواز سن سکتے ہیں۔ نہ حق کی بات سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ایک قسم ہے انسانوں کی مسخ ہو جانے کے بعد ہادی بھی ان کو راہ راست پر نہیں لا سکتا۔

دوسری قسم کے انسانوں کا ذکر اس آیت میں فرماتے ہیں۔

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رکوع ۲۰ پ

ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا۔ جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے

یہ فطرۃ سلیمہ والے ہیں۔ یہ ایمان لائے ہیں۔ پہلے تو گناہوں میں مبتلا تھے۔ اس لئے ایمان لانے کے بعد گناہوں کی معافی کی بھی درخواست کر رہے ہیں۔ زندگی میں ان کی یہ حالت ہے مرنے کے متعلق ان کی خواہش ہے۔ کہ ان کی موت نیکوں کے ساتھ آئے پہلی قسم بالکل بگڑے ہوئے انسانوں کی تھی۔ دوسری قسم کے انسان بالکل ٹھیک ہیں تیسری قسم بین بین ہے۔ وہ نہ بالکل بگڑے ہوئے اور نہ بالکل ٹھیک ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے قرآن کی صحبت میں آ گئے۔ تو وہ دوسری قسم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ میں درس میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن میں انقلابی طاقت ہے۔ اصل ہادی تو قرآن ہی ہے۔ پہلے کفر کی رسموں پر اڑتے اور لڑتے تھے، آہستہ آہستہ قرآن نے کایا پلٹ دی۔ اب خلاف شرع رسمیں کرنے والوں سے لڑتے ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لاہور میں آ کر ...... جتنا انسانوں کا شکار کھیلا ہے اور کسی نے نہیں کھیلا۔ پہلے یا ٹھیٹھ بدعتی تھے یا مسجد چینیاں والی میں اہلحدیث تھے اکثریت بدعتیوں کی تھی۔ اہل حدیث اقلیت میں تھے۔ جمعۃ الوداع میں جتنا مجمع ہوتا ہے۔ یہ سب بدعتیوں سے نکل کر آئے ہوئے ہیں میں کھری کھری باتیں کہتا ہوں۔ عام مسلمان تو سمجھ جاتے ہیں۔ کہ بات ٹھیک کہتا ہے۔ ائمہ مساجد کہتے ہیں۔ کہ ختم درود کا مخالف ہے۔ میں ختم درود کا قائل ہوں۔ بشرطیکہ مال حلال کا ہو نیت میں اخلاص ہو اور مستحقین کو کھلایا جائے میں حرام کے ختم کا مخالف ہوں۔ اکثر ختم حرام کے مال سے ہوتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۖ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ (سورہ النساء رکوع ۱ پ ۴)

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں۔ اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔

ہادی جب آتا ہے۔ تو لوگ تین قسم کے ہو جاتے ہیں۔ ۱۔ بگڑے ہوئے ۲۔ سلیم الفطرۃ۔ ۳۔ بین بین تیسری قسم کے لوگوں کو قرآن کی برکت سے ہدایت ہو جاتی ہے۔ مولنا عبداللہ صاحب لغاری میرے دوست ہیں۔ آج کل وہ سانگھڑ میں

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

سیاہ رنگ کا عمامہ پہننا

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) دیکھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ رنگ کا عمامہ پہنے ہوئے تھے اور اس کا شملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت پر مونڈھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ صحیح مسلم

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے)

رہتے ہیں۔ اب تو وہ بہت بوڑھے ہیں۔ کچھ دن ہوئے وہ یہاں بھی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک واقعہ سنایا۔ کہ عرصہ ہوا ایک عمر رسیدہ شخص ان کے پاس پڑھنے کے لئے آیا انہوں نے جب اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتلایا کہ ایک دفعہ وہ سر پر کلام اللہ اٹھائے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جنگل میں اس کو ایک گڈریا ملا جس نے اس سے پوچھا کہ تمہارے سر پر کیا ہے۔ جب اس نے بتلایا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ اس شخص نے جواب دیا کہ جب پانی ملیگا۔ تو وضو کر کے سنا سکتا ہوں۔ گڈریا نے اپنے مویشی وہیں چھوڑ دئے اور اس کے ساتھ ہو لیا جب پانی ملا تو اس نے وضو کر کے اس کو قرآن مجید سنایا۔ گڈریا نے پھر اس سے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ اللہ تعالٰے ہم سے کیا چاہتے ہیں تاکہ ہم اسی طرح کر کے اس کو راضی کریں۔ اس نے کہا یہ تو مجھے بھی پتہ نہیں گڈریا کی بات اس کے دل میں گھر کر گئی ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اس کے بعد اس شخص نے پڑھنا شروع کیا پچھلے سال جب میں سندھ گیا۔ تو میں نے یہ واقعہ ایک جلسہ میں اپنی تقریر میں بیان کیا تو ایک شخص کہنے لگا کہ وہ میرا چچا تھا گڈریا اور عمر رسیدہ طالب علم دونوں فطرۃ سلیمہ والے تھے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو قرآن کی صحبت میں آگئے۔ اور اس کی برکت سے ہدایت ہوگئی۔ دین اور دنیا دونوں سنور گئے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ہدایت کی منڈیاں ہیں مساجد۔ دوکاندار ہے عالم ربانی۔ دوکان ہے اس کا سینہ گاہک ہے مسلمان مال ہے قال اللہ وقال الرسول پونجی ہے ایمان نیت خالص سے ایمان کی پونجی لے کر جو درس میں آتا ہے۔ اللہ تعالٰے کے فضل سے اس کو ہدایت ہو جاتی ہے۔ درس قرآن میں سدا ہی آنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ع

خبث نفس نگردد بسالہا معلوم۔ دل کی پلیدی کو دور کرنے کے لئے بدت مدید ہادی کی صحبت درکار ہے۔

میری بیعت کے بعد حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک زندہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندہ رہتے تو مجھے تو کبھی یہ خیال نہ آتا کہ اب ان کی صحبت کی ضرورت نہیں ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ہادی کو منسوخ شدہ کی اطلاع نہیں دی جاتی یہی وجہ ہے کہ انبیاء سب کو یکساں دعوت دیتے رہتے ہیں۔ وہ تین صورتوں کے سوا کبھی دستبردار نہیں ہوتے۔ ۱۔ امت کو ہدایت نصیب ہو جائے۔ ۲۔ امت تباہ ہو جائے ۳۔ پیغمبر کو اللہ تعالٰے اپنے ہاں بلا لے۔

شیطان درس میں سے بھی شکار کر کے لے جاتا ہے۔ وہ دل میں یہ خیال ڈالتا ہے۔ کہ بہت قرآن سنا اب اس کی ضرورت نہیں۔ وہ بے ایمان یہ نہیں کہتا کہ بڑا اناج کھایا اب اس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو اپنی اصلاح تال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العلمین۔ اس کے لئے ہادی کے ساتھ سدا وابستہ رہنے کی ضرورت ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔

اللہ تعالٰے میرے اور آپ کے حق میں یہ دعا قبول فرمائے۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان فامنا الایۃ آمین یا الہ العلمین

مجلس ذکر

مورخہ ۵ر جمادی الاوّل ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۶ عیسوی

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

روحانیت کے صحت یافتہ اور روحانیت کے مریض

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد میری آج کی معروضات کا عنوان ہے روحانیت کے صحت یافتہ اور روحانیت کے مریض

اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے جسمانی اور روحانی دو نظام چلائے ہیں۔ جس طرح انسان جسمانی لحاظ سے صحت یافتہ اور مریض ہوتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی وہ صحت یافتہ اور مریض ہوتے ہیں جسمانی صحت یافتہ انسان کی علامت یہ ہے کہ اس کے معدے میں اشتہا پیدا ہو جو طیب چیزیں اللہ تعالےٰ نے انسان کی نشو و نما کے لئے پیدا کیں۔ ان کی خواہش پیدا ہو۔ جب مل جائیں تو خوشی سے کھائے کھانے کے بعد فرحت اور سرور پیدا ہو۔ اگر ان چیزوں کی نہ اشتہا ہو۔ نہ ان کی خواہش ہو۔ نہ بھوک لگے نہ کھانے پینے کی طرف طبیعت مائل ہو۔ اگر زبردستی استعمال کرا دی جائیں تو طبیعت میں فرحت اور سرور کی بجائے تکدر پیدا ہو۔ تو اس قسم کے انسان کو جسمانی لحاظ سے مریض کہا جائے گا۔ جسمانی لحاظ سے صحت یافتہ اور مریض دونوں قسم کے انسانوں کا میں موازنہ کر چکا ہوں۔ کہ جسمانی صحت مند کی کیا حالت ہوتی ہے اور مریض کی کیا حالت ہوتی ہے بعض اوقات انسان صحت مند اور بعض اوقات مریض ہوتا ہے۔

ہمارے اطبا جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو اس کے سرورق پر لکھا کرتے ہیں۔ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ (ہر مرض کی دوا ہے) طبیب حاذق کے پاس مریض چلا جائے تو وہ جسمانی امراض کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ معدہ میں اشتہا پیدا ہو جاتی ہے۔ کھانا سامنے لایا جائے تو طبیعت میں کھانے کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور کھانے کے بعد طبیعت میں فرحت اور سرور پیدا ہوتا ہے

بعینہٖ یہ نقشہ ادھر بھی ہے۔ بعض انسان روحانیت کے لحاظ سے صحت مند اور بعض مریض ہوتے ہیں۔ روحانیت کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (سورہ الرعد رکوع ۴۔ پ ۱۳) (ترجمہ۔ خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں)

اگر انسان روحانی لحاظ سے صحت مند ہے تو اس کو ذکر الٰہی کی اشتہا پیدا ہوگی روحانی صحت کا یہ مطلب ہے کہ انسان کا اپنے خالق حقیقی سے تعلق درست ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی لحاظ سے صحت مند بنائے۔ اور اگر کوئی کمی ہے تو اس کو پورا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

روحانی صحت کی یہ علامت ہے۔ کہ انسان اذان کی آواز سن کر فوراً مسجد کی طرف چل پڑے۔ اگر گھر یا دوکان مسجد سے دور ہے تو وقت کا لحاظ رکھے۔ مثلاً اگر ظہر کی نماز ایک بجے ہوتی ہے تو وہ پندرہ بیس منٹ پہلے مسجد کی طرف روانہ ہو جائے۔ پانچ منٹ راستہ کے لئے اور باقی وضو اور سنتوں میں صرف کرے گا اس کے بعد باجماعت نماز ادا کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے گا کہ اس نے نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر گھر میں یا دکان پر نماز پڑھتے تو ایک نماز کا ثواب ملتا۔ اب اس نے اپنی رحمت سے ۲۵ یا ۲۷ نماز کا ثواب عطا فرمایا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر ایک شخص گھی اپنے گاؤں میں ہی فروخت کرتا ہے تو -/5 روپیہ سیر قیمت ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ اس کو شہر میں لا کر بیچتا ہے تو -/8 روپیہ سیر بکتا ہے۔

جن کو کھانے کی اشتہا ہوتی ہے۔ وہ جب کھانے کا وقت آتا ہے تو یا ہوٹل میں یا گھر شوق سے جاتے ہیں۔ جن کی صحت روحانی بحال ہے۔ وہ نماز کے لئے بھی شوق سے آتے ہیں۔ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔ جو اس وقت اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ وہ گناہ بخشواتے اور رحمت سے جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ اذان کی آواز سن کر ان کی طبیعت میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ناشتہ کے وقت طبیعت خود ناشتہ مانگتی ہے اور سہ پہر کے وقت چائے کا خود تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح نماز کے وقت رُوح کہتی ہے کہ مجھے نماز کے لئے چھٹی دی جائے۔ جس طرح کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔ اور برتن بھی صاف کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح نماز سے پہلے وضو کیا جاتا ہے اور سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔

جن کو اللہ تعالےٰ نے توفیق دی ہوئی ہے۔ وہ کھانے کے بعد ہر موسم کے مطابق فواکہ (پھل) بھی کھاتے ہیں۔ نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایک دفعہ سُبحان اللہ ۳۳ دفعہ۔ الحمد للہ ۳۳ دفعہ۔ اللہ اکبر ۳۴ دفعہ اور ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ یا باقی اذکار الٰہیہ درود شریف وغیرہ۔ یہ ادھر کے فواکہ ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ توفیق دیتے ہیں۔ وہ نماز کے بعد باقی اذکار بھی پورے کرتے ہیں۔ نہ پڑھیں تو ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اصل چیز تو نماز ہی ہے۔ یہ اذکار نماز کے علاوہ ہیں۔ جس طرح اصل چیز تو کھانا ہی ہے۔ کھانے کے بعد طبیعت تو سیر ہو جاتی ہے۔ مگر پھر بھی لوگ فواکہ کا استعمال کرتے ہیں۔ میں جب کابل میں تھا تو وہاں جمال پاشا رحمۃ اللہ علیہ وزیر بحر ترکی تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے گئے۔ تو میں بحیثیت خادم ان کے ساتھ گیا۔ جمال پاشا رح کے لئے کھانے سے پہلے سوپ (یخنی) آیا۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ ترک سوپ اس لئے پیتے ہیں کہ گلا تر ہو جائے۔ اگر کسی نے بادشاہ سے ملنے جانا ہو تو وہ اس کے لئے پہلے تیاری کرے گا نہا کر کپڑے نئے اور استری شدہ پہنے گا۔ پگڑی شیشہ میں دیکھ کر خوب اچھی طرح باندھے گا۔ اسی طرح دربار الٰہی میں حاضر

ہونے کے لیئے وضو کیا جاتا ہے۔ اگر صحت روحانی کا صحت یافتہ ہے تو دل مسجد سے وابستہ ہوگا۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لاظل الاظلہ (ترجمہ) ۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات شخص ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھیگا جس روز اس کے سایہ کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔)

ان سات میں سے ایک وہ شخص ہے جس کا دل مسجد سے وابستہ رہتا ہے۔ نمازؒ سے فارغ ہو کر مجبوراً مسجد سے نکل تو گئے پھر مسجد کی طرف دوبارہ آنے کے لیئے دل راغب رہتا ہے۔ ملازمت ہے یا دوکانداری ہے۔ اس کے لیئے مجبوراً جانا پڑتا ہے۔ مگر دل بے قرار رہتا ہے کہ کب دوبارہ پھر مسجد میں جائیں۔ خدا کرے جلدی نماز کا وقت آئے اور یاد الٰہی کی لذت پھر نصیب ہو۔ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔ اس کا اللہ تعالےٰ کتنا اجر عطا فرماتے ہیں۔ اپنے سات خوش قسمت بندوں کی فہرست میں شامل فرما رہے ہیں۔

انسان تندرست ہو تو غذا اس کے لیئے راحتِ جان ہے۔ وہ شوق سے کھائے گا اور وہ جزو بدن بن جائے گی۔ اگر صحت بگڑی ہوئی ہے تو نہ کھانے کی طرف رغبت ہوگی اور نہ کھائے گا۔ اسی طرح جن کی روحانی صحت بگڑ جاتی ہے۔ ان کو عبادت سے نفرت ہو جاتی ہے۔ عبادت سے نفرت کفر ہے۔ ایک شخص کا لڑکا درس میں باقاعدہ آتا تھا۔ باپ نے اس کو جب لندن بھیجا تو باپ نے اس کی مجھے تصویریں دکھلائیں وہاں سڑکوں پر لوگوں کو قرآن سُنا رہا تھا لیکن وہاں کے قیام نے آہستہ آہستہ یہ سب رنگ ختم کر دیا۔ جب واپس آیا تو نہ قرآن رہا اور نہ پابندی نماز رہی۔ اسی شخص کے دوسرے بیٹے کا واقعہ ہے کہ جب باپ نماز کے لیئے کہتا تو جواب دیتا کہ اباجی آپ کی نماز پڑھ لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی پڑھنے کو تو دل نہیں چاہتا۔ یہ وہ ہیں جن کی روحانی صحت بگڑی ہوئی ہے۔

روحانی مریض دو قسم کے ہوتے ہیں

۱ ناقابل اصلاح۔ ان کے متعلق ہادی کو بھی پتہ نہیں دیا جاتا۔ اگر انبیاءؑ کو علم ہو جائے کہ فلاں شخص ناقابلِ اصلاح ہے۔ تو وہ کبھی اس کو دعوت نہ دیں۔ مومنوں کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورۃ المومنون رکوع ۱ پ ۱۸)۔ (ترجمہ) اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں) لغو وہ کام ہے جس کے کرنے سے نہ دین کا کوئی فائدہ ہو نہ دنیا کا۔ انبیاءؑ تو مومنوں کے امام ہوتے ہیں وہ کس طرح لغو بات کے پیچھے پڑ سکتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بھی آخر دم تک اس قسم کے لوگوں کو تبلیغ حق فرماتے رہے۔ وہ تو ماہی گیر کی طرح دریا میں جال ڈال دیتے ہیں۔ جال میں بعض اوقات کچھوا بھی پھنس جاتا ہے اور مچھلی بھی آ جاتی ہے۔ کچھوا حرام ہے اور مچھلی حلال ہے۔

۲۔ قابلِ اصلاح۔ یہ روحانی مریض ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی سے معالج روحانی کے ہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتے ہیں۔

ایمان لانے سے پہلے اکثر صحابہ کرامؓ اسلام کے دشمن تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ ابوذر غفاریؓ اس قسم کے دو چار حضرات ہی کفر اور شرک سے بچے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ میں کچھ ترش کلامی ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا کہ صدیق اکبرؓ ہی اکیلے وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے میری تصدیق کی۔ جب تم سب نے مجھے جھٹلایا۔ تم اس کو بھی ستاتے ہو۔ جب صدیق اکبرؓ روحانی علاج سے صحت مند تھے۔ تو عمرؓ اس وقت روحانی مریض تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ جب تک سانس۔ تب تک آس۔ ہادی اس پر عمل کرتا ہے۔

خالد بن ولیدؓ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیئے آئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے جب ایمان نصیب فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب عطا فرماتے ہیں۔ وہ ایک دن میں سات تلواریں کفار کی گردنوں پر توڑتے ہیں۔ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔ اور پھر چیرتے ہوئے واپس آ جاتے ہیں۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جن کی روحانی صحت فطرتی بحال ہوتی ہے۔ وہ ہادی کی آواز سُن کر فوراً ایمان لے آتے ہیں۔ ان کا ذکر اس آیت میں آتا ہے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار (سورۂ آل عمران رکوع ۲۰ پ ۴)

(ترجمہ) اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا۔ جو ایمان لانے والے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے)

جو ناقابلِ اصلاح طبقہ ہے ان پر ہادی کی آواز سے اتمام حجت ہو جاتا ہے۔ قیامت کے دن وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے۔ ربنا ما جاءنا من نذیر۔ بلکہ خود اقرار جرم کریں گے۔

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝

کیا تمہیں ہماری آئتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بے شک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔ (سورہ المومنون۔ رکوع ۵۔ پ ۱۸)

ہر دَور میں انسان بھی نئے ہوں گے اور ہادی بھی نئے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو صحیح معنوں میں صحت یافتہ بنائے۔ آمین یا الہ العالمین

جو درس جمعہ اور ذکر میں شوق سے آتے ہیں میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں یہ صحت روحانی علامت ہے۔ جیسے شکاری وہاں شکار کے لیئے جاتا ہے۔ جہاں مرغابیاں وغیرہ زیادہ ہوں۔ اسی طرح شیطان بھی درس وغیرہ سے شکار کرکے لے جاتا ہے اس کے فریب میں نہ آیئے۔ وہ دل میں یہ خیال ڈالتا ہے۔ کہ بڑے درس سُنے۔ اب اس کی ضرورت نہیں۔ نفس سے کہا کیجئے کہ بہت اناج اور پھل کھائے ہیں۔ اب کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ جب جسم کی ضروریات سے دستبردار نہیں ہو سکتے تو روح کی ضروریات سے کس طرح دستبردار ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم دنیا سے امراض روحانی سے شفایاب ہو کر گئے تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ اگر یہاں شفا نہ ہوئی تو پھر اللہ کے ہسپتال میں رہنا پڑے گا۔ ان کا ایک ہی ہسپتال ہے جن کو جہنم کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرام مال سے پرورش پانے والا گوشت جہنم کا زیادہ مستحق ہے جو رشوت کھاتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

عمدہ اور نفیس لباس پہننے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب خوارج کا ظہور ہوا تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان لوگوں (خوارج فرقہ کے) پاس جاؤ (اور سمجھاؤ) میں نے نفیس قسم کا ایک یمنی جوڑا پہنا۔ جب خوارج کی جماعت کے پاس پہنچا تو انہوں نے مرحبا کہہ کے میرا استقبال کیا اور کہا کہ یہ عمدہ لباس کیا ہے؟ (یعنی اچھا لباس تو تقویٰ کے خلاف ہے) میں نے کہا کہ تم میرے اس اچھے لباس پر کیا اعتراض کرتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسین سے حسین جوڑا پہنے دیکھا ہے۔ سنن ابوداؤد

لباس دائیں طرف سے پہنیں اور بائیں طرف سے اتاریں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے، اور جب نکالنے لگے تو پہلے بائیں پاؤں سے نکالے (الغرض) داہنا پاؤں جوتا پہننے میں مقدم اور نکالنے میں مؤخر ہو۔ صحیح بخاری

بقیہ مجلس ذکر

صفحہ سے آگے

اگر ان کے اندر ایمان ہوگا تو ان کو دوزخ میں اس وقت تک رکھا جائے گا۔ جب تک حرام مال سے پرورش شدہ گوشت جل نہ جائے گا۔ جن کو یہاں رشوت چھوڑنے کی توفیق مل گئی وہ شفایاب ہو گئے۔ اگر تائب نہ ہوئے تو جہنم میں جانا پڑے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر آتے ہیں۔ ان کی آہستہ آہستہ ہو جاتی ہے۔ جو نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دیتے نہیں جاتے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ امراء کی کوٹھیوں پر قرآن ہاتھ لے کر جاؤں۔ جب اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہاں بھجوا دیتے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دروازہ کی ٹوٹی چٹائیوں پر سر بسجود رہ کر ہی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔ نعم الامیر علی باب الفقیر۔ بئس الفقیر علی باب الامیر (ترجمہ: بہترین ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر آ جائے۔ بدترین ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر جائے۔) اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی لحاظ سے صحت یافتہ بنائے اور اسی حالت میں دنیا سے اٹھائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مَجَالِسِ ذِکرُ

مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب

منعقدہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اصلاح حال کی علامتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بعد:۔ میری آج کی معروضات کا عنوان ہے "اصلاح حال کی علامتیں" میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ جن احباب کی خدمت مجھ گنہگار کے ذمہ عائد کردی گئی ہے۔ ان کی اصلاح باطن کیلئے کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ میں پاکباز ہوں۔ آپ گنہگار ہیں۔ آپ اصلاح باطن کی ضرورت ہے۔ اور مجھے نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو آپ سب سے زیادہ گنہگار سمجھتا ہوں۔ اور مجھے آپ سے زیادہ اصلاح باطن کی ضرورت ہے۔ یہ میرا حال ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ اس پر مجھے قائم رکھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں اکثر یہ فقرہ کہا کرتا ہوں۔ اوصی نفسی اولاً وایاکم بعدہ۔ (میں پہلے اپنے نفس کو وصیت کرتا ہوں اور آپ کو بعد میں) جو اللہ تعالےٰ مجھ سے کہلوا رہے ہیں۔ ان کی پابندی میرے لئے بھی فرض ہے۔ بیعت کے وقت آج کل میں عہد لیا کرتا ہوں۔ کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتلائیں گے اس کی میں پابندی کروں گا۔ جنہوں نے بیعت کی ہوئی ہے۔ ان کی خدمت میرے ذمہ فرض ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ جو میں عرض کروں۔ اس کو گوش ہوش سے سنیں۔ لوح دل پر لکھ کر لے جائیں اور عمل میں لائیں۔

اس سے پہلے بعض[1] ذکر میں میں عرض کرچکا ہوں۔ کہ اصلاح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اصلاح قال۔ ۲۔ اصلاح حال

دیہاتیوں کی تو اصلاح قال بھی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ اس کی خود شہادت دیتے ہیں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الایۃ (سورہ التوبہ رکوع ۱۲ پ ۱۱)

ترجمہ:۔ گنوار کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمائے ہیں۔ ان سے واقف نہ ہوں۔

اشد اسم تفضیل تذکر کا صیغہ ہے۔ گویا کفر اور نفاق کا اس سے آگے کوئی درجہ نہیں۔ دیہاتی بظاہر سیدھے سادھے ہوتے ہیں۔ لیکن اندر سے کھوٹے ہوتے ہیں۔ جیسے فارسی میں کسی نے کہا ہے۔

ع۔ دیوانہ بکار خود ہوشیار۔ اپنی مطلب براری میں بڑے پکے ہوتے ہیں۔ جاٹوں کی لڑائیوں کا آپ کو علم ہی ہے۔ وہ ذرا سی بات پر سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں پانی اور کھیتوں کی حدوں پر قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے ہاں کامل بہت کم ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں نہ دین کا علم اور نہ عمل ہوتا ہے۔ عام طور ان کے آئمہ مساجد سوائے نماز جنازہ پڑھانے اور امامت کرانے اور کچھ نہیں جانتے۔ ان کے دین سے جہالت کی اللہ تعالےٰ بھی شہادت دیتے ہیں۔ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ۔ اَجْدَرُ بھی اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے۔ ان کی جہالت کی بھی کوئی حد نہیں۔ ان کی تو اصلاح قال بھی نہیں ہوتی ان کو بولنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔ کسی کا ذکر بعد میں کریں گے۔ پہلے اس کو ماں بہن کی مغلظ گالی دیں گے۔ اپنے بڑے لڑکے مولوی حبیب اللہ کی شادی کا ذکر میں پہلے کرچکا ہوں۔ کہ اس نے دیہات کے کئی رشتے اس لئے ردّ کر دئیے۔ کہ اکثر دیہاتی لڑکیوں کو بولنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی۔ امیر امان اللہ خاں کے استاد نے کسی دوسرے شخص کے ذریعہ اپنی نواسی کا رشتہ پیش کیا۔ وہ امیر تھے۔ میں نے اپنے آپ کو غریب سمجھ کر وہ رشتہ بھی چھوڑ دیا۔ اس میں بھی کوئی حکمت تھی۔ اگر وہ شادی شدہ تو یہ سعادت نصیب نہ ہوتی۔ نہ رن نہ کن (پنجابی) اس لئے مدینہ منورہ جا بیٹھا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا۔ الا ماشاء اللہ اکثر دیہاتیوں کی نہ اصلاح قال ہوتی ہے۔ نہ اصلاح حال۔

اب آیئے تعلیم یافتہ کی طرف۔ پچھلی دفعہ میں نے عرض کیا تھا۔ کہ تعلیم کی دو قسمیں ہیں ۱۔ تعلیم قدیم۔ ۲۔ تعلیم جدید۔ تعلیم قدیم کے تعلیم یافتہ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل علمائے کرام ہیں۔ اور تعلیم جدید کے فارغ بی اے ایم اے ہیں۔ ان دونوں کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے۔ مگر اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی۔ بی اے ایم اے کو تو امراض روحانی کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ جیسے رات کو خیبر میل میں مسافر راوی۔ چناب۔ جہلم اور اٹک سب کو عبور کر جاتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسی طرح علمائے کرام ان سے عبور کر جاتے ہیں۔ قرآن میں ان کا ذکر آتا ہے۔ اور وہ دوران تعلیم میں

[1] ملاحظہ ہو "خدام الدین" لاہور مورخہ ۵ اگست ۱۹۵۶ء

قرآن سے عبور کر جاتے ہیں۔ دنیا میں اصلاح حال نہ ہوئی تو اللہ تعالےٰ کے ہاں روحانی کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام دوزخ ہے۔ اگر عالم روحانی مریض ہے تو اس کو بھی اس میں رکھا جائے گا۔ بی اے روحانی مرض میں مبتلا ہے تو وہ بھی اسی میں داخل ہوگا۔ جیسے یہاں عالم اور بی اے جسمانی مرض میں مبتلا ہوں۔ تو ان کو بھی میو ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ اور جاہل کو بھی۔

میں پچھلی دفعہ روحانی بیماریاں بھی گنوا چکا ہوں۔ حسد۔ کبر۔ عجب چند موٹی موٹی روحانی بیماریاں ہیں۔ حسد۔ کبر جیسے بی اے میں ہوتا ہے۔ اسی طرح علماء میں بھی ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ صحابہ کرام کے سوال پر آپؐ نے کبر کی یہ تعریف فرمائی بطر الحق وغمة النّاس۔ (حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا) جس طرح انگریزی دان کہہ دیتے ہیں۔ کہ مولویوں کو کیا آتا ہے۔ اسی طرح مولویوں کو بھی اپنے علم پر ناز ہوتا ہے۔ اسلام کہتا ہے ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

سر کے بالوں میں بھی اسلام دو رنگی سے منع کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے۔ کہ بال آگے پیچھے اور درمیان سے برابر ہوں۔ یا سارے کٹے ہوں۔ یا سارے بڑھے ہوئے ہوں۔ ایک انگریزی فیشن کے بالوں والا کرزن فیشن نوجوان جب میرے پاس آتا ہے۔ جو فقط نماز جمعہ پڑھتا ہے۔ تو میں نفس سے یہ کہتا ہوں۔ کہ تجھ سے تو یہی اچھا ہے۔ میرا یہ حال ہے اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے ہستی فنا کر دی ہے۔

حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد ۴۰ سال زندہ رہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے مولٰنا عبدالہادی جو اب گدی نشین ہیں میری بیعت کے ۹ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ حضرت دین پوریؒ کی نظیر پنجاب اور سندھ میں نہ تب تھی اور نہ اب ہے۔ میں نفس سے کہتا ہوں کہ ایسے کامل نے ۴۰ سال تک تیرے قلب پر نظر کی۔ پھر گناہ کے خیالات آتے ہیں اور کبھی کبر بھی بیٹھتا ہے۔ اس نوجوان کے قلب پر تو کسی کی نظر ہی نہیں اس کا کیا قصور ہے؟ یہ ہے۔ ع

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

مدارس عربیہ میں علمائے کرام منطق کی تقریباً ۱۲ کتابیں پڑھ کر آتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم تو منطق کے فاضل ہیں اور باقی سب جاہل عالم ہونے کے لحاظ سے ہم اعلیٰ ہیں اور باقی سب ادنیٰ اسی کا نام کبر ہے کامل کی صحبت نصیب ہو جائے۔ تو وہ ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ کامل کی صحبت کے متعلق کسی نے کہا ہے ع

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

یعنی اولیاء اللہ کی صحبت میں ایک گھڑی رہنے سے جو روحانی فائدہ ہوتا ہے۔ وہ سو سال کی ریاء سے پاک عبادت سے زیادہ ہے۔ بعض اوقات میں اپنے متعلق سوچتا ہوں۔ تو اپنے آپ کو اس شعر کا مصداق پاتا ہوں ع

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم
بحیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

حسد یہ ہے۔ کہ اے اللہ تو نے فلاں شخص کو فلاں نعمت کیوں دی۔ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے یہ حرام ہے اس کے مقابلہ میں غبطہ ہے۔ جس کو فارسی میں رشک اور پنجابی میں ریس کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ غبطہ یہ ہے۔ اے اللہ تیرے خزانے میں کس چیز کی کمی ہے۔ تو نے فلاں شخص کو فلاں نعمت عطا فرمائی ہے مجھے بھی دیدے۔ اس کی بھی بحال رہے

جب تک کسی کامل کی صحبت میں ہستی فنا نہ ہو۔ یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ کامل کی صحبت میں جانے کے بعد ایک جید عالم پر یہ حال غالب ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ میں باوجود اس قابلیت علمی کے بارگاہ الٰہی میں اتنا مقبول نہ ہوں جتنا کہ یہ جاہل اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار اور پرہیزگار بندہ ہے۔ جب یہ حال ہو جائے تو کبر پاس بھی نہیں بھٹکتا۔ کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ یہ چیزیں عقل میں نہیں آتیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو۔ تو کامل کی صحبت میں یہ چیزیں حال بن جاتی ہیں۔

دونوں قسم کی تعلیم سے آراستہ حضرات کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے مگر اصلاح حالی نہیں ہوتی۔ جب تک کسی کامل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ کامل کی صحبت میں جاہلوں کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ایک دفعہ بیٹھا ہوا تھا مجھے وہ جگہ۔ وقت اور واقعہ اب تک یاد ہے۔ حضرتؒ کے لنگر میں کچھ کھجوروں کے درخت تھے۔ وہاں دارالحفاظ میں بچے بھی پڑھتے تھے۔ بچے جب چھٹی ہو تو کبھی کھجوریں توڑ کر کھانے لگتے۔ ایک شخص نے میرے سامنے شکایت کی کہ حضرت مدرسہ کے بچے جب چھٹی ہو تو کبھی کھجوریں توڑتے ہیں۔ حضرت کا مزاج جلالی تھا۔ حاجی اللہ ورایا سے جو ان کا ایک خادم تھا فرمایا۔ اللہ ورایا ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ۔ تو میں ان کو سزا دوں حاجی اللہ ورایا بے ساختہ عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رخ پھیر دیا۔ اور آپ خاموش ہو گئے۔ وہ بالکل ان پڑھ تھا کامل کی صحبت میں اس کی اصلاح حال ہو چکی تھی۔ وہ حضرتؒ کا ۲۴ گھنٹے کا بے دام غلام تھا۔ وہ حاجی معتمد اور متوکل علی اللہ تھا۔ حضرتؒ جب چاہیں اس کو کپڑا دے دیدیں۔

حضرتؒ کی نظیر پشاور سے کراچی تک نہ تب تھی نہ اب ہے۔ آپؒ عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی ترجمہ کیا ہے۔ اس کے ٹائیٹل پیج پر میں نے ان کو قطب الاقطاب لکھا ہے۔ میں نے یہ عقیدتاً ہی نہیں لکھا۔ بلکہ اس کے لئے میرے پاس دلائل ہیں۔ لیکن وہ جب کبھی خاص بات فرماتے تو فرماتے ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا تھا۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ جمال کے مظہر اتم تھے وہ کچھ نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ وہ لاہور تشریف لائے تو میں ان کو سیر کرانے کیلئے شاہدرہ لے گیا۔ جہانگیر کے مزار پر پہنچ کر دوپہر کے وقت انہوں نے ذکر جہر شروع کر دیا۔ جو خادمؒ ساتھ گئے تھے سب نے اتباع کیا۔ انہوں نے کچھ فرمایا نہیں کہ یہ کیوں کیا اور ادباً کسی نے پوچھا نہیں اس لئے یہ معمہ ہی رہا۔ ایک دفعہ میں حضرت دین پوریؒ کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ وہ چھوٹی جس پر آپ

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے)

بیٹھ کر وضو فرمایا کرتے تھے۔ چار پائی کے پاس رکھوالی۔ اور مجھے فرمایا اس پر بیٹھ جائیں۔ اور میری داڑھی میں ہاتھ سے خلال کرنا شروع کر دیا۔ زبان سے کچھ نہیں فرمایا میں نے یہ سمجھا کہ آپؒ یہ چاہتے ہیں کہ اب داڑھی کترانی چھوڑ دو۔ میں ان دنوں قبضہ سے اوپر داڑھی کتروایا کرتا تھا۔ اور قبضہ سے اوپر کتروانے کو اب بھی جائز سمجھتا ہوں۔ شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے ترمذی شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے۔
وَالْمُخْتَارُ اَنْ لَا يُؤخَذَ مِنْهَا شَيْئًا

ترجمہ:۔ پسندیدہ مذہب یہ ہے
کہ اس کو (یعنی داڑھی) کو کسی طرف
سے نہ چھیڑا جائے

اس کے بعد میں نے کتروانا چھوڑ دیا ان کا تربیت کا طریقہ یہ تھا۔ منہ سے کچھ نہ فرماتے تھے۔ حضرت امروٹیؒ جلالی مزاج تھے۔ وہ فرما دیا کرتے تھے۔ خلافت کے زمانہ میں ایک بڑے عالم کے متعلق فرمایا کہ حضورؐ اس سے ناراض ہیں داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھ کر انگریز سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک گولی پہلے چلا دو۔ اس کے بعد صوبہ سندھ سے تمہیں نہ نکال دوں تو مجھے سید کا تخم نہ کہنا۔ انگریز خدا شناس تو نہ تھا۔ لیکن مردم شناس ضرور تھا اس لئے وہ ٹل گیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اگر اعلان جہاد ہوگیا تو بلوچستان کے بلوچ اور یاغستان کے پٹھان سب آئیں گے۔ اور اس طرح لگی ہوئی آگ پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ ایسوں کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔

اصلاح حال کی علامتیں یہ ہیں۔ کہ طبیعت میں نہ شیخی رہے۔ اور نہ شوخی رہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ نفیس ترین کھانا ہو۔ اور قیمتی سے قیمتی لباس ہو۔ اور شاندار کوٹھی ہو۔ تاکہ لوگوں میں عزت ہو ادھر سے دل مرگیا ہے۔ اور ان چیزوں سے سرد مہری برتتا ہے۔ تو سمجھئے کہ اصلاح حال ہوچکی ہے۔ اصلاح حال نہ ہو۔ تو یہ بیماری رہتی ہے۔ بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ وہ دین کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ ان کے حق میں دل سے دعا نکلتی ہے۔ کہ اے اللہ ان کو اور دے۔ ع

چیست دنیا از خدا غافل بودن

عام طبیعتیں اس قسم کی ہوتی ہیں۔ کہ دولت آئی تو خدا بھول گیا۔ دینداری کا یہ مطلب نہیں کہ کنگال بن کر رہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ کہ دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک تو یہ دعا کرتا ہے۔ اللھم اعط منفقا خلفا۔

ترجمہ:۔ (اے اللہ (اللہ کی راہ
میں) خرچ کرنے والے کو اور دے)

دوسرے کہتا ہے۔ اللھم اعط ممسکا تلفا ترجمہ:۔ (اے اللہ بخیل کی دولت
کو ضائع کردے)

دولت خرچ تو ضرور ہوگی۔ انسان اگر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے گا۔ تو اللہ کی مرضی کے خلاف خرچ ہوگی۔ بعض بدبخت ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ پہلے ایک رنڈی رکھی ہوئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اور دولت دے دی تو دو رکھ لیں۔

قرآن میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (سورہ الشعرآء رکوع ۵ پ ۱۹)

ترجمہ:۔ جس دن مال اور اولاد
نفع نہ دے گی مگر جو اللہ کے پاس
سالم دل لے کر آیا)

یعنی جسکے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی سمائی نہ تھی محبت تھی تو فقط اللہ تعالیٰ کی اور خوف تھا۔ تو فقط اللہ تعالیٰ کا۔ یہ اصلاح حال ہے۔ حضور اس کا منبع ہیں۔ ایک دفعہ ننگے بدن چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ تو جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے۔ ایک صحابی نے یہ حالت دیکھی۔ تو عرض کیا۔ کہ اجازت ہو تو ایک بستره بنا دیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ مالی وللدنیا ما انا الا کراکب استظل تحت شجر ثم راح و ترکھا۔ کیا مسافر درخت کے نیچے مکان بنائے گا۔ یہ دنیا سے سرد مہری ہے بظاہر شاہی شان ہے۔ فوج رکھی ہوئی ہے۔ بادشاہوں کی طرف سے وفود آتے ہیں۔ مگر حقیقت میں فقیری ہے۔ دنیادار زبان قال سے کہتا ہے۔ کہ دیکھو ہمارا لباس۔ دیکھو ہماری کوٹھی۔ اللہ والوں کا رنگ یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی نے کھلایا تو کھا لیا۔ پہنا دیا تو پہن لیا۔ حضرت امروٹیؒ کے ہاں کسی نے ایک لنگی بھیجی۔ حضرتؒ نے سر پر باندھ لی۔ اگرچہ نیچے کالا پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نہیں کھاتا جب تک مجھے نہ کہا جائے کھاؤ۔ میرے پڑدادا پیرؒ ایک دفعہ کسی غلط فہمی کی بنا پر تین چار وقت بھوکے رہے۔ آپ سفر میں تھے۔ کھانا کھلانے والی مختلف ٹولیوں نے ایک دوسرے پر محول کیا ایک نے سمجھا دوسرے نے کھلا دیا ہوگا دوسرے نے سمجھا ہوگا اس نے کھلا دیا ہوگا۔ دنیادار تو گھر میں اودھم مچا دیتے ہیں یہ کیوں پکایا ہیں۔ نے تو یہ کھانا تھا۔ اور یہ نہیں کھانا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے مجھے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان نعمتوں کو قائم رکھے۔ کسی گناہ کے باعث چھننے نہ پائیں۔ اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی اصلاح حال فرماویں۔ امین یا الہ العلمین

خطبہ استقبالیہ

از جناب حضرت مولٰنا احمد علی صاحب صدر کنونشن علماء کرام منعقدہ ۸ - ۹ - اکتوبر ۱۹۵٦ء ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حضرات علماء کرام و فضلاء عظام - آپ کے اِس مقدس اجتماع کی تجویز در اصل ملتان کے حضرات علماء کرام کے ذہن میں آئی ہے۔ اُنہوں نے آپ حضرات کو یہاں تشریف لانے کی تکلیف دی - ہر ایک اجتماع کے بُلانے کے لئے یہ قاعدہ ہے - کہ کسی ایک شخص کو داعی تجویز کیا جاتا ہے - چنانچہ ان حضرات نے باہمی مشورہ میں اس عاجز کا نام بحیثیت داعی کے تجویز فرمایا - جب مجھے لاہور میں اس تجویز کی اطلاع دی گئی تو میں نے انکار کیا۔ اور عرض کی کہ مجھ سے بہتر آدمی موجود ہیں - مثلاً حضرت مولٰنا محمد علی صاحب جالندھری کا ذکر مَیں نے کیا کہ وہ علماء کرام کی مقدس جماعت کے بہترین صدر ہو سکتے ہیں۔ اور مَیں نے اپنا کچھ عذر بھی پیش کیا - اس پر ان حضرات نے واضح طور پر فرمایا - کہ سردست تمہارا نام بحیثیت صدر استقبالیہ کے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ جب سب حضرات اکٹھے ہونگے۔ تب مستقل صدر کا انتخاب کرلیا جائے گا - اس تصفیہ کے بعد بندہ نے آپ کی تشریف آوری کا داعی ہونے کی خدمت قبول کر لی -

مقصدِ اجتماع

مجوزین حضرات کے ذہن میں مقصد اجتماع یہ ہے - جس کی مجھے اطلاع دی گئی تھی - "یہاں ملتان کے علماء کی ایک میٹنگ میں تنظیم کے سلسلہ میں یہ طے ہُوا - کہ ۷ - ۸ - ۹ اکتوبر ۱۹۵٦ء کو ملتان میں تمام مغربی پاکستان کے علماء کی ایک کنونشن بلائی جائے - اس میں تمام علماء کے سامنے ان کے **فرائض** پیش کریں - اور احساس دلائیں - کہ علماء کرام کی تنظیم اس پُر فتن دور میں کتنی ضروری ہے - اور ایک عملی خاکہ تیار کریں - خداوند قدوس جل وعلا کی ذات اقدس سے امید واثق ہے کہ وہ محض اپنی عنایت سے کوئی راہ کھول دیگا اور اس افتراق اور انتشار کو ختم کر دیگا - جو آج نظر آ رہا ہے - اس کا اگلا قدم کیا ہوگا - اور لائحہ عمل کیا تیار ہوگا - اس کا فیصلہ خود کنونشن کریگی" حضرات ملتان کے علماء کرام کے ذہنی تخیّل کی یہ قلمی تصویر ہے جو مَیں نے عرض کر دی ہے -

خیر مقدم

زندہ دل بیدار مغز حضرات علماء کرام ملتان کی اس تجویز کا مَیں بھی خیر مقدم کرتا ہوں - حضرات سید المرسلین خاتم النبیین فخر الاولین والآخرین کی سرکار نے جو عہدہ آپ کو عطا فرمایا ہے - وہ کسی جماعت کو نصیب نہیں - آپ ہی کے حق میں فضل العالم علی العابد کفضلی علٰی ادناکم کا ارشاد صادر ہُوا تھا - آپؐ ہی کے حق میں ان اللہ و ملائکتہ و اہل السمٰوٰت والارض حتی النملۃ فی جحرہا و حتی الحوت لیصلون علٰی معلم الناس الخیر فرمایا گیا تھا -

اللہ جل شانہ کی ذمہ داری پوری کرنے کیلئے آپ ہی بہترین آلہ کار بن سکتے ہیں

آپ حضرات کے سامنے ایسی چیزیں پیش کرنا ایسا ہے - جیسا لقمان را حکمت آموختن - مگر مَیں اپنے عندیہ کو واضح کرنے کے لئے یہ چیزیں عرض کر رہا ہوں - قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے (انّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہٗ لحافظون)

سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴

اس ذمہ داری کو معرض وجود میں لانے والے نمبر اوّل علماء کرام ہی ہو سکتے ہیں - آپ حضرات ہی نے عمر عزیز کا معتد بہ حصّہ اس مقدس کتاب کے سمجھنے کے لئے صرف کیا ہے - وہ علوم جو اس کے سمجھنے کے آلہ کار ہیں - مثلاً علم الصرف اور علم النحو وغیرہ آپ نے علم حدیث حاصل کیا - تاکہ قرآن مجید میں جو مراد الٰہی ہے - وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول و فعل سے معلوم ہو سکے - علم حدیث حاصل کرنے کے لئے علم اصول حدیث پڑھا - حاصل یہ ہے کہ تمام مبادی در اصل قرآن مجید کا صحیح مفہوم سمجھنے کی خاطر حاصل کئے گئے - سوائے آپ کی اس مقدس جماعت کے حضور انور کی امت میں اور کوئی ایسی جماعت نہیں - جو اس محنتِ شاقہ اور اس عرقریزی سے قرآن مجید کا مفہوم سمجھنے کی سعی بلیغ کرے - و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم -

علماء کرام کے اسلاف کی برکت

حضرات آپ ہی کے اسلاف علماء کرام کی اشاعت قرآن مجید کی یہ برکت ہے - کہ آج چودھویں صدی ہجری میں بھی صحیح اور اصلی معنی میں قرآن مجید کو سمجھنے والے اور اس کی نشر و اشاعت کرنے والے علماء کرام سینکڑوں کی تعداد میں سطح دُنیا پر موجود ہیں - اللہ تعالےٰ ہماری طرف سے انہیں جزاء خیر عطا فرمائے - ان کی قبروں کو ریاض الجنۃ بنائے اور جنّت الفردوس کا وارث بنائے آمین یا الٰہ العالمین

علماء کرام مصروفِ عمل ہیں

مَیں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ الحمد للہ حق پرست علماء کرام کی ایک معتد بہ جماعت مصروفِ عمل ہے - اور وہ قرآن مجید کی اشاعت حسبِ توفیق اپنی اپنی جگہ پر کر رہے ہیں - اللہ تعالےٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے - آمین

اجتماعی طاقت کی حاجت

اشاعت دین کے بعض کام ایسے بھی ہوتے ہیں - جن کے کرنے کے لئے اجتماعی طاقت کی ضرورت پیش آجاتی ہے - آج کے اجتماع کی اصلی غرض یہی ہے کہ اگر ضرورت پیش آئے - تو علماء کرام مجتمع ہو کر بھی اس کام میں حصّہ لیں - حضرات آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک کا عدد لکھا جائے تو وہ گیارہ کا عدد بن جاتا ہے - اور اگر اس کے ساتھ ایک اکائی لکھ دی جائے تو ایک سو گیارہ ہو جاتے ہیں - اور اگر ایک اکائی آپ حضرات بیک وقت بیک آواز ہو کر جو کام کرینگے - اس کی طاقت مذکورۃ الصدر عدد کی طرح بہت زیادہ بڑھ جائے گی - اس کا اثر عوام اور خواص پر تو بجائے خود رہا بلکہ حکام پر بڑا زبردست پڑیگا - ابھی چار سال کا ختمِ نبوّت والا واقعہ آپ کے سامنے گزرا ہے - علمائے کرام نے بیک آواز ہو کر ختم نبوت کا نعرہ لگایا - اور ختم نبوّت کے تاج کی حفاظت کے لئے یک زبان ہو کر مسلمانوں کو ختم نبوت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کی دعوت دی -

مسلمانوں نے علماء کرام کی دعوت پر لبیک کہی اور حکومت پاکستان کی بھی پروا نہیں کی۔ چھاتیوں میں گولیاں کھائیں۔ لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ حکومت کے ذمہ دار تعجب سے کہتے تھے۔ کہ ہمیں یہ علم نہیں تھا۔ کہ یہ مساجد کے بوریا نشین حجروں سے نکل کر میدان میں آئیں گے۔ اور قید و بند کی پروا نہ کرتے ہوئے میدان میں کود پڑیں گے۔ اور ان کے جھنڈے کے نیچے عوام شمع پر پروانے کی طرح آ جمع ہونگے۔ حضرات یہ ملک انگریز کے زمانہ میں کفرستان تھا۔ اس وقت میں کہا کرتا تھا کہ ہماری زبان میں وہ طاقت ہے جو انگریز کی توپ میں نہیں ہے۔ مثلاً ہمارا آتش فشاں اور سحر بیاں مقرر حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم انگریز کی فوج میں بھرتی روکنے کے لئے منبر پر آ کھڑا ہو۔ اور انگریز بھرتی ہونے والوں کو ہزار طرح کے لالچ دے۔ انشاء اللہ تعالےٰ امید واثق ہے کہ ایک مسلمان بھی بھرتی نہیں ہوگا۔ بہر حال میں عرض کروں گا کہ اگرچہ آپ حضرات انفرادی طریقہ پر اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اسے قبول فرمائے۔ اب پاکستان کو صحیح معنی میں پاکستان بنانے کے لئے آپ کی متفقہ طاقت اور آپ کے عزم بالجزم اور مسلسل سعی بلیغ کی ضرورت ہے۔

پاکستان بنانے میں علماء کرام کا حصّہ

حضرات۔ ابھی تقریباً دو ماہ کا عرصہ گزرا ہے کہ ہندوستان کے وزیر اعظم مسٹر جواہر لعل نہرو نے پاکستانی حکومت کو طعنہ دیا تھا۔ کہ آپ میں کون انقلابی ہے یعنی حکومت پاکستان کے موجودہ بر سر اقتدار طبقہ میں کون ہے۔ جس نے ہندوستان کو انگریز کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے جیلوں کی ہوا کھائی ہو یا مصیبتیں برداشت کی ہوں۔ اس کے جواب میں ہمارے ون یونٹ کے وزیر اعظم ڈاکٹر خان صاحب نے یہی جواب دیا تھا۔ کیا ہمارے علماء کرام نے انگریزی سامراج سے ٹکر لگانے میں عمریں صرف نہیں کیں۔ اور علماء کرام میں سے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص طور پر نام لیا تھا۔ جو کہ دراصل استاذ العلماء مجاہد اعظم حکومت برطانیہ کی بیخ کنی کے علمبردار اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ کے خدام میں سے ایک تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وزیر اعظم ڈاکٹر خان صاحب کو اس زنجیر کا علم نہیں تھا۔ ورنہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کئی خدام کا نام نامی سنہری حروف میں لکھوا کر مسٹر نہرو کو بھیج سکتے تھے۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رح سندھی کے باعث علماء کرام کی گرفتاریاں

حضرت مولنا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھی کے ریشمی خطوط جو انگریز کے ہاتھ آ گئے تھے۔ ان کی بناء پر ۱۹۱۶ء کے آخر میں صوبہ سندھ۔ ریاست بہاولپور۔ صوبہ پنجاب اور دہلی سے علمائے کرام کی گرفتاریاں ہوئیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

صوبہ سندھ سے

(۱) مولانا و مقتدانا حضرت مولنا تاج محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ ضلع شکار پور سندھ کے رہنے والے تھے۔ انگریز انہیں گرفتار کر کے کراچی لے گیا اور وہاں سے اپنی کرامت سے رہا ہو کر آ گئے۔ کراچی ان دنوں بمبئی سے ملحق تھا۔ کراچی میں کمشنر رہتا تھا۔ یہ پہنچے۔ اس کے بعد کمشنر صاحب کی میم صاحبہ کو پیٹ میں سخت درد شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر علاج کر کے عاجز آ گئے۔ کسی نے کمشنر صاحب سے کہا۔ کہ اس بزرگ سے دُعا کرائیے۔ کمشنر صاحب میم صاحبہ کو موٹر پر بٹھا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آیا۔ اور دُعا کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دُعا فرمائی۔ اے اللہ یہ ہیں تو تیرے دین کے دشمن۔ مگر اس سفید داڑھی کی لاج رکھ لے۔ میم صاحبہ کو فوراً شفا ہو گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ کہ میں نے ان کو جو تکلیف دی ہے۔ اس کی سزا میں ابھی میرا گھر تباہ ہونے والا تھا۔ اگر میں نے کوئی اور قدم اُٹھایا تو خدا جانے مجھ پر کیا آفت نازل ہوگی۔ اس نے حضرت کو فوراً گھر واپس بھیج دیا۔

(۲) حضرت مولانا شیخ عبد الرحیم صاحب مرحوم حیدر آباد سندھ کے رہنے والے تھے۔ ان کی گرفتاری کا وارنٹ نکلا۔ اور وہ مفرور ہو گئے۔ انگریز انہیں گرفتار نہیں کر سکا۔ اور ان کی وفات بھی کہیں مفروری کی حالت میں ہوئی۔

ریاست بہاولپور سے

(۱) مولانا و مقتدانا و مربینا حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین دین پور شریف (۲) حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب (جو زندہ ہیں)

صوبہ پنجاب سے

(۱) حضرت مولانا ابو محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ امام مسجد صوفی کشمیری بازار لاہور (۲) حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مالک رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔

پانی پت سے

حضرت مولانا حمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دہلی

یہ گنہگار (احمد علی) جو آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ جبکہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھی دہلی میں اپنے قائم کردہ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ میں مجھے اپنا قائمقام تجویز کر کے خود کابل تشریف لے گئے تھے۔

ایک دن ایک وقت

جتنے حضرات علماء کرام کی گرفتاری کا ذکر کر چکا ہوں۔ یہ سب ایک دن ایک ہی وقت میں انگریز نے ماہی گیر کی طرح جال ڈال کر گرفتار کئے تھے۔

ایک بھی کانگرسی نہیں تھا

جتنے حضرات کا سابقہ سطور میں ذکر کر چکا ہوں۔ ان میں سے یقین سے کہہ سکتا ہوں ایک بھی کانگرسی نہیں تھا۔ ان حضرت کے قلوب اسی جذبہ سے معمور تھے۔ کہ انگریز کو ہندوستان سے نکال دیا جائے۔ تاکہ یہاں پھر اسلام کی حکومت قائم کی جا سکے۔

پھر کیا ہوا

انگریز تو ان حضرات پر سازش کا کیس چلانا چاہتا تھا۔ جس کی سزا پھانسی یا کالا پانی تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ کی طاقت سب دُنیا کی سلطنتوں سے زیادہ زبردست

ہے۔ ان گرفتار شدگان میں سے بعض حضرات یقیناً اولیائے کرام تھے۔ جنہیں انگریز کے پنجہ سے چھڑا کر اپنے دین کی اشاعت کا کام لینا چاہتا تھا۔ اصلی اور اندرونی حالات تو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد واقعہ یہ ہوا کہ ان حضرات کو مختلف حوالاتوں اور جیلوں میں رکھ کر انگریز نے مختلف مقامات پر نظربند کر دیا۔ اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً رہا کر دیا۔

فقط یہی نہیں

بلکہ اور بھی بہت سے علماء کرام ہیں جو آزادیٔ ہند کے لئے عمر بھر انگریز کی بیخ کنی کے درپے رہے۔ مثلاً ان میں سے حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب۔ حاجی ترنگ زئی صاحب۔ مولانا عبد الرحیم صاحب پاپلزئی۔ مولانا عبد الرحیم صاحب لاہوری کے اسماء گرامی سُنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔

علماء کرام کا سر بلند ہے

آزادیٔ ہند کے سلسلہ میں علماء کرام کی آخری نہضت کا جو میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علماء کرام سربلند کرکے ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہندوستان کی آزادی جس کی بناء پر پاکستان بنا ہے اس کے بنانے میں ہماری قربانیوں کا حصّہ بھی ہے۔

اگر ہندو

گاندھی اور نہرو وغیرہ کی قربانیاں پیش کرے۔ تو مسلمان اس کے مقابلہ میں استاذ العلماء فخر ہند حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ۔ امام المجاہدین عمدۃ المحدثین حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم مدنی۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا عزیز گل صاحب سرحدی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسماء گرامی پیش کر سکتا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ دو جماعتوں کی قربانیوں سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے۔ ایک مقدس جماعت علماء کرام کی اور دوسرے وہ عوام جو تقسیم ملک کے وقت میں محض مسلمان ہونے کے سبب سے برباد ہوئے۔ نہ گھر گھاٹ رہا۔ نہ مال ومتاع رہا۔ نہ جانیں سلامت رہیں۔ نہ عزّت وآبرو بچی۔

پاکستان کے وارث

لہٰذا پاکستان کے اصلی وارث یہی دو قسم کے آدمی ہیں۔ اس لئے ان کی مرضی کے خلاف کوئی قانون نہیں بننا چاہئے اور نہ کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف بنا کر ان کے سر تھوپے۔

لہٰذا

حضرات علماء کرام کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر پوری کوشش کریں کہ پاکستان صحیح معنی میں پاکستان بن جائے۔

پاکستان کا مقصد مسٹر جناح کی زبانی

"ہم ہندوستان میں بسنے والی کسی قوم کے جائز مفاد کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔ لیکن خود بھی دوسروں کی غلامی کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں۔ پاکستان کے مطالبہ سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کی اکثریت کے علاقہ میں اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقعہ دیا جائے۔

اس وقت میدانِ سیاست میں ہندو مسلمان کی جنگ ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں۔ کون فتحیاب ہوگا۔ علمِ غیب خدا کو ہے۔ لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علی رؤس الاشہاد کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوہ صبر و رضا پر کاربند رہیں اور اس ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دُنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی مغلوب نہیں کر سکتا۔ ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتحیاب ہونگے۔ اور اسی طرح فتحیاب ہونگے جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران و روم کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔" ازمنشوراتِ قائدِ اعظم ص ۸۶-۸۵

دو اہم چیزیں

قائد اعظم مرحوم کے مذکورالصدر بیان میں دو اہم چیزیں ذکر کی گئی ہیں

(۱) پاکستان کے علاقہ میں اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادی کی فضا پیدا ہو جائے۔

(۲) قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنایا جائے۔

پاکستان کی چابی

جن حضرات کے ذریعہ سے پاکستان کی چابی مسلمانوں کو ملی ہے ان میں دو نام جلی حروف میں لکھے اور پیش کئے جاتے ہیں۔ پہلا قائد اعظم مسٹر جناح مرحوم سب سے پہلے گورنر جنرل۔ اور دوسرے وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں مرحوم

پاکستان بننے کے بعد

دونوں کے اعلانات

قائدِ اعظم کی تقریر

۱

"اگر مسلمانوں نے عزم و استقلال ایثار و قربانی سے کام لیا۔ اور تعلیماتِ قرآنی پر عمل کیا۔ تو ہم کامیاب و کامران ہوں گے۔"
زمیندار یکم نومبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱ و ۲

۲

پاکستان کا آئین اسلامی اصول پر مبنی ہوگا۔ (احسان ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۶

۳

جب ہمارے پاس مکمل ضابطۂ زندگی قرآن موجود ہے۔ تو پھر کسی نئے قانون کی کیوں ضرورت پڑتی۔
(آزاد ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء ص ۳)

لیاقت علی خاں صاحب مرحوم

وزیر اعظم پاکستان کا اعلان

"ہم پاکستان میں اسلامی قانون رائج کرکے رہینگے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا۔ تو ہمارے تمام دعاوی باطل ہو جائیں گے۔
آزاد ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۲

وزیر اعظم مغربی پنجاب کا اعلان

خان افتخار حسین صاحب وزیر اعظم پنجاب کا اعلان ملاحظہ ہو۔ " ہر قانون کی بنیاد

اصولِ شریعت پر ہو گی -
(زمیندار ۱۲ر جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۳)

نتیجہ

مذکور الصدر اعلانوں کا یہ نتیجہ صاف ہے۔ کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو قرآن مجید کے احکام کے مطابق دستور بنانے کا حق ہے۔ اگر اس کے خلاف بنایا جائیگا تو پاکستان سے غداری - بانیان پاکستان سے غداری مسلمانانِ پاکستان سے غدّاری اور ان وعدوں سے غداری جن کی بناء پر پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا -

مسلمانان پاکستان کا حق

پاکستان کے مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ وہ ذمہ داران حکومت سے پُر زور مطالبہ کریں - کہ مملکت خداداد پاکستان کا قانون قرآن مجید کے مطابق ہونا چاہئے۔

آپ حضرات کو تکلیف دینے کا سبب

مملکت پاکستان کے اصلی اور سچّے مسلمان خواہ عوام ہوں یا خواص وہ توسب مذکور الصدر مطالبہ سے کلیتہً متفق ہیں- اور وہ تہ دل سے چاہتے ہیں کہ پاکستان میں قرآن مجید کا قانون رائج ہو- مگر ہمارے پاکستان میں ایک بے دین اور مغربیت زدہ طبقہ ایسا بھی ہے جو اس نظریہ کا مخالف ہے- اسی لئے آپ حضرات کو دور دراز کا سفر طے کر کے ملتان میں تشریف لانے کی تکلیف دی گئی ہے -

دعوت نامہ کے الفاظ

اس مبارک اجلاس میں شرکت کے لئے جو دعوت نامہ آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا- اس کے الفاظ گوشگذار کردیتا ہوں- تاکہ جس غرض کے لئے آپ تشریف لائے ہیں وہ مستحضر ہو جا۔

" السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، جمہور المسلمین بالخصوص علماء کرام کی مساعیِ جمیلہ سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے یہ طے کر لیا- کہ پاکستان میں کوئی بھی قانون ساز ادارہ کتاب و سنۃ کے خلاف قانون بنانے کا مجاز نہ ہو گا- یہ ایک عظیم الشان فتح ہے- جس سے دیندار طبقہ ملحدین کی بے پناہ طاقت کے مقابلہ میں ہمکنار ہُوا اس پر ہم خداوند جل و علا کا بے غایات شکر ادا کرتے ہیں- اب اگرچہ کفر جہار کے نفاذ سے ملک ایک حد تک بحمد اللہ بچ گیا ہے - مگر آپ پر واضح رہے - کہ مسلمانوں کے ملک میں (جسے اسلام کے نام سے حاصل کیا گیا ہو) کفر صریح کا نفاذ فی نفسہٖ بہت مشکل امر تھا- اس کے خلاف مسلمانوں کا متحد ہو جانا اور بیک آواز اسے مسترد کر دینا ایک طبعی تقاضا تھا - اس لئے مخالفین تمام قوتوں اور مادی وسائل کے باوجود عامۃ المسلمین کے متحدہ مطالبہ کے مقابلہ میں شکست کھا گئے اور بالآخر ان کے علی الرغم یہ ملک اسلامی جمہوریہ بن کر رہا- لیکن اس پر مطمئن ہو جانا اور اسے سفر کی آخری منزل سمجھ لینا کسی طرح بھی جواز نہیں رکھتا- بلکہ اب اس وقت ایک عظیم الشان خطرہ سر پہ ہے- اور اہل بصیرت کی دُور بین نگاہیں دیکھ رہی ہیں - کہ یہ خطرہ کسی وقت بھی حقیقت بن کر خرمن مراد کو سپردِ آتش کر سکتا ہے- آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کا بیدین اور مغربیت کا شیدائی طبقہ یہ تہیّہ کر چکا ہے - کہ کتاب و سنت کے نام سے وہ سب کچھ بروئے کار لائیگا- جسے وہ لادینی ریاست بنا کر اس میں نافذ کرنے کے متمنی تھے - اور ہر قبیح سے قبیح تر اور ظلم سے بد تر ظلم نیز غیر اسلامی افکار و لادینی احساساتُ خیالات پر کتاب و سنۃ کا خوشنما جاذب- مسحور کن لیبل چسپاں کر کے اس کے عوض سادہ لوح مسلمانوں کے متاع ایمانی کو علی الاعلان لوٹا جائیگا-

جیسا کہ قبل از وقت آپ یتیم پوتے کی وراثت کے بل اور شادی کمیشن کی رپورٹ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں - جس میں برخود غلط مقلدین یورپ نے (جو کتاب و سنت کے ابجد سے بھی واقف نہ تھے) مجتہدین اسلام بن کر ایسے ایسے مسائل کا استنباط فرمایا ہے- کہ فطرت سلیمہ انکے سننے سے اباء کرتی ہے - اب اگر علماء کرام حاملین کتاب و سنت کنج عافیت میں بیٹھ کر تماشا دیکھتے رہے - اور خدانخواستہ اپنی ذمہ داری کے احساس سے غافل ہو کر میدان حزب مخالف کے لئے خالی چھوڑ گئے- اور عامۃ المسلمین کی رہنمائی کے اہم فریضہ سے پہلوتہی کر گئے- تو واللہ العظیم اس ملک میں اسلام کے نام سے جو کفر نافذ ہو گا - اس میں بلا واسطہ نہ سہی- بالواسطہ وہ بھی مجرم ہونگے اور خدائے واحد قہار کی گرفت سے بچ نہ سکینگے

(اعاذنا اللہ و ایاکم من غضب اللہ)

اللہ تعالےٰ کی امداد

حضرات- آپ کو معلوم ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے دین کی مدد کریگا اللہ تعالےٰ کی امداد اس کے ساتھ ہوگی- اللہ تعالےٰ کی امداد کا نتیجہ یہ نکلے گا- کہ سوائے مغربیت زدہ ایک قلیل جماعت کے مسلمانوں کی اکثریت آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گی- وما ذٰلک علی اللہ بعزیز-

شکریہ

حضرات علماء کرام - آپ حضرات ہماری دعوت کو قبول فرما کر دور و دراز سے سفر کی تکلیف برداشت کر کے ملتان میں تشریف فرما ہوئے ہیں- میں تمام اراکینِ مجلس استقبالیہ کی طرف سے آپ کا "شکریہ" ادا کرتا ہوں -

معافی

اور آپ کے قیام و طعام وغیرہ خدمات میں جو کوتاہیاں ہماری مجلس کی طرف سے ہوئی ہوں - ان کے متعلق سب شرکاء کار کی طرف سے معافی کی درخواست کرتا ہوں- آپ کے اخلاق سے مجھے یقین ہے کہ آپ معاف فرما دینگے - و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مجلسِ ذکر

مرتبہ حاجی مدثری عبدالرحمٰن خان صاحب

منعقدہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

دُنیا کے غموں سے پیچھا چھڑانے کا نسخہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

امابعد:- میری معروضات کا عنوان ہے۔ "دنیا کے غموں سے پیچھا چھڑانے کا نسخہ" اس سے پہلے میں کسی مجلس میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ انسان دنیا میں فطرۃ سلیمہ خدا داد اور مادر زاد لے کر آتا ہے۔ یعنی انسان بننے کی صلاحیت مادر زاد ہوتی ہے۔ انسان بننے کے لئے مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ یہ شکل میں انسان ہوتا ہے۔ حقیقت میں انسان نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں انبیاء علیہم السلام کی تعداد ۱۲۴۰۰۰ بتلائی گئی ہے یہ سب حضرات انسان کی تربیت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا۔ کہ یہ حضرات انسان گر ہوتے ہیں۔ انسان بننے کی استعداد خدا داد مادر زاد ہوتی ہے۔ صحیح معنوں میں انسان بنانے کے لئے اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتے رہے۔ اس مقدس گروہ کی آخری کڑی لیکن سب کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے۔ اَنَا سَیِّدُ وُلۡدِ اٰدَمَ

انسان دنیا میں جب آتا ہے۔ تو مصیبتوں کے نرغہ میں پھنس جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے

دریں دنیا کسے بے غم نباشد
اگر باشد بنی آدم نباشد

یہاں انسان پر غموں کا ہجوم ہوتا ہے اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ جس کام کے لیے دنیا میں آیا تھا۔ وہی بھول جاتا ہے وہ کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ پھر ایک انسان ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے طرح طرح کے غم ہوتے ہیں۔ ان سب غموں سے نجات پانے کا نسخہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں بیان فرمایا ہے۔

مَنۡ جَعَلَ الۡهُمُوۡمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنۡیَاہُ ؟

ترجمہ:- جس شخص نے سب غموں کی بجائے ایک غم آخرت کا لگا لیا۔ اللہ اس کے دنیا کے غم سے (چھڑانے کیلئے) کافی ہو گا۔ یعنی اس کی دنیاوی ضرورتیں اپنے فضل سے پوری فرمائے گا۔ اور یہ ان سے بے فکر ہو جائے گا

اس قسم کے انسان کو یہی فکر لگی رہیگی کہ خدا کرے میں آخرۃ میں کامیاب ہو جاؤں اس دنیا میں ایک سال کی محنت ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو سمجھدار طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔

بعض طالب علم اپنی کتابیں اور آرام کرسی بادامی باغ اور شاہدرہ لے جاتے ہیں۔ تاکہ

علیحدہ بیٹھ کر دل لگا کر پڑھ سکیں - ان کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے بعض غیور اور حساس طبیعتیں برداشت نہیں کرتیں اور فیل ہونے پر خود کشی کر لیتی ہیں چہ جائیکہ ۵۰ عمر سال کے امتحان میں فیل ہونے کا غم ہو یہ غم جن کو لگ جاتا ہے - باقی سب غم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوتے ہیں - جس طرح تعلیم کے دوران میں ایک طالب علم امتحان میں کامیابی کو مقصد نمبر اول بناتا ہے - باقی حوائج انسانی کو یا تو نظر انداز کر دیتا ہے یا ان کو نمبر ۲، ۳ اور ۴ بناتا ہے - یہاں سال کے بعد ہونے والے امتحانات میں تو کمپارٹمنٹ ہوتا ہے - مگر امتحان عمری میں کوئی کمپارٹمنٹ نہیں - یا جنت یا جہنم اصحاب الاعراف کے متعلق بعض حضرات کی رائے ہے - کہ یہ وہ لوگ ہونگے - جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی - اس کی کئی توجیہات کرتے ہیں - بعض کی رائے ہے - کہ یہ انبیاء علیہم السلام ہیں - ضروری نہیں کہ اصحاب الاعراف گنہگار ہی ہوں - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے -

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۙ وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ ۙ نَارٌ حَامِيَةٌ (سورہ القارعۃ پ ۳۰)

ترجمہ - اور جس کے اعمال (نیک)
تول میں کم ہونگے تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا
اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ کیا چیز ہے وہ دھکتی ہوئی آگ ہے

اس ارشاد باری تعالیٰ سے ثابت ہوتا ہے - کہ نیکیاں کم ہوں گی - تو جہنم میں بھیج دیں گے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غموں سے نجات کا نسخہ بیان فرما رہے ہیں -

ہمارے ہاں ایک فقرہ مشہور ہے -

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ -

ترجمہ - جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ
اس کا ہو جاتا ہے - اللہ تعالیٰ جس کا
ہو جاتا ہے - اس کے دنیا کے سارے
غم اپنے پیٹے ڈال لیتا ہے)

لیکن یاد رکھئے - کہ ع گفتن و کردن فرقے دارد - کیا اس حدیث کے پڑھنے سے سارے غم دور ہو جاتے ہیں، اگر کیمیاگر کا نسخہ بتا بھی دے - تو کیا ہر شخص کیمیا بنا سکتا ہے، ہرگز نہیں - جب تک مدت مدید تک کیمیا گر کی صحبت میں رہ کر کیمیا بنانا نہ سیکھے گا - نہیں بنا سکے گا - ہدایت کا نسخہ قرآن مجید ہی ہے - اس کے متعلق فرماتے ہیں -

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ الآیۃ

(سورہ الاعراف رکوع ۱ پ ۸)

ترجمہ :- جو چیز تمہارے رب
کی طرف سے - تم پر اتری ہے
اس کا اتباع کرو -

نسخہ یہی ہے - لیکن پھر بھی فرماتے ہیں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیۃ (سورہ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ :- البتہ تمہارے لئے
رسول اللہ میں اچھا نمونہ
ہے -

یہ قال حال نہیں بنتا - جب تک کسی صاحب حال سے وابستہ نہ ہو - یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں آتی ہے - جو ہمارے ہاں میٹرک کے درجہ کی کتاب ہے - سب اس کو پڑھ کر آتے ہیں - لیکن حال صاحب حال سے آتا ہے -

ڈاکٹر سر اقبال مرحوم فرماتے ہیں - ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اسی کو فارسی میں کسی نے یوں بیان کیا ہے،

آنچہ از دل مے خیزد - بر دل می ریزد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو بالکل ٹھیک ہے - صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشھدین - ہمارا اللہ تعالیٰ بھی سچا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی سچے ہیں لیکن کیا سارے دستار فضیلت بندھوانے کے بعد اس حدیث کے عامل ہو جاتے ہیں - نسخہ ٹھیک ہے - لیکن جب تک کامل سے عقیدت - ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ تعلق نہ ہوگا - یہ قال حال نہیں بنتا - بعض صوفیاء کرام کہتے ہیں - کہ شیخ کامل معشوق اور طالب صادق عاشق ہوتا ہے - یہ نسل آرہی ہے -

اب میں عام فہم الفاظ میں عرض کرتا ہوں - جب لڑکی جوان ہو جاتی ہے - تو اللہ والے اس کو امانت سمجھتے ہیں - اگر دیندار داماد مل گیا - تو نکاح کر کے اس کے ساتھ رخصت کر دیتے ہیں - وہ غم نہیں لگاتے - دنیا دار غم لگا لیتے ہیں - وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے جہیز کی تیاری شروع کر دیتے ہیں - کیونکہ ۲۱ تیور اور ۲۱ بیور تیار کرتے ہیں - سرگودھا کی طرف تو ۲۱ گائے - ۲۱ بھینس - ۲۱ لحاف - ۲۱ تلائی - اور ۲۱ چارپائیاں بھی دیتے ہیں - یہ درد سر نہیں تو اور کیا ہے

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہیئے
اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

بیٹے کے لئے وری اور بیٹی کے لئے جہیز کی فکر ہوتی ہے - ادھر بھی ناک کٹنے کا ڈر ہوتا ہے اور ادھر بھی -

جب تک صاحب حال کا دامنگیر نہ ہو ان باتوں کا پتہ بھی نہیں لگتا - ع - بے سیوہ زمیوہ رنگ گیرد

جب خدا کو راضی کرنے کا غم لگ جاتا ہے - پھر رات دن یہی فکر رہتی ہے - پھر اللہ ہو زیادہ کریں گے - تو اس ارشاد باری کے تحت غم دور ہو جائیں گے - اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ الرعد رکوع ۴ پ ۱۳)

ترجمہ :- خبردار اللہ کی یاد ہی سے
دل تسکین پاتے ہیں -

اور جو اس نسخہ سے بے خبر ہیں - ان پر پنجابی کی یہ ضرب المثل صادق آتی ہے - بڑا سداون بڑا دکھ پاون - بڑا بننے کے لئے بڑے ساز و سامان جمع کرنے پڑتے ہیں - پھر یہ ہوگا ع - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی - زمینداروں سے پوچھئے - پہلے ایک مربع حاصل کرنے کے لئے کتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے - پٹواری - قانونگو - نائب تحصیلدار - تحصیلدار - مال افسر اور ڈپٹی کمشنر کی کتنی خوشامد کرنی پڑتی ہے - ملنے کے بعد پھر اس کو آباد کرنے کی فکر لگ جاتی ہے - پہلے پانی چاہیے - پھر مزارعین چاہئیں مزارعین کے سر پہ ڈنڈا لے کر کھڑا ہونا پڑیگا کھیتی خصماں سیتی - ایک مزارعہ آکر کہتا ہے - میرے پاس ایک بیل ہے - آپ دوسرا دیجئے اس کی قیمت میرے حصہ میں سے کاٹ لیجئے گا دوسرا آتا ہے - میرے پاس بیلوں کی جوڑی تو ہے - مگر میرے پاس ان کو کھانے کے لئے چارہ نہیں ہے -

ہادی مل جائے - تو وہ سکھلائے گا - کہ بیٹا - نظر بر قدم - سفر در وطن - خلوت در انجمن ہوش در دم - کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر نہ نکلے - کوئی قدم زمین پر اللہ کی یاد کے سوا نہ پڑے - وطن بیٹھے ہوئے یوں سمجھو کہ بارگاہ الٰہی کی طرف قدم بڑھائے جا رہے ہیں بظاہر سب کے ساتھ رہو مگر دل صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہو - یہ سبق پکا ہو جائے گا - تو دل اسباب دنیا کی طرف متوجہ نہ ہوگا - تاجر پیشہ یہ سمجھتے ہیں - کہ دوکان میں زیادہ مال ہوگا - تو چین نصیب ہوگا - آپ کو یاد ہوگا تقسیم سے پہلے جب کپڑے کے بھاؤ یک لخت گر گئے تھے - تو امرت سر کے کپڑے کے کئی بیوپاریوں نے خود کشی کر لی تھی -

پہلے انبیاء علیہم السلام اس قال کا حال بنانے کے لئے تشریف لاتے تھے - اب حضور کے بعد نبی تو کوئی نہ آئے گا - اب اللہ والے آئیں گے - ان کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہوگا اس قسم کے تربیت یافتہ لوگ جب دنیا سے

رخصت ہوتے ہیں۔ تو ان کے پاس ملائکہ عظام اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ پیغام لاتے ہیں یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ (سورہ فجر رکوع ۱ پ ۳۰)

ترجمہ:۔ (ارشاد ہوگا) اے اطمینان والی روح اپنے رب کی طرف لوٹ چل

دنیادار سمجھتے ہیں۔ کہ اسباب دنیوی کی بہتات سے غم دور ہوں گے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ اسباب دنیوی کی بہتات سے غم دور نہیں ہوں گے۔ بلکہ زیادہ ہوں گے۔ اللہ والے یاد الٰہی میں خود مست رہتے ہیں جو آتا ہے۔ اس کو اللہ کا نام سکھا دیتے ہیں۔ پھر ان کے پاس رزق چاروں طرف سے آتا ہے۔ وہ قال اللہ وقال الرسولؐ کا حال بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس لائن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اس طرف آیئے پھر یہ رنگ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اس قسم کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں۔ وہ اسلام کے حال کے نمونے ہوتے ہیں۔ اگر اس قسم کے نمونے نہ ہوتے۔ تو ہم کہاں سے دکھلاتے۔ اس صورت میں اسلام فیل ہوجاتا اب ہم نمونے دکھلا سکتے ہیں۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک زمیندار ۵۰۰ روپیہ کی تھیلی لایا۔ اور ان کے حضور میں پیش کرکے عرض کی۔ کہ حضرت! آپ کا بڑا خرچ ہے۔ میں آپ کی مدد کے لئے لایا ہوں۔ حضرتؒ عالم بھی تھے۔ بگڑ گئے اور فرمایا لے جاؤ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ مجھے اللہ کی مدد کافی ہے۔ اس کے بعد اس نے بہت منت خوشامد کی اور معافی بھی مانگی۔ مگر حضرتؒ نے ایک دھیلہ بھی نہ رکھا۔ اللہ والوں کا بھروسہ دولت پر نہیں اللہ تعالےٰ پر ہوتا ہے۔ سندھی میں ایک ضرب المثل ہے۔ کہ جس چوہے کا گھر خراس میں ہو۔ اس کو باہر سے اناج لانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ والوں کا بھروسہ چونکہ اللہ تعالےٰ پر ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو غیر اللہ کی امداد کی ضرورت نہیں رہتی۔

اللہ تعالےٰ نے مجھے اور آپ کو حضورؐ کے بتلائے ہوئے اس نسخہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننے کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ شاہِ فارس کسریٰ اور شاہِ روم قیصر اور شاہِ حبشہ نجاشی کو خطوط لکھوائیں (اور ان کو اسلام کی دعوت دیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ حکمران لوگ مہر کے بغیر خطوط کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی جو چاندی کی انگوٹھی تھی، اس میں نقش تھا: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ (صحیح مسلم)

سونے کی انگوٹھی پہننا مرد کے لیے جائز نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ: تم میں سے کسی کسی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی خواہش سے دوزخ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو کسی نے ان سے کہا (جن کی انگوٹھی تھی) کہ اپنی انگوٹھی اُٹھا لو اور اپنے کام میں لے آؤ۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا تو اب کبھی میں اس کو نہیں اٹھاؤں گا۔ صحیح مسلم

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۷ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق یکم نومبر سنہ ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مرشدنا و مخدومنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :۔

اما بعد یہ اجتماع در اصل ان احباب کے لئے ہوتا ہے جو اپنی اصلاح حال کرنا چاہتے ہیں۔ میری آج کی معروضات کا عنوان ہے :۔

"کامل کی صحبت کے بغیر اصلاح حال نا ممکن ہے۔ الّا ماشاء اللہ"

اس سے پہلے میں کسی مجلس میں عرض کر چکا ہوں کہ اصلاح کی دو قسمیں ہیں :۔ (۱) اصلاح قال۔ (۲) اصلاح حال :۔ یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ تعلیم قدیم ہو یا جدید۔ اس سے اصلاح قال تو ہو جاتی ہے۔ مگر اصلاح حال نہ علماء کی ہوتی ہے اور نہ بی اے۔ اور ایم اے کی۔

آج میں دوسرے نقطۂ نظر سے اصلاح کی تین قسمیں کرتا ہوں۔ ۱۔ اصلاح قال۔ ۲۔ اصلاح اعضاء عربی میں اعضاء کو جوارح کہتے ہیں۔ ۳۔ اصلاح قلب۔

کامل کی صحبت کے بغیر تینوں قسم کی اصلاح نہیں ہوتی ——— اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں کی اصلاح بھی اس فن کے کامل کی صحبت کے بغیر نہیں ہوتی۔ مثلاً بڑھئی ہاتھ کی اصلاح کرکے اپنے شاگرد کو لکڑی کے کام کا ماہر بنا دیتا ہے۔ سائیکل کا کامل پاؤں کی اصلاح کر دیتا ہے تو شاگرد کو سائیکل چلانی آ جاتی ہے۔ کاتب اپنے شاگرد کو سکھاتا ہے۔ کہ انگلیوں سے گھیرا کس طرح موٹا یا باریک کیا جائے کہ دو ج کو باریک پھر موٹا اور پھر باریک کرنا سکھاتا ہے۔ ہر فن کے کامل کی صحبت ممتدہ سے قال اور اعضاء کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اصلاح قلب کے لئے بھی کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ بعض مقرر خوب بولتے ہیں۔ انتخابات کے دوران میں اسٹیج پر آ کر اسلام کی خوبیوں پر خوب تقریر کریں گے۔ یہ قال ہے جو صاحب قال سے سیکھا ہے۔ مگر گھر میں دیکھا جائے تو نہ نماز نہ مصلّٰی۔ گویا عمل میں اتنے کورے کہ اسلام کی جو عملی بنیاد ہے۔ یعنی نماز اس کے بھی پابند نہیں ہیں۔ کتابت میں بعض اشخاص کا تین ماہ اور بعض کا چھ ماہ ہاتھ ہی نہیں سیدھا ہوتا ہے۔ اتنا عرصہ حروف مفردہ میں ہی گزر جاتا ہے۔

عربی میں کہا کرتے ہیں۔ لکل فن رجال (ہر فن کے لئے کامل کی ضرورت ہوتی ہے) جب تک کسی فن کے کامل کی صحبت میں اس فن کا طالب نہ بیٹھے۔ اس کی اصلاح نہ ہوگی۔ اصلاح قلب کے لئے بھی اس فن کے کامل کی ضرورت ہے۔ اعضاء کے متعلق فنون نہیں آتے۔ جبتک کہ آٹھ دس سال کامل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اصلاح قلب کے لئے بھی کامل کی صحبت ممتدہ کی ضرورت ہے۔ قلب کی اصلاح پر دنیا کی بہتری اور آخرت کی نجات کا مدار ہے۔ کامل کی صحبت ممتدہ کے بغیر اصلاح قلب نہ دنیا دار کی ہوتی ہے اور نہ علماء کی۔ دل بادشاہ ہے اور دماغ وزیر ہے اور اعضاء اس کی فوج ہیں۔ بادشاہ کی اصلاح ہو جائے تو رعایا خود بخود درست ہو جاتی ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (ترجمہ۔ بے شک (انسان کے) جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے۔ تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے) دل میں صالح خیالات آئیں گے تو سارا وجود صالح ہوگا۔ اگر دل میں فاسد خیالات پیدا ہوں گے تو سارا وجود ہی فاسد ہوگا۔

اصلاح قلب اس شخص کی صحبت میں ہوتی ہے۔ جس کا اپنا قلب اصلاح شدہ ہو۔ اصلاح قلب کے لئے پہلی شرط ہے اخلاص۔ اگر اس شخص میں اخلاص نہیں تو اس کی صحبت سے مستفیض ہونے والوں میں کبھی اخلاص نہ ہوگا۔ انگریزی دانوں کو تو جانے دیجئے۔ وہ تو اخلاص کے لفظ سے ہی ناآشنا ہیں۔ علماء میں بھی بہت کم اخلاص ہوتا ہے۔ میں اکثر یہ سوال کیا کرتا ہوں کہ کسی اسکول کا ٹیچر یا ہیڈ ماسٹر۔ کسی کالج کا پروفیسر یا پرنسپل ایسا بتلایئے۔ جس نے یہ اعلان کر رکھا ہو کہ وہ غیر مستطیع مسلمانوں کے بچوں کو مفت تعلیم دے گا۔ مگر آج تک مجھے ایک کا نام بھی نہیں بتلایا گیا۔ علماء کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی انگریزی دانوں کی طرح سودے کرتے ہیں۔ آج ہی ایک عالم نے مجھے بتلایا کہ وہ درس بھی دیتے ہیں۔ امامت بھی کرتے ہیں۔ مگر محلہ والے میری ضروریات کی بھی کفالت نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ تنہا ہیں۔ محلہ کافی بڑا ہے۔ اور لوگ متمول ہیں۔ ان کا تعلق باللہ درست ہوتا تو میرے پاس شکایت نہ کرتے ع

دوستاں را کجا کنی محروم
توکہ با دشمناں نظر داری

اللہ تعالیٰ جب اپنے دشمنوں کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے۔ تو اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کو کس طرح نظرانداز کر سکتا ہے۔

اخلاص کے معنی ہیں کہ اے اللہ! تیرے لئے ہے اور غیر کے لئے نہیں ہے جب تک غیر اللہ کی نفی نہ ہو اخلاص نہیں آتا۔ یہ پہلا سنگِ بنیاد ہے۔ اخلاص کے متعلق اللہ تعالےٰ کے ارشادات ملاحظہ ہوں

۱۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (سورہ الزمر رکوع ۱ پ ۲۳) (ترجمہ۔ پس آپ خالص اللہ تعالےٰ ہی کی فرمانبرداری مدِ نظر رکھ کر اسی کی عبادت کریں)۔

(۲) اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (سورہ الزمر رکوع ۱ پ ۲۳) (ترجمہ۔ خبردار۔ خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لئے ہے)

(۳) قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ (سورۃ الزمر رکوع ۲ پ ۲۳) (ترجمہ۔ ان سے فرما دیجئے میں اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں)

دنیا دار کو کھرے اور کھوٹے کے پرکھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تو اللہ کا نام بتلانا ہے۔ ہندو۔ سکھ۔ کوئی آئے۔ تقسیم سے پہلے میرے

درس میں ہندو بھی آیا کرتے تھے۔ سی آئی ڈی والے بھی آتے ہیں۔ ایک شاہ صاحب جو شیعہ ہیں اور وکیل ہیں۔ کافی مدت تک درس میں آتے رہے۔ یہ خانۂ خدا ہے کوئی اللہ تعالےٰ کا بندہ آئے۔ ہم نے تو اس کو اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم پرکھیں کہ یہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ آپ کو ضرورت ہے آپ دن بھر خورده فروش کی چیزوں پرکھ کر خریدتے ہیں۔ دنیا کے معاملہ میں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا چار کی چار آنکھیں ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں یہ چنٹ اندھا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں بڑی سہل انگاری سے کام لیتا ہے۔ جو لٹیں بڑھا کر آ جائے۔ وہ سائیں جی کہلاتا ہے۔ خواہ اندر پورا شیطان ہو۔ اور مرد و عورتوں کا اس کے گرد ہر وقت میلہ لگا رہتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ ہوا۔ اسی قسم کے ایک سائیں صاحب شیخوپورہ میں بھی نمودار ہوئے تھے بڑے بڑے افسر اس کے معتقد ہو گئے تھے۔ بعد میں وہ ایک عورت کو اغوا کرکے بھاگ گیا تھا۔ کسی نے اس قسم کے لوگوں کے متعلق کہا ہے۔ ع

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

قلب کی اصلاح نہ ہوئی تو دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد ہو جائے گی۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اصلاح قلب کے لئے پہلی شرط اخلاص ہے۔ اخلاص صاحب اخلاص کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ اس کے ساتھ کنکشن ہو جائے۔ جن کو کامل اور صاحب اخلاص کی صحبت نصیب نہیں ہوتی۔ وہ علماء بھی سودے بازی کرتے ہیں۔ میں بمبئی ایک ہی دفعہ گیا ہوں۔ وہاں ایک سیٹھ صاحب نے مجھے بتلایا کہ تبلیغ کے لئے ہم جن علماء کو بلاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر سودے بازی کرتے ہیں۔ اخلاص پر ہر عبادت کی قبولیت کا مدار ہے۔ جس عالم دین کے اندر اخلاص نہیں۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علماً مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ یعنی ریحھا (رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ)۔ (ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اس علم کو سیکھا۔ جس سے خدا کی خوشنودی طلب کی جاتی ہے۔ لیکن اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس سے دنیا کی متاع کو حاصل کرے تو قیامت کے دن اس کو جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی) ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن ایک شہید کو بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ اس سے پوچھیں گے کہ میرے لئے کیا کرکے آئے ہو۔ وہ عرض کرے گا۔ اے اللہ! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ تم نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے۔ فَقَدْ قِيْلَ (پس تحقیق تمہیں کہہ دیا گیا) تمہاری مراد پوری ہو گئی۔ لہٰذا جاؤ جہنم میں۔ اسی طرح ایک سخی اور عالم سے کہا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ تینوں کے دل کی نیت کھوٹی تھی اور اصلاح قلب نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا کار آمد ہوا نہ سخاوت اور نہ علم دین کی خدمت کام آئی۔ سلطنت انسانی کا بادشاہ دل ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح پر ساری سلطنت کی اصلاح کا مدار ہے۔ ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

بشرطیکہ لینے والے اور دینے والے دونوں میں صلاحیت ہو تو رنگ چڑھتا ہے ہر پیغمبر قابل ہی ہوتا ہے۔

کافر کہتے ہیں۔ لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (سورۃ الزخرف رکوع ۳ پ ۲۵) (ترجمہ۔ کیوں یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی سردار پر نازل نہیں کیا گیا۔)

اللہ تعالےٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ سورۃ الانعام۔ رکوع ۱۵ پ ۸) (ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے)۔

یعنی ہر نبی لائق ہی ہوتا ہے۔ نالائق کو اللہ تعالےٰ نے کبھی نبی نہیں بنایا۔ اس کے باوجود حضورؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بعض انبیاء علیہم السلام ایسے ہونگے کہ ان کا ایک بھی اُمتی نہ ہوگا۔ بعض کے ایک اُمتی۔ بعض کے دو۔ سب نبی لائق ہی ہوتے ہیں۔ مگر اُمتیں نالائق تھیں۔

اللہ والے خدمت دین کا اجر لینا تو درکنار۔ وہ تو یہ شرط کرتے ہیں کہ نہیں لیں گے۔ وہ تو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ہماری طبیعت میں اخلاص ہے۔ تو ہمارے ایک ایک منٹ کی قیمت بارگاہ الٰہی سے ملے گی۔ اور ہم ہر صورت میں کامیاب ہیں۔ خواہ ایک شخص کی بھی اصلاح نہ ہو۔ ان پر اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوگی جو دنیا میں سکونِ قلب اور آخرت میں نجات کا سبب بنے گی۔ دنیا دار اگر ان کو مربعے بھی دے دیں گے۔ تو وہ بالکل بیکار ہوں گے۔ کیونکہ وہ مرنے کے بعد یہیں رہ جائیں گے۔

میں الّا ماشاء اللہ اس لئے کہہ گیا ہوں کہ بعض مادر زاد ولی ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کاندھلہ جہاں کے حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور رہنے والے ہیں۔ میں ایک نہ ایک مادرزاد ولی ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ورد وظائف کے لئے عرض کیا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ محدث فاضل اجل اور باطن کے کامل تھے۔ اس سے فرمایا۔ تیرے جیسوں کے لئے ورد و وظائف حرام ہیں۔ تمہیں ان کی ضرورت نہیں۔ وہ یہ ہر شخص سے تھوڑا فرماتے تھے۔ کسی نے کہا ہے ع

ولی را ولی مے شناسد

(ولی کو ولی پہچانتا ہے) وہ خود کامل تھے اس کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ ولی ہے۔ یہ علم غیب نہیں ہے۔ طبیب حاذق مریض کی شکل دیکھ کر اس کی مرض بتلاتا ہے۔ بھیرہ کے ایک حکیم صاحب کے متعلق سُنا ہے کہ اگر مریض اپنا حال بتلائے تو وہ ناراض ہوتے تھے۔ خود ہی مرض بتلاتے اور خود ہی اس کے اسباب بھی بتلاتے۔ کیا یہ علم غیب ہے؟ ہرگز نہیں۔ انگریز نے تو ہماری طب کو تباہ کر دیا۔ تقسیم سے پہلے دفتر کے بعد ہندو۔ سکھ۔ مسلمان سب طبیہ کالج میں داخل ہو کر حکیم حاذق کی سند حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ کیا خاک تشخیص مرض کریں گے

ع　مدّتہا باید کہ تا خوں شیر شود

علم غیب اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ کیونکہ وہ ہر حال میں بلا حیلہ اور بلا وسیلہ سب کچھ جانتا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

جوتا پہننے کے بارے میں ہدایات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے ایک سفر پر روانہ ہو رہے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ ہدایت دے رہے تھے کہ: لوگو! جوتیاں زیادہ لے لو، کیوں کہ آدمی جب تک پاؤں میں جوتا پہنے رہتا ہے تو وہ سوار کی طرح رہتا ہے۔ صحیح مسلم

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے)

کامل وہی ہو سکتا ہے۔ جس نے مدت مدید تک بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کرائی ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کتابوں کے حوالہ سے اپنے رسالہ پیر و مرید کے فرائض میں لکھا ہے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کسی شخص کی سفارش کرنے پیر پگاڑو کے پاس گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو تین مرتبہ فرمایا کہ اس مظلوم کی داد رسی کر دو۔ اس نے کہا کہ بہت اچھا میں کروں گا لیکن فوراً کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غصہ میں اس سے فرمایا کہ تم پیر صاحب کے پیشاب کے بیٹے ہو اور میں ان کے سینہ کا بیٹا ہوں۔ تم نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ اللہ والوں کے ہاں دنیا کے مفاد پیش نظر نہیں ہوتے۔ جبتک یہ رنگ پیدا نہ ہو۔ اصلاح نہیں ہوتی۔ اکبر اللہ آبادی کا ایک شعر ہے۔ فرماتے ہیں

ع سب کو یہ مسلم ہے کہ معبود وہی ہے
کم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے

یہ ہے اخلاص۔

آخر میں ضمیمہ عرض کرتا ہوں کہ اپنے اندر استعداد ہو تو کامل کی صحبت میں فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت شرط ہے۔ ورنہ ع

زمین شور سنبل بر نیارد

بعض زمینیں بیج کو ہی کھا جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اصلاح قلب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۴- ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۸- نومبر ۱۹۵۶ء

(اس عنوان کے متعلق ہم نے گزشتہ اشاعت میں اعلان کیا تھا- کہ حضرت مولانا مدظلہ العالی کی لاہور سے غیر حاضری کے باعث اس ہفتہ یہ عنوان پیشِ خدمت نہیں کیا جائے گا- لیکن آپ نے سفر میں ہی اس عنوان کے ماتحت سطور ذیل تحریر فرما کر ارسال فرما دیئے جو اس عنوان کے ماتحت ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں- مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعض بیماریاں مرنے سے ختم ہو جاتی ہیں اور بعض مرنے کے بعد بھی ساتھ جاتی ہیں

جسمانی بیماریوں میں سے سب سے بڑی خطرناک بیماری دق کی ہے وہ بھی انسان کے مرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے- روحانی بیماریاں بھی بہت ہیں- ان کی دو قسمیں ہیں- ایک وہ جن کا مریض ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا ان بیماریوں کے مریضوں کے لئے نہ شفاعت ہے اور نہ نجات ہے- اور وہ تین ہیں- ۱- شرک -۲- کفر -۳- نفاق اعتقادی- دوسری قسم کی بیماریاں ایسی ہیں جن کے مریض دوزخ میں جائیں گے- بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل کر دیئے جائیں گے- وہ بھی بہت ہیں- بطور مثال عرض کرتا ہوں- کبر- عُجب- حسد- اگر ان بیماریوں کے مریضوں کے دلوں میں ایمان ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئیں گے- میرا فرض ہے کہ اپنی جماعت کو ان روحانی امراض کی اطلاع دوں- تاکہ اللہ تعالےٰ انہیں شفایاب ہو کر دُنیا سے رخصت ہونے کی توفیق دے- مَیں ان امراض کے کتاب وسُنّت سے حوالہ جات نہیں نقل کروں گا- کیونکہ میرے احباب میں سے بالخصوص وہ جماعت جن کا اس گنہگار پر اعتماد ہے- جانتی ہے کہ جو بات کہتا ہے وہ ذمہ داری سے کہتا ہے- اسی لئے اُنہوں نے میرے ساتھ بیعت کا تعلق قائم کیا ہُوا ہے- اور یہ مجلس ذکر دراصل انہیں احباب کے لئے تجویز شدہ ہے-

وہ مہلک بیماریاں جن کے مریض کے لئے شفاعت نہیں

۱- شرک

شرک یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے وہی تعلق رکھے جو فقط اللہ تعالےٰ ہی سے رکھنا چاہیئے تھا- اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو خالق جانے یا کسی کو اس جہان کا مالک مانے- یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا مانے- یا مشکل کشا مانے- یا کسی کو اولاد دینے والا جانے- یا رزق میں تنگی اور کشادگی کرنے والا مانے- یا کسی کے آگے سجدہ کرے-

۲- کفر

کفر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہونے کے بعد ماننے سے انکار کرے-

۳- نفاق اعتقادی

اعتقادی منافق وہ ہے جو بظاہر اسلام کا قائل ہو اور دل میں مخالف اسلام ہو- ایسے لوگوں کے کلمہ طیبہ پر بھی اعتماد نہیں ہو سکتا- چنانچہ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورہ المنٰفقون میں پایا جاتا ہے-

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ

(سورہ المنٰفقون رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ- جب منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں- کہ بیشک آپؐ اللہ کے رسول ہیں (اللہ تعالےٰ فرماتا ہے) اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے بے شک منافق البتہ جھوٹ بولنے والے ہیں-

نتیجہ

یہ نکلا کہ جب تک انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا یقین نہ ہو اس وقت تک زبان سے کلمہ پڑھ لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا-

وہ مہلک بیماریاں جن کے مریض کے لئے شفاعت بھی ہے اور نجات بھی

۱- حسد

حدیث شریف میں ہے (ان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب)

ترجمہ- بیشک حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے-

حسد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی انسان پر کوئی احسان فرمائے اور اُسے کوئی نعمت عطا فرمائے- حاسد اس اللہ تعالیٰ کی اس داد [illegible] وتاب کھا رہا ہے- کہ ہائے! یہ نعمت اس کو کیوں دی گئی ہے- دراصل حاسد اللہ تعالےٰ پر معترض ہے کہ اے اللہ! تُونے یہ نعمت اس کو کیوں دی- مجھے دینی چاہیئے تھی- پھر یہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے- کہ کسی طرح یہ نعمت اس سے چھن جائے- اور مجھے مل جائے- مثلاً سرکاری ملازموں میں سے افسروں نے ایک ملازم کو ترقی دیدی ہے- اب حاسد اس کے خلاف گمنام رپورٹیں لکھ رہا ہے تاکہ افسروں کی نظر میں وہ شخص گر جائے اور اس کی ترقی واپس ہو جائے- یا مثلاً کسی شخص کو اللہ تعالےٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے- بعض حاسد عورتیں ٹونے ٹانے کرنے والے بے دین تعویذ نویسوں سے ایسے ٹونے کراتی ہیں- جن سے ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ

دوسری عورت کا بیٹا مرجائے۔ اور اس کے ہاں ہو جائے۔ مذکور الصدر حدیث شریف کی بناء پر جب حاسد کی نیکیاں تباہ و برباد ہوگئی ہیں تو اس کا ٹھکانا دوزخ کے سوا اور کہاں ہوگا؟ ہاں اگر دل میں ایمان ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے بالآخر دوزخ سے نکل آئیگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے قابیل حسد کا مریض تھا۔ جس نے اپنے بھائی کو حسد سے قتل کیا تھا۔

۲۔ کبر

کبر بھی ایک مہلک بیماری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی معنی خود بیان فرمائی ہے (بطر الحق وغمط الناس) (ترجمہ۔ سچی بات ماننے سے انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا) اور یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جس شخص کے دل میں کبر ہوگا۔ وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ یعنی پہلے پہل نہیں جائے گا۔ پہلے تو دوزخ ہی میں جائیگا۔ اگر دل میں ایمان ہوگا تو بالآخر رحمۃ للعالمین کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئیگا اور اگر ایمان بھی نہیں ہے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیگا۔ جس طرح فرعون کبر کا مریض ہے۔ حضرت موسیٰ جو اولوالعزم پیغمبر ہیں انہیں ذلیل خیال کرتا ہے اور خود اپنے اندر ایمان بھی نہیں ہے اس لئے دوزخ سے کبھی بھی نہیں نکلے گا۔

۳۔ عجب

عجب بھی ایک روحانی مہلک بیماری ہے۔ قارون اس عجب کی بیماری کا مریض ہے۔ عجب کا مطلب یہ ہے۔ کہ انسان کو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جو نعمتیں نصیب ہوتی ہیں انہیں اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان نہ جانے۔ بلکہ اپنی محنت اور کوشش کا نتیجہ خیال کرے۔ مثلاً ایک طالب علم امتحان میں کامیاب ہونے پر یہ خیال کرتا ہے۔ کہ اگرچہ میں نے کامیابی کے لئے محنت تو کی تھی مگر کامیابی محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہوئی ہے۔ ورنہ کئی قابل اور محنتی طالب علم بھی امتحان میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ الحمد للہ۔ یہ طالب علم عجب (خود پسندی) کے مرض کا مریض نہیں ہے اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا طالب علم اپنی کامیابی کو اپنی محنت اور کوشش کا نتیجہ خیال کرے۔ مثلاً

ایک طالب علم امتحان میں کامیاب ہونے پر یہ خیال کرتا ہے کہ اگرچہ میں نے کامیابی کے لئے محنت تو کی تھی مگر کامیابی محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہوئی ہے ورنہ کئی قابل اور محنتی طالب علم بھی امتحان میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ الحمد للہ۔ یہ طالب علم عجب (خود پسندی) کے مرض کا مریض نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا طالب علم اپنی کامیابی کو اپنی محنت اور کوشش کا نتیجہ خیال کرتا ہے۔ یہ طالب علم اپنی زندگی کی ہر کامیابی کو اپنی محنت اور کوشش کا نتیجہ خیال کرتا ہے۔ اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ کی رحمت سے دور۔ اس کے بعد دور تر۔ اس کے بعد دور ترین ہو جائے گا۔ آپ خود خیال کریں۔ جو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دور ترین ہوگا۔ مرنے کے بعد اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا؟

امراض روحانی کے معالج

طب یونانی کے اطبا جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو ٹائیٹل پیج پر لکھتے ہیں۔ "لکل داء دواءٌ"

ترجمہ۔ ہر بیماری کا علاج ہوسکتا ہے

اسی طرح امراض روحانی کا علاج بھی بفضلہٖ تعالےٰ ہوسکتا ہے۔ ان امراض روحانی کے معالج صوفیائے عظام ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی کھرا اور سچا باخدا اللہ تعالےٰ کا بندہ مل جائے۔ کھرے صوفی کے لئے پہلی شرط اتباع کتاب وسنّت ہے۔ جو کتاب و سنّت کا متبع نہ ہو وہ خواہ آسمان پر اُڑتا ہوا آئے لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے۔ اور قبلۂ عالم کہلائے۔ اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اور اگر غلطی سے ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔

مونچھیں کترواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مونچھوں کو خوب باریک کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔ صحیح بخاری

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۵۶ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْد میری آج کی تقریر کا عنوان ہے :-

نیکیوں کو کھا جانے والے دو بھیڑیے

۱- ریاء ۲- سمعہ
(غیر اللہ کو دکھلانا) (غیر اللہ کو سنانا)

اللہ تعالےٰ نے اس جہان میں جتنی چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ سب ایک دوسرے کی دشمن ہیں۔ پانی آگ کا دشمن۔ آگ لکڑی کی دشمن۔ بکری سبز پتوں کی دشمن۔ بھیڑیا بکری کا دشمن۔ سانپ اور بچھو انسان کے دشمن دونوں چاہتے ہیں کہ انسان دنیا سے رخصت ہو جائے۔ کہاں انسان کا قد و قامت اور کہاں بچھو لیکن یہ انسان اتنا کو اتنا تڑپاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ جس طرح انسان کے جسمانی دشمن ہیں۔ اسی طرح اس کے روحانی دشمن بھی ہیں۔ جو نیکیوں کو کھا جاتے ہیں

اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ نیکی قبول ہوتی ہے جس میں اخلاص ہو۔ اخلاص کے معنی ہیں کہ یہ کام اللہ کے لئے ہے۔ اور غیر اللہ کے لئے نہیں ہے۔ غیر اللہ کا نہ دکھلانا نہ سنانا۔ اور نہ غیر اللہ سے واہ واہ کرانا پیش نظر ہو۔ غیر اللہ کی نفی ضروری ہے۔ مثلاً ایک شخص مسجد محض اللہ کے واسطے بناتا ہے۔ اس میں وراثت نہیں چلیگی۔ مگر شیطان لعین دل میں خیال لائیگا۔ کہ لوگ کہیں گے۔ فلاں شخص نے بہت خوبصورت مسجد بنائی ہے۔ اگر تربیت یافتہ ہوگا۔ تو اس خیال کو رد کردیگا۔ اگر رد نہ کیا۔ تو شیطان اتنی بڑی نیکی کے کام کو ضائع کر دیگا۔ ہادی جب تک تنبیہ نہ کرے۔ تو شیطان لعین نیکی کو نہیں بچنے دیتا۔

ہادی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دروازہ کے غلام اور مضل شیطان کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔ وہ نیکی کی طرف اور یہ برائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ دونوں آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک آرہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

بھیڑیا اگر بکری کو پھاڑ جائے۔ تو وہ ہمارے کام کی نہیں رہتی۔ اسی طرح ریاء اور سمعہ نیکی کو باقی نہیں رہنے دیتے۔

شیطان لعین ضرور غیر اللہ کا خیال لاتا ہے۔ اگر تربیت یافتہ ہوگا۔ تو اس خیال کو رد کریگا ورنہ وہ نیکی کو نہیں بچنے دیگا۔ انگریزی حال کالج میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور ہوسٹل میں رہتے ہیں۔ بی۔ اے اور ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد نوکر ہو جاتے ہیں دین کی سمجھ ہوتی نہیں اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ اِس لئے ان میں سے بعض کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے کے موقعہ پہ اتوار کے اس اجلاس میں چندہ دیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ مجمع ہو اور بھرے اجلاس میں ان کے چندے کا اعلان ہو۔ پانچ سو میاں صاحب نے اپنی طرف سے دیا۔ تالیاں بجیں۔ دو سو بیگم صاحبہ کی طرف سے دیا پھر تالیاں بجیں۔ سو سو دو صاحبزادوں کی طرف سے۔ سو چھوٹی اور سو بڑی بہو کی طرف سے دیا۔ ہر اعلان پر تالیاں بجیں۔ میاں صاحب کے دل میں شیطان لعین یہ خیال لائے گا۔ کہ لوگ کہیں گے ایں ہمہ خانہ آفتاب است۔ لوگوں کے دلوں میں ہماری عزت ہوگی۔ وہ کہیں گے۔ کہ یہ بڑے اسلام پرست ہیں۔ اگر نیت یہ ہے۔ جو میں عرض کر گیا ہوں۔ تو سب برباد۔ جو کچھ دیا خدا واسطے دیا۔ واپس نہیں لینا۔ مگر سب کچھ ضائع گیا۔ کیونکہ خلق اللہ کو دکھانا اور ان سے شاباش لینا بھی پیش نظر ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے دن اعلان ہوگا۔ کہ جس نے جس کے لئے دنیا میں کام کیا تھا۔ اس سے جا کر اجر لے لے۔ مگر وہاں سوائے اللہ تعالےٰ کی ذات کے کوئی نہ ہوگا۔

فطرتِ سلیمہ کے تقاضے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: یہ پانچ چیزیں انسان کی فطرتِ سلیمہ کے تقاضے اور دینِ فطرت کے خاص احکام ہیں۔ ختنہ، زیر ناف بالوں کی صفائی، مونچھیں تراشنا، ناخن لینا اور بغل کے بال لینا۔ صحیح بخاری

منافقین کے متعلق اللہ تعالٰے فرماتے ہیں۔
وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورہ النساء رکوع ۲۱ پ ۵)
ترجمہ۔ اور (منافق) جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔) یہ وہی ریاء کی روحانی بیماری ہے منافقین نماز میں اس لئے شامل ہوتے تھے۔ کہ لوگ ان کو دیکھیں کہ یہ بھی نمازی ہیں۔ دوسری جگہ منافقین کی سمعہ کی بیماری کا ذکر فرماتے ہیں۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ط (سورہ المائدہ رکوع نمبر ۶ پ ۶) (ترجمہ: جھوٹ بولنے کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔ وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں۔ جو آپ تک نہیں آئی) وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی اصلاح کے لئے نہیں آتے تھے۔ بلکہ یہود کی سی۔ آئی۔ ڈی بن کر ان کی جاسوسی کرنے آتے تھے۔ اپنی اصلاح کے لئے حضورؐ کے ارشادات نہیں سنتے تھے۔ بلکہ یہود کو رپورٹیں پہنچانے کے لئے۔

ان دونوں روحانی بیماریوں کا ذکر حدیث شریف میں بھی آتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ایک باب باب الریاء والسمعۃ ہی ہے۔ اس باب کی چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

عن محمود بن لبید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا یا رسول اللہ وما الشرک الاصغر قال الریاء رواہ احمد

محمود بن لبید کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں۔ وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے فرمایا ریاء۔

عن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتذاکر المسیح الدجال وقال الا اخبرکم بما ھو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال فقلنا بلٰی یا رسول اللہ قال الشرک الخفی ان یقوم الرجل فیصلی فیزید صلوتہ لما یری من نظر رجل رواہ ابن ماجۃ

ابی سعیدؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم مسیح و دجال کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اور فرمایا۔ خبردار! کیا تم کو ایک اور بات (بتاؤں)۔ جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہؐ! آپ نے فرمایا۔ (وہ خطرناک چیز) شرکِ خفی ہے۔ آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور نماز پڑھتا ہے۔ اور زیادتی کرتا ہے (یعنی لمبی نماز پڑھتا ہے) محض اس لئے کہ کوئی شخص اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہو۔

عن عبد اللہ بن عمروؓ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سمع الناس بعملہ سمع اللہ بہ اسامع خلقہ وحقرہ وصغرہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان

عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو شخص اپنے عمل کو مشہور کرے خداوند تعالٰے اس کے ریاء کے عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دیگا اور اُسے ذلیل و رسوا کرے گا۔

عن شداد بن اوس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن تصدق یرائی فقد اشرک رواہ احمدؒ

شداد بن اوسؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس شخص نے دکھلانے کے لئے نماز پڑھی۔ اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھلانے کو روزہ رکھا۔ اس نے بھی شرک کیا۔ اور جس نے دکھلانے کے لئے خیرات کی اس نے بھی شرک کیا —

نماز اللہ کی رضا کے لئے پڑھنی چاہئے۔ لیکن لاہور میں مجھے ایسے واقعات معلوم ہیں کہ لڑکی کے والدین نے رشتہ اس لئے دینے سے انکار کر دیا۔ کہ لڑکا نہ نماز کا پابند ہے، اور نہ داڑھی رکھتا ہے۔ لڑکے کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے داڑھی بھی رکھ لی اور نماز بھی شروع کر دی۔ جس مسجد میں لڑکی کا باپ نماز پڑھتا تھا۔ اس میں نماز پڑھنے لگا۔ جب شادی ہوگئی۔ تو نہ نماز رہی اور نہ داڑھی۔ عربی میں کہتے ہیں۔ اذا فات الشرط فات المشروط (ترجمہ۔ جب شرط ختم ہوگئی۔ تو مشروط بھی ختم ہوگیا) بعض لوگ گھر میں نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن سفر میں لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز بھی ادا کرتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں۔ یہ ریاء ہے۔ اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو ان دونوں بھیڑیوں سے بچائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اگر ہادی تنبیہ نہ کرے۔ تو یہ دونوں بھیڑیئے نیکیوں کو کھا جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ اس آیت کی زد میں آتے ہیں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ (سورۃ کہف رکوع ۱۲ پ ۱۶) ترجمہ:

فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتاؤں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں۔ وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں کھوئی گئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔)

ہم اس جہان میں کمانے کے لئے آئے ہیں کمانا کیا ہے؟ نیکیاں۔ جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اس جہان میں نیکیوں کے تو انبار لگا دیئے۔ مگر چونکہ ہادی کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے شیطان نے سب نیکیاں ضائع کر دیں۔ تربیت نہ ہو تو نہ حج نہ نماز نہ روزہ اور نہ زکوٰۃ بچینگے ریاء اور سمعہ کے علاوہ نیکیوں کو برباد کرنے والے اور سبب بھی ہو سکتے ہیں۔ تربیت یافتہ حضرات کا ذکر اس آیت میں آتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۲۴ پ ۹) (ترجمہ) بے شک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں۔ جب کوئی اُنہیں کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے۔ تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔) نیکی کے کام میں شیطان غیر اللہ کا خیال لاتا ہے۔ مثلاً سویرے مسجد میں آئے۔ تو یہ خیال لائے گا۔ کہ امام صاحب کہیں گے کہ فلاں شخص بڑا نیک ہے۔ بڑی سویرے مسجد میں آجاتا ہے۔ ہر دم۔ ہر آن۔ ہر کام میں خیال لاتا ہے۔ اگر تربیت یافتہ ہے تو شیطان کے وار کو اخلاص کی ڈھال پر روک لے گا۔

ہمارے قادری خاندان میں یہ مشق کرائی جاتی ہے۔ کہ تحت الثریٰ سے عرش معلی تک اللہ تعالٰے کے سوا کوئی نہیں۔ اللہ تعالٰے کی صفات سبع کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ لا بصیر الا اللہ۔ لا کلیم الا اللہ۔ لا سمیع الا اللہ۔ لا حی الا اللہ۔ لا قدیر الا اللہ لا مرید الا اللہ۔ لا علیم الا اللہ۔ یہ مشقیں اس لئے کرائی جاتی ہیں کہ ہستی فنا ہوجائے۔

جاہلوں اور انگریزی دانوں کو تو جانے دیجئے۔ وہ تو ان باتوں سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ مدارسِ عربیہ کے فارغ التحصیل علماء میں بھی یہ رنگ نہیں ہوتا۔ جس طرح مسافر خیبر میل میں راتوں رات لاہور سے چل کر راولپنڈی پہنچ جاتے ہیں۔ اور راستہ میں راوی چناب۔ جہلم سب عبور کر جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلتا۔ کہ کب یہ دریا گذر گئے۔ اسی طرح

(بقیہ بچوں کا صفحہ ۱۵ سے آگے)

بال صاف ستھرے اور سلیقے سے رکھیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص کے بال ہوں اس کو چاہیے کہ وہ ان بالوں کا اکرام کرے۔ (بالوں کا اکرام یہ ہے کہ ان کو دھویا جائے، حسب ضرورت تیل لگایا جائے، ان میں کنگھی بھی کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل بھی یہی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سر پر بال رکھتے تھے جو کبھی کانوں تک اور کبھی کانوں کے نیچے تک رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اہتمام سے دھوتے بھی تھے، ان میں تیل بھی لگاتے تھے، کنگھی بھی فرماتے تھے۔) سنن ابوداؤد

سر کے کچھ بال مونڈ دینا اور کچھ چھوڑ دینا جائز نہیں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قزع سے منع فرماتے تھے۔ راوی سے پوچھا گیا کہ قزع کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کے کچھ حصہ کے بال مونڈ دیئے جائیں اور کچھ حصہ کے چھوڑ دیئے جائیں۔ صحیح بخاری

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۷ سے آگے)

مدارس عربیہ میں علمائے کرام ان چیزوں سے عبور کر جاتے ہیں۔ مگر اصلاح حال نہیں ہوتی۔ انگریزی دان ۱۴ سال باپ کی کمائی کھا کر بی اے کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔ طلبائے مدارس عربیہ ۱۴ سال تعلیم پا کر دستارِ فضیلت بندھوا کر آتے ہیں۔ لیکن اصلاح حال نہ ان کی ہوتی ہے۔ نہ ان کی یعنی امراض روحانی سے نہ وہ شفا پاتے ہیں۔ اور نہ یہ شیطان لعین قدم قدم پر ریا دلاتا ہے۔ اس لئے ہر وقت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے مشین گنیں لگی ہوتی ہیں۔ تاکہ دشمن کے مقابلہ میں ان سے کام لیا جائے۔ اسی طرح شیطان کے مقابلہ کے لئے بھی ہر وقت اخلاص کی مشین گن تیار رکھنی پڑتی ہے۔ یہ بھی ایک درجہ ہے۔
اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ریاء اور سمعہ دونوں بھیڑیوں سے اپنی نیکیوں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۵۶ء عیسوی

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

انسان کی اصلاح اصلاحِ قلب پر موقوف ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ــــــ اما بعد

یہ مجلس اللہ اللہ کرنے والے احباب کے لئے ہے جو اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ کسی کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ فرما دے۔ اور یہ نصب العین بن جائے۔ کسی کا نصب العین بی اے۔ اور ایم۔ اے۔ کر کے محکمہ تعلیم کی ملازمت ہے۔ کسی کا فوج میں افسر بننا نصب العین ہے۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ان کا مقصد گلبرگ میں کوٹھی بنانا ہوتا ہے۔ ان کو خدا یاد ہی نہیں ہوتا۔

اکبر الہ آبادی مرحوم خوب فرما گئے ہیں۔

کیا کہوں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے، نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

اگر اصلاح اس جہان میں ہو جائے تو بہتر ورنہ اللہ تعالےٰ کے ہاں روحانی امراض کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔ میو ہسپتال کی طرح اس میں مختلف وارڈ ہیں۔ امراض روحانی کا علم علماء کی صحبت میں ہوتا ہے اور ان سے قنغا صوفیاء کرام کی صحبت میں ہوتی ہے۔ میرے دو مربی ہیں ۱۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ ۔۲۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ ۔ دونوں سے میں نے کسی کتاب کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا۔ دونوں کے دروازہ کی گدائی کی۔ جو کچھ ملا وہ دیا اللہ تعالےٰ نے۔ لیکن ذریعہ وہ حضرات بنے۔ بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے سلسلہ عالیہ دیوبندیہ میں اکثر حضرات جامع چلے آ رہے ہیں۔ اب حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی سلمہ اللہ جامع ہیں۔ وہ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہیں۔ لیکن اے پنجابیو! تم میں سے اندھے ہیں۔ جنہوں نے ان کو نہیں

دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی دن دیکھ لیا تھا۔ ابوجہل تیرہ سال تک نہ دیکھ سکا۔ بلکہ اس دید سے محروم دنیا سے گیا۔ اللہ تعالےٰ تمہیں وہ آنکھیں عطا فرمائے۔ جن سے تم مولانا حسین احمد صاحب مدنی کو دیکھ سکو۔ آمین یا الہ العالمین۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اندھے سارے بینا کوئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ بینا سارے اندھا کوئی۔ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے تو باطن کی بینائی حاصل ہوتی ہے۔ پھر انسانوں میں سے کوئی سؤر۔ کوئی کتا۔ کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔

اس قسم کے دو حضرات سے مجھے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان میں سے ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ دوسرے زندہ ہیں۔ دونوں نے مجھے بتلایا کہ ان کو کوئی سؤر کوئی کتا۔ کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ جس کو ہم انسان سمجھتے ہیں۔ یہ انسانیت کا سائنز ہے۔ انسانیت اگر آئے گی تو اسی میں آئے گی۔ انبیاء علیہم السلام انسان بناتے ہیں۔ انسان کی اصلاح کے معنی ہیں کہ خدا اس سے راضی ہو جائے۔ انسان کی اصلاح اس کے قلب کی اصلاح پر موقوف ہے۔ اصلاح شدہ قلب کے متعلق قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ (سورہ الشعراء رکوع ۵ پ ۱۹)

(ترجمہ۔ جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی۔ مگر جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا)

حقیقی محبت سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی سے نہ ہو نہ بیوی سے نہ اولاد سے۔ نہ جائداد سے نہ برادری سے اور نہ سوائے خدا کے کسی کا ڈر ہو۔ یہ قلب سلیم ہے۔

یہ ہے۔

اصلاح قلب

یہ تو قرآن مجید تھا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی سنئے:-

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ (رواہ ابوداؤد)

(ترجمہ۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے محبت رکھی تو اللہ کے لئے اور دشمنی رکھی تو اللہ کے لئے اور دیا تو اللہ کے لئے اور دینے سے ہاتھ روکا تو اللہ کے لئے۔ پس تحقیق اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔)

ع۔ تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

خدا کی رضا کے لئے مفید ہے تو غیروں سے بھی دوستی رکھے۔ لیکن اگر خدا کی رضا کے منافی ہو تو اپنے باپ۔ اولاد بھائی اور برادری سے بھی دوستی نہ رکھے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ الآیہ (سورہ المجادلہ رکوع ۳ ۔ پ ۲۸)

(ترجمہ۔ آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں۔ گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔)

خدا کی محبت میں رخنہ انداز نہ ہو تو ہم باپ۔ اولاد۔ بھائی اور برادری سب سے دوستی رکھیں گے۔ اگر ان کی دوستی اللہ کی محبت میں رخنہ انداز ہوگی تو ہم سب کو کاٹ کر پھینک دیں گے۔ پنجابی اکثر کہا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب بات تو ٹھیک کہتے ہیں۔ پر ہم نے کہیں سے رشتہ

لینا ہوا اور کہیں دینا ہوا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ "پیر" کفر ہے۔ ان کی اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے۔ یہ بد نصیب مسلمان ہیں جن کو کوئی ہادی نہیں ملا۔

یہ یاد رکھئے کہ جو لڑکی ہماری تقدیر میں لکھی ہے۔ اس کو کوئی دوسرا نہیں لے جا سکتا۔ وہ ہمارے گھر آ کر رہے گی۔ خواہ اس کے والدین رشتہ دینے سے انکار ہی کریں اور جو لڑکی ہماری تقدیر میں نہیں ہے۔ وہ ہمارے گھر آ ہی نہیں سکتی۔ خواہ ہم لاکھ جتن کریں۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ اصلاح کا مدار اصلاح قلب پر ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو

ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ۔ الا وھی القلب

ترجمہ:۔ بے شک انسان کے جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار اور وہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے)

دل ہادی کی صحبت میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔ قاعدہ بغدادی بھی نہیں آتا ــــ جب تک اُستاد سے نہ پڑھا جائے۔ دل کی اصلاح کے معنی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی پرواہ نہ ہو۔ بے دین برادری اکثر یہ دھمکی دیتی ہے کہ اگر باجے نہ بجائے تو ہم جنازہ کو کندھا نہ دیں گے۔ اگر تربیت یافتہ ہے تو وہ جواب دے گا کہ خدا کرے تم جیسے بے دین میرے جنازہ کو کندھا نہ ہی دیں۔ جنازہ دفن کرانا ہمارا کام ہے۔ کیا لاوارث جنازوں کو کارپوریشن کا عملہ دفن نہیں کرتا۔ تم تو ریاکار ہو اور دکھلاوے کے لئے کندھا دیتے ہو۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو وہ اپنے نیک بندے یا فرشتے بھجوا دے گا۔ ہم فقط اللہ تعالےٰ کے ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے ساتھ رہ سکے۔ ہم اس کے ساتھ نباہینگے۔ جو اس تعلق میں خلل انداز ہوگا۔ ہم اس کی پرواہ نہ کریں گے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بیوی بچے۔ بہن۔ بھائی سب طمع کے یار ہیں اسی طرح مرد بھی طمع کے یار ہیں۔ مرد کو بیوی وہ پیاری لگتی ہے جو بھنگن کا کام بھی کرے۔ دھوبن۔ درزن اور باورچن بھی ہو۔ بے طمع کا یار آسمان پر اللہ تعالیٰ اور زمین پر رحمۃ للعلمین ہیں۔ یا پھر اللہ والوں کو بے طمع کا یار دیکھا۔

میں نے اپنے دونوں مریبوں کو کبھی ایک پیسہ بھی نذرانہ نہیں دیا تھا۔ اس وقت اتنی وسعت ہی نہیں تھی۔ جب اللہ تعالیٰ بیس یا پچیس روپیہ کہیں سے دلوا دیتے۔ کچھ بیوی بچوں کو دے دیتا اور کچھ راستہ کا خرچ رکھ لیتا۔ باقی ریل کا کرایہ ادا کر کے ان کے حضور میں پہنچ جاتا۔ مجھے دونوں حضرات سے عشق تھا۔ اور ان کو مجھ سے بے حد محبت تھی۔ جب میں حاضر خدمت ہوتا تو حضرت امروہی رحمۃ اللہ علیہ پھولے نہ سماتے۔ سب سے فرماتے میرا بیٹا آ گیا۔ ہماری اماں کو کہلا بھیجتے کہ احمد علی آیا ہے۔ اس کے لئے گیہوں کی روٹی شہد اور مکھن بھیجو۔ کیونکہ ان کے ہاں اکثر جوار کی روٹی پکتی تھی۔ کھانا کھلانے کے بعد فرماتے۔ بیٹا! تھکے ہوگے اب سو رہو۔ پھر باتیں کریں گے۔

اصلاح قلب کے معنی عرض کر چکا ہوں۔ اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی اصلاح قلب فرمائے۔ آمین یا الہ العلمین۔ اصلاح قلب قیامت کے دن کام آئے گی۔ اس دن نہ مال اور نہ اولاد کام آئے گی۔

ع دلا تو سیم تعلق نہ مرغ آبی جہ
اگرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

یہ نظارہ سمندر میں دیکھنے میں آتا ہے ایک پرندہ پانی کی سطح پر بیٹھا ہوا ہے ایک موج آتی ہے اور اس کے اوپر سے گزر جاتی ہے۔ اسی طرح دوسری تیسری موج گزر جاتی ہے۔ مگر وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ جب اُڑنا چاہتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پروں کو پانی لگا ہی نہیں۔ مسلمان کو اس طرح دنیا میں زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔ کہ سب میں رہے۔ مگر سب کو غیر سمجھے۔ دلی تعلق فقط اللہ تعالےٰ سے ہو۔

ع گفتن و کردن فرقے دارد

جو کچھ اصلاح قلب کے متعلق میں عرض کر گیا ہوں یہ تو قال ہے۔ اس کو حال بنانے کے لئے کسی صاحب حال کی ممتد صحبت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اسکو اپنا حال بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العلمین۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ یہ کسی کا حال ہو جائے۔ اس پر استقامت یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اس لئے اللہ والے فرمایا کرتے ہیں

اطلبوا الاستقامۃ ولا تطلبوا الکرامۃ فان الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔

ترجمہ (اللہ تعالےٰ سے) استقامت کی دعا کرو۔ کرامت نہ مانگو۔ استقامت کرامت سے بالاتر ہے) کرامت۔ صاحب کرامت کے اختیار میں نہیں ہوتی استقامت صاحب استقامت کو دے دی جاتی ہے۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۲۵-ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۹-نومبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للّٰہ وَکَفٰی و سلام وعلیٰ عبادہ الذین اصطفٰی . . . . . . اما بعد

عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنے دروازہ پر کچھ سیکھنے کے لئے لاتا ہے اور اس گنہگار کو سامنے بٹھلا کر کچھ کہلاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مَیں اپنے آپ کو آپ سب سے زیادہ گنہگار سمجھتا ہوں۔ آپ دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ میرے گناہ معاف فرمائے۔ آپ سب کو یاد ہوگا کہ مَیں یہ فقرہ کہا کرتا ہوں اُوۡصِیۡ نَفۡسِیۡ اَوَّلاً وَّ اِیَّاکُمۡ بَعۡدَہٗ

(ترجمہ - مَیں اپنے نفس کو پہلے
اور آپ کو بعد میں سمجھاتا ہوں)

میرے ذمہ یہ ہے کہ مَیں آپ سے کچھ عرض کروں - مَیں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں۔ اگر آپ اسے گوشِ دل سے سُنیں گے۔ لوحِ دل پر لکھ کر لے جائیں گے - اور عمل میں لائیں گے - تو مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو جائے گا - اور آپ کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے گی -

میری آج کی معروضات کا عنوان ہے

"مسلمانوں کو صحت جسمانی کے علاوہ صحت روحانی کی بھی ضرورت ہے۔"

صحت جسمانی کے تو سب خواہاں ہیں - ہندو - سکھ - عیسائی - یہودی اور پارسی غرضیکہ سارا جہان صحت جسمانی چاہتا ہے سچّی صحت روحانی کا قانون فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے پاس ہے لیکن افسوس صد افسوس - اس کا خیال حضورؐ کی اُمّت کو بھی بہت کم ہے - ۷۳ فرقوں میں سے صرف ما انا علیہ و اصحابی والے ایک فرقہ کو اس کا خیال ہے - اے مسلمان ! تمہیں تو دونوں قسم کی صحت کی ضرورت ہے - جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ تمہیں تو کلمہ کے اقرار کی برکت سے رُوحانی صحت کی بھی ضرورت ہے - غیر مسلموں کو تو صرف جسمانی صحت کی ضرورت ہے - ان کو تو اعلےٰ درجہ کی سواری - مکان اور لباس چاہیئے - کھانا بھی اعلےٰ قسم کا ہو - غرضیکہ وہ چاہتے ہیں کہ ساری دولت ان کے ہاں ہی سمٹ کر آ جائے - وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے - اے مسلمان! جب تُو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ پڑھتا ہے تو تیرے ذمّہ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اتّباع کرنا لازمی ہو جاتا ہے - اگرچہ اللہ تعالےٰ ہرجائی ہے - لیکن وہ علی العرش استوی ہے - زمین پر اللہ تعالےٰ کے نمائندے حضورؐ ہیں - اِس لئے آپؐ کی تابعداری اللہ کی تابعداری ہے - قرآن مجید میں فرماتے ہیں - وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (سورہ النساء رکوع ۹ پ۵)

(ترجمہ - اور ہم نے کبھی کوئی
رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے
کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری
کی جائے)

کیونکہ حضورؐ دین کے معاملہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے - جو کچھ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے القاء ہوتا ہے - وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی ؕ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی

(سورہ النجم رکوع ۳ پارہ ۲۷)

(ترجمہ - اور نہ وہ اپنی خواہش
سے کچھ کہتے ہیں - یہ تو وحی ہے
جو ان پر آتی ہے)

اس لئے حضورؐ کا ارشاد اللہ تعالےٰ کا فرمان ہوگا -

انگریز کے زمانہ میں لندن سے اعزازی القاب آیا کرتے تھے - اگر کوئی مسلمان دل کھول کر سرکار کی خدمت کرتا تھا تو اس کو "خان صاحب" کا لقب عطا ہوتا تھا - پھر دل کھول کر خدمت کی تو "خان بہادر" بنا دیا - پھر دل کھول کر خدمت کی تو "سر" بنا دیا - اسی طرح ہندو کو "رائے صاحب" اور "رائے بہادر" سکھ کو "سردار صاحب" اور "سردار بہادر" بنا دیتا تھا - شاہ لنڈن کو کیا پتہ تھا کہ کون حکومت کی خدمت کرتا ہے - ضلعے کا ڈپٹی کمشنر لکھتا تھا تو وہاں سے القاب آ جاتے تھے - حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالےٰ کے زمین پر نمائندہ ہیں - جس سے آپ راضی اس سے اللہ تعالےٰ راضی - جس سے آپؐ ناراض اس سے اللہ تعالےٰ ناراض -

اے مسلمان ! تجھے صحتِ جسمانی کی بھی ضرورت ہے - تاکہ تو اندھا نہ ہو بینا ہو - بہرہ نہ ہو تیری قوّتِ شنوائی ٹھیک ہو - لنگڑا نہ ہو پاؤں سلامت ہوں - غرضیکہ تمام اعضاء درست ہوں تاکہ دین و دُنیا کے کام بخوبی سر انجام دے سکے - لیکن صحت جسمانی سے زیادہ مسلمان کو صحت روحانی کی ضرورت ہے - اکثریت کو جسمانی صحت ہی پیشِ نظر ہے - روحانی صحت کا خیال ہی نہیں - انگریز مسلمان کو پاگل بنا گیا ہے - پاگل کو پاگل کہہ کر دیکھیئے - وہ آپ کو - آپ کے باپ کو اور آپ کے دادا کو پاگل بنا کر دم لے گا - یہ پڑھے لکھے جن اور روحانی پاگل ہیں - جو اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں - اگر کوئی ان کی بے دینی پر ان کو تنبیہ کرے تو اس سے لڑتے اور اُلٹا گالیاں دیتے ہیں - یہ انگریز کی پیدا کردہ نسل ہے - جہاں انگریز کا اثر نہیں پہنچا تھا - وہاں کے لوگوں کو نماز کے لئے کہا جائے تو وہ شرمائیں گے اپنی کمزوری کا اقرار کریں گے - اور کہیں گے کہ دُعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے - اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی صحت جسمانی اور صحت روحانی دونوں درست فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

جسم مٹی سے بنا ہے اس کی غذا زمین سے پیدا ہوتی ہے - روح عالمِ ملکوت سے آئی ہے - عالم ملکوت کے رہنے والوں کی غذا ذکرِ الٰہی ہے - وہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں - اس لئے رُوح کی غذا بھی ذکرِ الٰہی ہے -

وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا ○

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پ۱۵

(ترجمہ- اور یہ لوگ آپ سے
روح کے متعلق سوال کرتے ہیں
کہہ دیجئے رُوح میرے رب کے
حکم سے ہے- اور تمہیں جو علم
دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے)

جب روح کو عالمِ ملکوت سے لاکر اس پنجرہ میں قید کیا گیا تو اللہ تعالےٰ کی ربوبیت نے تقاضا کیا کہ اس کو یہاں عالم ملکوت کی غذا بہم پہنچائی جائے۔ یہ قاعدہ ہے کہ بادشاہ جب کسی جانور کو قید کرکے لاتے ہیں تو اس کو اپنے موطن اصلی میں جو غذا ملتی تھی، وُہی قید خانہ میں بھی دیتے ہیں- چڑیا گھر میں شیر کو بارہ بھینے گوشت - طوطے کو میوہ جات اور بارہ سنگھے کو گھاس کھلاتے ہیں - کچھ دن ہُوئے میرا چھوٹا لڑکا مولوی حمید اللہ مجھے چڑیا گھر لے گیا - وہاں مَیں نے دیکھا کہ ایک جگہ بڑے بڑے سانپ (اژدہا) ہیں - وہ سوئے ہوئے تھے اور پاس چوہے پھدک رہے تھے یہ ان کی غذا ہے - وہ جب اُٹھیں گے تو چوہے کھالیں گے۔

انسان چونکہ جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے- اس لئے صحت مند انسان کو دونوں قسم کی غذاؤں کی ضرورت ہے- جسمانی صحت کی علامت یہ ہے کہ جسم کو کھانے پینے کی چیزوں کی اشتہا پیدا ہو- کھانے کے بعد غذا ہضم ہو جائے- اسی طرح روحانی صحت کی علامت یہ ہے کہ رُوح کو ذکرِ الٰہی کی اشتہا ہو- اور ذکر کے بعد طبیعت میں سرور پیدا ہو + مؤذّن جب نماز کے لئے حی الصلوٰۃ کہہ کر بُلاتا ہے- اگر مسلمان خوشی سے آتا ہے تو سمجھا جائیگا کہ اس کی روحانی صحت بحال ہے- دوکاندار ہے تو دوکان کے آگے کپڑا تان دے گا- سرکاری ملازم ہے تو کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوگا- نماز میں آنے والوں کو کیا ملیگا؟ فلاح کا تمغہ ملے گا- حی علی الفلاح - اگر کھانے پینے کی چیزوں کی اشتہا نہ ہو- اور کچھ کھائے تو ہضم نہ ہو- تو کہا جائیگا کہ جسمانی صحت بگڑی ہوئی ہے-اسی طرح اگر رُوح کو ذکرِ الٰہی کی اشتہا نہ ہو تو کہا جائیگا کہ روحانی صحت بگڑی ہوئی ہے- اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی دونوں صحتیں درست فرمائے- آمین یا الٰہ العالمین

دونوں قسم کی صحتیں اگر بگڑ جائیں تو دونوں کی بحالی کے اسباب ہیں- جسمانی صحت میں موت کا تو کوئی علاج نہیں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جب تک سانس تب تک آس - موت کے سوا ہر بیماری سے شفا کی امید رہتی ہے اور آخری دم تک علاج کیا جاتا ہے- روحانیت میں بھی یہی ہے- اگر ملعون نہیں ہُوا تو ہادی کے علاج سے رُوحانی امراض سے شفا ہو جائے گی- مسلمان کی موجودہ بے دینی میں ستر فیصدی حرام اور مشتبہ مال کا دخل ہے- جس کی آمدنی حرام کی ہے- اس کے بیوی بچّوں کو اوّل تو عبادت کی توفیق نہ ہوگی اگر کرینگے تو قبول نہ ہوگی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں -اِنَّ اللہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا-

(ترجمہ- بے شک اللہ تعالیٰ پاک
ہے نہیں قبول کرتا مگر پاک
چیز کو)

حرام اور مشتبہ مال کھانے والوں کو نماز کی توفیق نہیں ہوتی - اگر کوئی زبردستی لے آئے یا شرم کے مارے آ جائیں تو نماز میں نہ دل لگتا ہے اور نہ لذّت آتی ہے- بے دینی کا بیس فیصدی سبب نااہلوں کی صحبت ہے - دیندار مسلمانوں کے بچّے دسویں جماعت تک ٹھیک رہتے ہیں - دسویں جماعت میں گئے- ادھر جوانی کا بھوت سر پر سوار ہُوا - نااہلوں کی صحبت میں گئے اور آوارہ ہو گئے- دس فیصدی سبب بے دینوں کے ہاتھ سے ملوث ہوکر کھانے پینے کی چیزوں کا آنا ہے-

میرا دل چاہتا تھا کہ لاہور سے کچھ فاصلہ پر ایک تربیت گاہ بنائی جائے- جس کے چاروں طرف قد آدم دیوار ہو اس دیوار میں فقط ایک دروازہ ہو- اندر رہنے کے کمرے ہوں - جو احباب اپنی تربیت کرانا چاہیں ان کو اس میں رکھا جائے - ان کے کھانے کے لئے ٹسٹ کرکے گندم اندر بھیجی جائے- وہ ۲۴ گھنٹے باوضو رہیں - اپنے ہاتھ سے گندم کو چکی میں پیسیں - اندر خود ہی سبزی بوٹیں، میں وقتاً فوقتاً جاکر ان کو ذکرِ الٰہی کا پروگرام بتلا آؤں وہ اس کو نبھائیں - اس طرح ۲۱ دن تک خالص حلال اور طیّب رزق ان کو کھلایا جائے- اور ذکرِ الٰہی کرایا جائے- تو مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ وہ ان کو نورِ باطن نصیب فرمائے گا- پھر عبادت میں وہ لذّت نصیب ہوگی کہ اس کے مقابلہ میں دُنیا کی سب نعمتیں ہیچ نظر آئیں گی - چند احباب اچھرہ کے پاس ایک ٹکڑہ زمین دیکھنے کے لئے گئے بھی تھے - ان میں سے خواجہ عبدالوحید اور مولوی علاؤالدین صدیقی کے نام تو مجھے یاد ہیں - خواجہ صاحب کراچی چلے گئے - صدیقی صاحب دوسری طرف لگ گئے - یہ سکیم ختم ہوگئی-

کریماں را بدست اندر درہم نیست
خداوندانِ نعمت را کرم نیست

جن کو اللہ تعالےٰ نے دولت دی ہے ان کو ان چیزوں کا خیال نہیں اور جن کو خیال ہے ان کے پاس دُنیوی وسائل نہیں-

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی جسمانی اور روحانی دونوں صحتوں کو درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے- آمین یا الٰہ العالمین

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۲ر جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ مطابق ۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء عیسوی

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔

اما بعد میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔

جبتک باطن کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک صحیح طریقہ سے شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا

عام طور پر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ شریعت کا حکم طبیعت کے مطابق ہو تو اس پر علی الاعلان اور بڑے شوق سے عمل کرتے ہیں۔ اگر طبیعت کے خلاف ہو تو ٹال مٹول کرینگے اور حیلے بہانے بنائیں گے۔ یہی حالت جہال کی ہے اور یہی نا تربیت یافتہ علماء کی۔ طبیعت شریعت کے تابع ہو کر چلے جو حکم ملے اس پر عمل کیا جائے۔ اس کی فقط ایک تدبیر ہے کہ ہادی کی صحبت میں باطن کی اصلاح ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ایک لاکھ کے قریب صحابہ کرامؓ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ سبھی جنتی ہیں۔ صدیق اکبرؓ ابوذر غفاریؓ اور دو چار اور صحابہ کرام کے سوا پہلے سب بُت پرست تھے۔ جاہلیت کی رسموں میں غرق تھے۔ ہادیؐ نے آ کر درست کیا۔ جس محنت سے کیا دنیا جانتی ہے۔ اب بھی انسان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جبتک ہادی کی صحبت نصیب نہ ہو

شریعت کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق خالق سے ہے۔ دوسرا وہ جس کا تعلق مخلوق خدا سے ہے۔ دوسرے حصہ پر عمل کرنے میں انانیت اور جاہ طلبی مانع آتی ہے۔ جبتک یہ نہ نکلیں اصلاح نہیں ہوتی۔ ہادی کی برکت سے یہ دونوں نکل جاتی ہیں ہادی کو اپنی توجہ سے طالب کے قلب کو بہت مانجنا پڑتا ہے۔ بشرطیکہ طالب ہادی سے وابستہ رہے۔ جب تک یہ دونوں روحانی بیماریاں نہ نکلیں۔ مخلوق خدا سے تعلق درست نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر بیوی پیاری ہے تو سبحان اللہ! سب کچھ اسی کا ہے۔ جو مانگے سب کچھ لا کر دیتے ہیں مجال کیا ہے کہ اس کی فرمائش پوری نہ کریں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ النساء رکوع ۳ پ ۴) (ترجمہ) (اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو) پر عمل بھی ہے۔ اگر دل سے اُتر گئی تو نہ نمک نہ آٹا اور نہ دال لا کر دیتے ہیں۔ پھر عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ بھول گئے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے۔

صلہ رحمی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا (رواہ البخاری)

(ترجمہ۔ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جس کے ساتھ صلہ رحمی کی جاتی ہے۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے)

اگر بھائی بہنوں سے خوش ہیں اور انہوں نے لڑکی کا رشتہ ان کے بیٹے کو دے رکھا ہے تو ان کو ہر موقعہ پر بُلاتے ہیں۔ گھر میں پھل فروٹ جو کچھ آتا ہے۔ سیب ہیں سے ان کو بھیجتے ہیں۔ پھر حضورؐ کا یہ ارشاد بھی یاد ہے اور صلہ رحمی کا حق بھی ادا ہو رہا ہے۔ اگر ان سے ناراض ہیں تو وہ دیوار با دیوار بھی ہیں تو نہیں بلاتے۔ پانچ میل سے دفتر کے دوست آئیں گے۔ پھر نہ حضورؐ کے اس ارشاد کی پرواہ ہے اور نہ صلہ رحمی کا خیال ہے۔ اگر طبیعت شریعت کے احکام کو نہیں مانتی تو شریعت حذف ہو جاتی ہے ہادی آ کر درست کرتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی ہادی مل جائے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے آسان ہوتے ہیں۔ مگر ہادی کا ملنا اس سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ وہ نایاب نہیں کم یاب ہیں۔ اگر ہادی مل جائے تو ان سے ہر شخص اپنی اصلاح نہیں کرا سکتا۔

ع۔ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ہادی کے لئے پہلی شرط ہے کہ وہ کتاب و سنت کا متبع ہو۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ایک شخص آسمان پر اُڑتا ہوا نظر آئے۔ اگر اس کا فعل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔

آپ کے دادا پیر حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں۔ وہ عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی میں ترجمہ کیا تھا۔ ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے اب میں نے اس کو ساتویں بار چھپوایا ہے۔ ان کا ترجمہ سندھ میں بہترین سمجھا جاتا ہے اور بہت مقبول ہے۔ دائیں طرف والے حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ عالم نہ تھے۔ لیکن انہوں نے ایک عالم رکھا ہوا تھا۔ جس کا سارا خرچ اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ بعد میں ان کو اپنی صاحبزادی کا رشتہ بھی دے دیا تھا۔ ان سے صبح قرآن مجید کا درس سنتے تھے اور عصر کے بعد بخاری شریف کا جب درس شروع ہوتا تو حضرتؒ اپنی چادر بچھا دیتے تھے۔ جب چادر اٹھا لیتے تو مولوی صاحب سمجھ جاتے اور درس بند کر دیتے۔ یہ سب اہتمام اس لیے فرمایا تھا کہ کوئی قدم شریعت کے خلاف نہ اُٹھنے پائے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ شریعت کے دو حصے ہیں۔ مخلوق خدا کے ساتھ جس حصے کا تعلق ہے۔ اس میں "میں" آڑے آتی ہے "میں" مرے گی تو حضورؐ کے مندرجہ بالا ارشاد پر صحیح معنوں میں عمل ہو سکے گا۔

جن کی "میں" نہیں مرتی۔ خوشی کے موقعہ پر ان سے جب کہا جائے کہ بہن بھائی کو بھی بلا لیجئے تو جواب دیں گے کہ کیا میں اسی باپ کا بیٹا نہیں ہوں۔ میں ان سے بڑا ہوں ان کو میرے پاس آنا چاہیئے۔ میں کیوں جاؤں؟ اگر شریعت کا ذکر کیا جائے تو جواب ملیگا کہ مولوی تو الٹی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک زمیندار خادم تھا۔ کسی بات سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہو گیا۔ بیعت کے بعد ۳۳۔ ۳۴ سال تک زندہ رہا اور بقیہ تمام زندگی حضرت رح کے خلاف مقدمہ بازی کرتا رہا۔ حضرت رح ساری عمر اس پر شفقت فرماتے رہے۔ اس نے ایک دفعہ سرکاری درخت کاٹ لیا۔ پولیس نے گرفتار کر لیا تو حضرت رح نے سفارش فرما کر چھوڑوا دیا۔ اور درخت کی لکڑی بھی دلوا دی۔ کہ شاید اس بیچارے کو ضرورت ہوگی۔ حضرت رح حج پر تشریف لے جانے لگے۔ تو اس کے ہاں چل کر گئے اور اس سے معافی مانگی۔ یہ ہے انانیت کا فنا ہونا۔ جن پر رنگ چڑھا ہوا ہو۔ وہ اس طرح زندگی بسر فرماتے ہیں۔ یہ چیز اللہ والوں کے ہاں ملتی ہے۔ کسی نے کہا ہے ع

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

جب "میں" نہ رہیگی اور ہستی فنا ہو جائے گی تو خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی ہستی فنا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ ہادی ہستی فنا کر کے رکھ دیتا ہے۔ وہ مانج کر رکھ دیتا ہے۔ بشرطیکہ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو۔ کامل کی صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔ گھوڑا منہ زور اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ جب چابک سوار سدھا دیتا ہے تو ٹھیک چلتا ہے۔ اسی طرح ہادی سدھاتا ہے۔ وہ سکھلاتا ہے۔ کہ خلق خدا کے ساتھ کس طرح چلنا چاہیئے۔ پھر یہ سیدھا چلتا ہے۔ میں اپنے آپ کو کسی سے پاکباز نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالےٰ میری مغفرۃ فرمائے۔

میرے دونوں مربیوں نے میری ہستی فنا کر دی۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ اما بنعمت ربک فحدث۔ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے ماتحت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

جب میں نے مدرسہ قاسم العلوم بنایا تو غیر تو پہلے ہی خلاف تھے۔ اپنے بھی خلاف ہو گئے۔ اخبارات میں میرے خلاف مضامین شائع کئے گئے۔ غیر شائع کرائیں اور اپنے مواد بہم پہنچائیں۔ اندھوں کے اسکول میں جلسے کئے گئے۔ غازی خدابخش صاحب غصے میں بھرے ہوئے ایک دن میرے پاس آئے کہ آپ ہمیں اجازت کیوں نہیں دیتے کہ ہم جواب دیں ہمارے ہاتھ میں بھی قلم ہے۔ ہمیں بھی لکھنا آتا ہے اور ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں نے ان کو ٹھنڈا کر کے بھیج دیا۔ میرے خلاف یہاں تک بہتان طرازی کی گئی۔ میں نے یہ مدرسہ عورتوں کے رکھنے کے لئے بنایا ہے۔ میرے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تھا۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۙ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ

سورہ القلم رکوع ۱ پ ۲۹۔ ترجمہ

(پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے
اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم
میں سے کون دیوانہ ہے)

تھانہ بھون حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میرے خلاف کفر کا فتوےٰ لینے کے لئے لکھا گیا۔ لیکن انھوں نے ان کو غلطی پر اور مجھے حق پر ثابت کیا۔ بعض دوستوں نے وہاں سے فتوےٰ کی نقل منگوا کر وکیلوں سے بھی مشورہ کیا تاکہ انکے خلاف ہتک عزت کا دعوےٰ دائر کیا جائے۔ وکیلوں نے کہا کہ احمد علی دعوےٰ کر سکتا۔ مولوی کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے وہ مخلص تھے۔ مگر مخالفین کے بہکاوے میں آ کر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن میرے بڑے لڑکے مولوی حبیب اللہ سے ملے اور کہنے لگے کہ تیرے باپ میں ایک خوبی دیکھی ہے کہ اس نے مخالفین کے حق میں ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا مدرسہ قاسم العلوم کے مقابلہ میں مدرسہ بنایا گیا انجمن خدام الدین کے مقابلہ میں انجمن بنی۔ لیکن نہ مدرسہ رہا اور نہ انجمن رہی۔ اللہ تعالےٰ تو سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کے دلوں کی نیتوں کو بھی جانتا تھا اور میرے دل کی نیت کو بھی ایک عالم جس نے مجھ سے قرآن مجید پڑھا تھا حنفیت سے علیحدہ ہو کر اہلحدیث ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن مجھے دیکھ کر سوڑیاں والی مسجد میں گھس گئے۔ میں ان کے پیچھے گیا اور پیچھے سے جا کر ان کو بغل گیر کر لیا۔ میرا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔ یہ میرے دونوں مربیوں کی برکت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہستی فنا کر دی ہے۔

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کی جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے۔ خدا کے ساتھ سیدھا چلنے میں نفس اڑتے آتا ہے۔ نفس کو مسلنے کی تدبیر ہادی بتلاتا ہے۔ اس کا سبب حرام اور مشتبہ مال کا استعمال ہے۔ ہم نے اگر بھینس رکھی ہوئی ہے اور اس نے کسی کے کھیت سے اسکی بلا اجازت دو چار لقمے کھا لئے تو اس کا دودھ مشتبہ ہو گیا رشوت، چوری، ڈاکہ وغیرہ سے حاصل شدہ مال حرام ہو جاتا ہے۔ اَلْحَرَامُ يَجُرُّ إِلَى الْحَرَامِ۔ (ترجمہ۔ حرام مال حرام کی طرف لے جاتا ہے) جو لوگ اپنے بیوی بچوں کو حرام مال کھلاتے ہیں۔ یہ ان کو خدا کی طرف نہیں آنے دیتا مشتبہ اور حرام مال سے بچنے کے لئے ہادی کی نگرانی ضروری ہے۔ لیکن ایسا ہادی جو باطن کا بینا ہو۔ لاکھوں میں کوئی ہوگا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک غلام تھا۔ اس نے آپ کو کھانے کی کوئی چیز لا کر دی۔ انھوں نے کھا لی۔ بعد میں جب اس سے دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں ان کا ایک دوست تھا۔ جس کو وہ غائب کی من گھڑت باتیں بتلایا کرتا تھا۔ اس نے وہ چیز مجھے دی تھی۔ آپؓ نے اس کے بعد انگلی ڈال کر قے کر دی۔

یہ ہے مشتبہ مال سے بچنا اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے یہ درجہ بھی آتا ہے۔ جس میں حلال حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مقصود بالذات نہیں۔ لیکن اگر ایسا شخص مل جائے تو اس کی نگرانی میں رہے۔ جو کھائے یا پیئے۔ اس کو دکھا کر کھائے یا پیئے۔

میں نے عرض کیا کہ اگر ہادی سے تعلق نہ ہو تو نہ خدا سے اور نہ مخلوق خدا سے تعلق درست رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ہادی سے باطن کی صفائی کرا کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ اگر یہاں اصلاح باطن نہ ہوئی تو قبر میں کرانی پڑے گی۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ ۱۳؍ دسمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

بہشتیوں کی ایک علامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد جماعت کا اجتماع جمعہ کی رات کو اس مقصد کے لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے اور آپ سے راضی ہو جائے۔ جن چیزوں سے وہ راضی ہوتا ہو ان کو عمل میں لایا جائے اور جن سے وہ ناراض ہوتا ہو۔ ان سے بچا جائے۔ میں باوجود گنہگار ہونے کے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قسم کا میرا اور آپ کا تعلق ہونا چاہیئے اس کے متعلق کچھ عرض کروں تاکہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اللہ تعالےٰ مجھ سے اور آپ سے راضی ہو جائے۔

یہ یاد رکھیئے کہ بہشتی اور دوزخی یہاں سے بن کر جاتے ہیں۔ یہاں کوئی دوزخی اور کوئی جنتی ہے۔ کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کا ہم قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس کا اللہ تعالےٰ ہی کو علم ہے۔ البتہ اندازہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک مریض طبیب سے علاج کرتا ہے۔ پہلے نیند نہیں آتی تھی۔ کھانے کی اشتہا نہیں تھی۔ اگر کچھ کھا لیتا تو ہضم نہ ہوتا تھا۔ علاج شروع کرنے کے بعد اب دو گھنٹے نیند بھی آجاتی ہے کھانے کی اشتہا بھی پیدا ہوتی ہے اور یخنی ہضم بھی ہو جاتی ہے۔ تو یہی کہا جائے گا کہ مریض رو بصحت ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ ہی کو علم ہے کہ مریض کو صحت کلی ہوگی۔ یا یکلخت حالت بگڑ جائے گی۔ اور مریض داعی اجل کو لبیک کہے گا یا ایک محنتی اور ہوشیار طالب علم کامیابی کی امید تام کے باوجود بعض اوقات فیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ادھر بھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بعض انسان ساری عمر نیکی کا کام کرتے رہتے ہیں۔ ایک ہاتھ جنت میں جانے سے رہ جاتا ہے کہ ایک کام ایسا ہو گیا کہ سیدھا جہنم میں چلا جاتا ہے۔

آج میں بہشتیوں کی ایک علامت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (سورۃ الشعراء رکوع ۵ پ ۱۹)

ترجمہ: (جس دن مال اور اولاد
نفع نہیں دے گی۔ مگر جو اللہ کے
پاس پاک دل لے کر آیا۔)

اگر یہ درجہ حاصل ہو گیا تو سمجھئے کہ جنتی ہیں۔ سالم دل وہ ہے۔ جس میں ایک اللہ تعالیٰ ہی سمائے اور باقی سب چیزیں دل سے نکل جائیں۔ رضا مطلوب ہو تو اسی کی۔ خوف ہو تو اسی کا۔ احکام کی تعمیل ہو تو اسی کی ہو۔ اور باقی سب چیزوں کو اسباب کے درجہ پر رکھا جائے۔ ان میں سے کسی کو مقصود بالذات نہ بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس آیت میں متاع فرمایا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ

(سورہ آل عمران رکوع ۲ پ ۳)

ترجمہ: (لوگوں کو مرغوب چیزوں کی
محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے
عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی
کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان
کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور
کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا
فائدہ ہے اور اللہ ہی کے
پاس اچھا ٹھکانا ہے۔)

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں جتنی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان سب کو متاع (سامان) فرمایا ہے۔ انہیں میں بیوی اور بیٹوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔ اکثر بیوی بڑی پیاری ہوتی ہے۔ جب وہ آتی ہے تو ماں بھی بھول جاتی ہے۔ بیوی کیا آئی۔ گویا خدا آ گیا۔ بیوی اور بچوں کے عیش و آرام کے لئے روپیہ چاہیئے۔ اس لئے اس کا بھی ذکر فرما دیا۔ والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ اس زمانہ میں موٹریں نہ تھیں۔ بہترین سواری گھوڑے کی سمجھی جاتی تھی۔ اس کا بھی ذکر فرما دیا پھر دودھ پینے کے لئے گائے بھینس چاہیئے ان کے لئے کھیتی چاہیئے۔ ان کا بھی ذکر فرما دیا۔ ان سب چیزوں کا ذکر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں ذالک متاع الحیوۃ الدنیا ذالک کے معنی ہیں۔ اَلَّذِیْ ذُکِرَ مِنْ قَبْلُ یہ سب چیزیں دنیا کا سامان ہیں۔ یہ آخرۃ میں کچھ کام نہ دیں گی۔ ہمارے ہاں عام طور پر بستر اور سوٹ کیس وغیرہ کو سامان کہا جاتا ہے۔ بستر اور سوٹ کیس مقصود بالذات نہیں کہ یہ چوری ہو گئے تو ہم مر گئے۔ ان کے چوری ہوجانے پر تھوڑا سا افسوس ضرور ہوگا۔

کون کہتا ہے کہ بیوی کا بائیکاٹ کرو اور باقی چیزوں کو گھر میں مت رکھو۔ بیشک بیوی اور باقی چیزیں جمع کریں۔ لیکن ان کو متاع کے درجہ پر رکھیئے۔ مقصود بالذات نہ بنایئے۔ سود خوار اور رشوت خوار ان کو مقصود بالذات بناتے ہیں۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ پیسہ آئے۔ خدا اور خدا کا رسولؐ روٹھ جائیں تو روٹھ جائیں۔ اگر یہ نعمت مل گئی کہ ماسوا اللہ دل سے نکل گیا تو سمجھئے کہ یہاں چلتے پھرتے بہشتی ہیں۔ یہ نعمت نہ دفاتر اور سیٹھوں کے ہاں ملتی ہے۔ بلکہ یہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت یا اشخاص کے ہاں ملتی ہے۔ جب نور آتا ہے تو ظلمت کافور ہو جاتی ہے اگر ایک ٹمٹماتے چراغ سے کمرہ روشن ہو جاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے نام سے دل روشن نہیں ہو سکتا۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض اللہ تعالیٰ ہی کے پاک نام کی برکت سے یہ سارا جہان روشن نظر آ رہا ہے۔ سورج میں نور ہے تو اسی کا۔ چاند میں نور ہے۔ تو

اُسی کا۔ تاروں میں نور ہے تو اُسی کا۔ بلکہ ہر چیز میں اُسی کی صفات کا جلوہ ہے۔ دعا کیجیے کہ اس مجلس کی برکت سے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ چیز نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ بیوی بچے۔ اور باقی جو چیزیں بھی اللہ تعالےٰ نے دی ہیں۔ بے شک وہ رہیں۔ لیکن دل میں خدا کے سوا کچھ نہ ہو۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت کی حالت اس کے خلاف ہے۔ میاں صاحب کی کوٹھی تعمیر ہو رہی ہے۔ نماز کے لئے بلایا جائے تو نہیں آتے۔ معلوم ہوا کہ کوٹھی خدا سے زیادہ پیاری ہے۔ خدا سے بیوی بھی زیادہ پیاری ہے۔ خدا کی ایک بھی فرمایش پوری نہ ہونے پائے تو پرواہ نہیں لیکن بیوی کی ایک بھی فرمائش نہ رہنے پائے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ان باغیوں کے لئے بہشت بنایا ہے؟

زکوٰۃ اللہ تعالےٰ کی طرف سے فرض ہے وہ دیں یا نہ دیں۔ لیکن کیا مجال ہے کہ لڑکے لڑکیوں کی فیس ادا نہ ہو۔ مسلمانوں کی اکثریت اسی قسم کی ہے۔ ان باتوں کی سمجھ آ گئی تو بیڑا پار ہو جائیگا پہلے تو اس بات کی سمجھ ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی چیز مقصود بالذات نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد اس کے حصول کے لئے جد و جہد بھی ضروری ہے من جد وجد (جس نے کوشش کی اس نے مقصود کو پا لیا) اس کا ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ ہم مل کر ذکر الٰہی کریں۔ یہ چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی پیدا کرنا چاہے میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم مولوی محمد شریف تھے۔ فوت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ غریق رحمت فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

ان کے مکان کو ایک دفعہ آگ لگ گئی۔ لوگ جمع ہو گئے اور وہ سامان نکال کر باہر رکھیں اور یہ اُٹھا کر پھر آگ میں ڈالتے جائیں۔ کسی نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ جس نے دیا تھا۔ جب وہی جلانا چاہتا ہے تو ہمیں بچانے کا کیا حق ہے۔ یہ ہے رضا بقضائے الٰہی۔ پنجاب میں کیا ہوتا ہے؟ جب جنازہ اُٹھتا ہے تو گھر میں وہ اودھم مچتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی سواری کی گھوڑی چوری ہو گئی۔ ساری جماعت کہے کہ گھوڑی کے خادم کے ذریعہ چوری ہوئی ہے۔ ہمیں اس کو حوالہ پولیس کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن حضرتؒ یہی فرمائیں کہ نہیں۔ نہیں اس کو رہنے دو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس جہان میں جاگ کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ قبر میں تو سب کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ سب رہیں۔ میں کسی کا مخالف نہیں ہوں۔ بشرطیکہ سب کو متاع کے درجہ پر رکھا جائے۔ ماسوا اللہ کے کام ادھورے رہ جائیں تو رہ جائیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا کوئی کام ادھورا نہ رہنے پائے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ نعمت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

یہ نعمت اللہ والوں کے ہاں ملتی ہے کسی نے کہا ہے ع

دل بدست آور کہ حج اکبر است

اس کی صوفیانہ تشریح یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کو دے دو تو پھر اللہ تعالیٰ کی رضا ایسی حاصل ہو گی۔ جس طرح کہ حاجی حج کر کے اللہ کو راضی کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ اس سے فریضۂ حج بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دل پر ہی سارے وجود کی اصلاح کا مدار رکھا ہے۔ ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (بیشک جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار۔ اور وہ دل ہے)

دل کے ٹھیک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انسان ایک اللہ کا ہو کر رہے۔ اگر دل کی پوری طور پر اصلاح نہ ہوئی تو انسان کامل نہ ہو گا۔ جو کچھ اس نے مجھ سے کہلوایا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۰ر دسمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد میری آج کی معروضات کا عنوان ہے۔

انسان کا ایمان ہمیشہ خطرہ میں ہے
جب تک لحد قبر میں داخل نہ ہو جائے

اس کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تمام عمر جنت کے کام کرتا ہے۔ ایک ہاتھ جنت میں داخل ہونے میں رہ جاتا ہے کہ اس سے ایک کام ایسا ہو جاتا ہے کہ سیدھا دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اسی طرح ایک شخص ساری عمر دوزخ کے کام کرتا ہے کہ ایک ہاتھ دوزخ میں داخل ہونے میں رہ جاتا ہے کہ ایک ایسا کام ہو جاتا ہے کہ وہ سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لحد قبر میں داخل ہونے تک ایمان خطرہ میں ہے۔ حضورؐ نے فتنوں کی پیشینگوئی فرمائی ہے۔ ان فتنوں کے ایام میں انسان صبح کو مومن ہوگا۔ تو شام کو کافر۔ شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر مشکوٰۃ شریف کی کتاب الفتن میں ایک روایت ہے

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادروا بالاعمال فتنًا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنًا ویمسی کافرًا ویمسی مومنا و یصبح کافرا یبیع دینہ بعرض من الدنیا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال کے ساتھ جلدی کرو۔ ایسا فتنہ جو مثل اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح ہے (اس میں) صبح کو ایک شخص مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن صبح کو کافر۔ وہ اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچے گا۔

اس وقت تک مومن کو مطمئن نہیں ہونا چاہیئے جب تک ایمان کو بچا کر لحد قبر میں داخل نہ ہو جائیے۔ حضورؐ نے بے ایمان ہونے کا سبب بھی بیان فرما دیا ہے۔ یہ ہے دین کو دنیا کے لئے بیچ دینا۔

موجودہ زمانے میں بہت سے فتنے پیدا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے دو کا ذکر کرتا ہوں باقی کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ دو فتنے ہیں۔ ۱۔ مرزائیت۔ ۲۔ انکارِ حدیث۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک دفعہ مجھے کسی کام کے لئے بلایا۔ میں حاضر ہوا تو وہ حجامت بنوا رہے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے سوال کہہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب نوجوان زیادہ مرزئی کیوں ہو رہا ہے۔ تو انہوں نے ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ مولوی صاحب! روٹی کے لئے۔ مرزئی بیٹی کا رشتہ بھی دیتے ہیں اور نوکر بھی کرا دیتے ہیں۔ نوجوان کو اور کیا چاہیئے۔ بیوی بھی مل گئی اور روٹی کا سوال بھی حل ہو گیا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا (ترجمہ) بعض اوقات تنگدستی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ یہ یاد رکھیئے کہ انکارِ حدیث بھی سراسر گمراہی ہے۔ پرویز اور اس کے ساتھی جو حدیث کا انکار کر رہے ہیں وہ گمراہ ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں وحی ہیں۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم رکوع ۱ پ ۲۷)

ترجمہ: (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے)

حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔ وہ وحی جلی ہے اور یہ خفی۔ منکرین حدیث کے دل میں ایمان نہیں رہتا۔ وہ بے ایمان ہیں۔ انسان سہل انگاری چاہتا ہے انکار حدیث سے بہت سی باتوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان فتنوں سے بچائے۔ اور جو ان میں پھنس گئے ہیں۔ ان کو ان سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ایمان کو بچانے کا طریقہ بھی عرض کر دوں قرآن میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۵ پ ۱۱)

ترجمہ (اور سچوں کے ساتھ رہو)

دوسری جگہ آتا ہے۔ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (سورۃ البقرہ رکوع ۵ پ ۱) ترجمہ (اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرو)

جو بکری یا بھیڑ ریوڑ میں رہتی ہے وہ گڈریا کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ جو ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے وہ گڈریا کی حفاظت سے نکل جاتی ہے اور بھیڑیا اس کو شکار کر لیتا ہے۔ آج کل فتنوں کا زمانہ ہے۔ وہی شخص اپنا ایمان بچا سکتا ہے جو حق پرست جماعت سے وابستہ رہے گا۔

حق پرست جماعت کی علامت حضورؐ نے خود بیان فرما دی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت پر ایک ایسا ہی زمانہ آئے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل درست اور ٹھیک جیسی کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

عورتوں کو مہندی لگانے کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بیعت کر لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک کہ تم (مہندی لگا کر) اپنے ہاتھوں کی صورت نہ بدلو گی (تمھارے ہاتھ اس وقت) کسی درندے کے سے ہاتھ معلوم ہوتے ہیں۔ سنن ابی داؤد

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۳ سے آگے۔
اور بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی۔ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! جنتی فرقہ کون سا ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ فرقہ جس میں میں ہوں اور میرے اصحاب۔

ما انا علیہ و اصحابی حق کا معیار ہے اس پر ہر جماعت کو پرکھ لیا جائے ... جماعت میں یہ رنگ ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ جو ما انا علیہ و اصحابی سے نہ ٹکرائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مجھ پر روزانہ پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا جائے۔ جو پڑھے اگر وہ اس کو دوسروں کے لئے لازم نہیں بناتا تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۳۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔

پہلے تحقیق کر لیجئے کہ کھرا دین کس جماعت کے ہاں ہے۔ پھر اس جماعت سے وابستہ ہو جایئے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یا مرد ہو یا مرد کے سایہ میں رہے۔ دین میں بھی یہی ہے یا خود صاحب استقامت ہو یا صاحب استقامت کے سایہ میں رہے۔ تب فتنوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اسلام آیا ہے اس کا علمی ترجمان قرآن اور عملی ترجمان سنت نبی کریم ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس اسلام کا پابند بنائے۔ آمین یا الہ العالمین شکاری وہاں آتا ہے۔ جہاں شکار ہو۔ شیطان درس میں شکار کھیلنے کے لئے آتا ہے۔ کسی کو کہتا ہے کہ صحت خراب ہو گئی ہے۔ صبح سیر کو دریا پر جایا کرو۔ کسی کو کہتا ہے کہ بہت درس سنا ہے۔ اب ضرورت نہیں

ہماری جماعت جس لائن پر جا رہی ہے میں شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں قرآن پڑھاتا ہوں اور پاس ہی مشکوٰۃ شریف رکھی ہوتی ہے۔ عملی نمونہ اس میں سے دکھایا کرتا ہوں میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ کے ایسے بندے

موجود ہیں جو انسان کی شکل دیکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ اس کے اندر ایمان ہے یا نہیں۔ ایک کافر کو آپ کلاہ لنگی اور شلوار پہنا دیجئے۔ وہ اس کا فوٹو دیکھ کر بتلا دیں گے کہ اس کے اندر ایمان نہیں ہے۔ ایک مومن کو ہندوانہ لباس پہنا دیجئے۔ تو وہ اس کا فوٹو دیکھ کر بتلا دیں گے کہ اسکے اندر ایمان ہے اس دفعہ مجھے مدینہ میں ایک بزرگ ملے جو ایک انسان کے نام پر انگلی رکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان ہے یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کسی صاحب دل اور صاحب حال جماعت میں شامل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ ایمان اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ بعض اوقات سکرات کی حالت میں انسان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس آہستہ آہستہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔ اس کو پڑھنے کے لئے نہ کہا جائے۔ اس کے پاس اس طرح کلمہ پڑھا جائے کہ شور بھی نہ ہو اور اس کے کان میں آواز بھی پہنچتی رہے۔ تاکہ اس کا خاتمہ کلمہ پر ہو جائے۔